وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْٓا أَنفُسَهُمْ جَآءُوكَ

دربارِ نبوی میں حاضری

تصنیف

امام ابنِ حجر مکی

ترجمہ

علامہ محمد عباس رضوی

مرکز تحقیقات اسلامیہ لاہور

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ

دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری

تصنیف
امام ابنِ حجر مکیؒ

ترجمہ
علامہ محمد عباس رضوی

مرکز تحقیقاتِ اسلامیہ لاہور

نام کتاب ———— الجوھر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم

ترجمہ کا نام ———— دربار نبوی میں حاضری

تالیف ———— امام ابن حجر مکیؒ

ترجمہ ———— علامہ محمد عباس رضوی

نظر ثانی ———— حافظ ابو سفیان

ناشر ———— مرکز تحقیقات اسلامیہ

۲۰۵ شادمان لاہور

زیر اہتمام ———— محمد اسلم شہزاد

اشاعت اول ———— ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ فروری 2000ء

ہدیہ ———— /۱۲۰

الجوهر المنظم

فى زيارة القبر الشريف النبوى ﷺ المكرم

للعالم الفقيه المحدث

سيدى أحمد بن حجر الهيتمى

رضى الله تعالى عنه

مدينة العلم جامعة مجددية
نور آباد - فتح گڑھ - سیالکوٹ

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرمین شریفین کی حاضری مسلمانوں کے لئے بڑی سعادت و خوش بختی کی بات ہے کیونکہ دنیا میں یہ وہ مقامات ہیں جن کا بدل و مثال کوئی نہیں' دونوں ہی شعائر اللہ اور آثار رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مالا مال ہیں' دونوں حرم ہیں۔ ان میں سے ایک کو اللہ تعالی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جائے ولادت اور اعلان نبوت کا مقام بنایا جبکہ دوسرے کو آپ صلی اللہ علیہ ۔آلہ وسلم کی ہجرت گاہ اور آرام گاہ بنایا' اگر پہلے میں سب سے پہلا گھر بنایا تو دوسرے میں مساجد انبیاء کی آخری مسجد بنائی۔ پہلے کو اپنے گھر اور دوسرے کو مسجد حبیب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ پہلے کی طرف حج لازم قرار دیا بلکہ دوسرے کی طرف ہجرت لازم قرار دی۔ کسی نے دونوں کی عظمت اور وجۂ عظمت بیان کرتے ہوئے خوب کہا

جو شہر ہوا تیری ولادت سے مشرف
وہی قبلہ اب تک تیری امت کا رہا ہے
جس شہر نے پائی تیری ہجرت سے سعادت
کعبے سے کشش اس کی ہر دل میں سوا ہے

جن متعدد اہل علم نے اس موضوع پر لکھا ہے ان میں امت کے عظیم محدث امام ابنِ حجر مکی ہیتمی بھی ہیں ان کی ولادت ۹۰۹ ہجری مصر میں محلہ ابوالہیثم میں ہوئی اور ۹۷۴ ہجری کو مکۃ المکرمہ میں وصال ہوا' جنت المعلٰی میں تدفین کا شرف ملا۔

آپ کی تصانیف کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

- إتحاف أهل الإسلام بخصوصيات الصيام.
- الإتحاف ببيان أحكام إجارة الأوقاف.
- الاربعون في الجهاد.
- الأربعون العدلية.
- إسعاف الأبرار شرح مشكاة الانوار.

- أسني المطالب في صلة الأقارب.
- أشرف الوسائل الى فهم الشمائل.
- إصابة الأغراض في سقوط الخيار بالأعراض.
- الإعلام بقواطع الإسلام.
- الإفادة فيما جاء في المرض والعيادة.
- الإمداد شرح الإرشاد.
- الإنافة فيما جاء في الصدقة والضيافة.
- الانتباه لتحقيق غويص مسائل الإكراه.
- الإيضاح شرح أحاديث النكاح.
- إيضاح الأحكام لما تأخذه العمال و الحكام.
- الايعاب شرح العباب.
- تاريخ إخوان الصفا بنبذ من أخبار الخلفا.
- تحذير الثقات من أكل الكفتة والقات.
- تحرير الكلام في القيام عند ذكر مولد خير الانام.
- تحرير المقال في آداب وأحكام وفوائد يحتاج إليها مؤدبو الأطفال.
- تحفة الزوار إلى قبر النبي المختار.
- تحفة المحتاج في شرح المنهاج.
- التحقيق لما يشمله لفظ العتيق.
- تطهير الجنان واللسان عن الخطورة والتفوة بثلب سيدنا معاوية بن أبي سفيان.
- تطهير العيبة عن دنس الغيبة.
- التعرف في الأصول.
- تكفير الكبائر.
- جزء في العمامة النبوية.
- جزء فيما ورد في المهدي.
- **الجواهر المنظم في زيارة القبر الشريف النبوي المكرم**

- الخيرات الحسان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان.
- الدر المنظوم في تسلية الهموم.
- الدر المنضود في الصلاة والسلام على صاحب المقام المحمود.
- رسالة في القدر.
- زوائد سنن ابن ماجة.
- الزواجر عن اقتراف الكبائر.
- شرح إيضاح النووي.
- شرح ألفية ابن مالك.
- شرح صلاة النبي صلى الله عليه وسلم للغزالي.
- شرح مختصر الروض في الفقه.
- شرح العباب.
- شرح مختصر أبي الحسن البكري في الفقه.
- شرح مقدمة بافضل في الفقه أو المنهاج القويم.
- الصواعق المحرقة في الرد على أهل البدع والزندقة.
- الفتاوى الحديثية.
- الفتاوى الفقهية الكبرى.
- فتح الإله بشرح مشكاة المصابيح للتبريزي.
- فتح الجواد شرح الإرشاد.
- الفتح المبين شرح الأربعين.
- فضائل الصدقة وأحكامها وأنواعها.
قواطع الإسلام في الألفاظ المكفرة.
- القول المختصر في علامات المهدي المنتظر.
- القول الجلي في خفض المعتلي.
- كف الرعاع عن عن محرمات اللهو والسماع.
- مبلغ الأرب في فضل العرب.
- مختصر الإيضاح.
- معجم وسط - لشيوخه.

- معجم صغير لشيوخه وإجازتهم له.
- معدن اليواقيت الملتمعة في مناصب الأئمة الأربعة.
- المنح المكية في شرح الهمزية (وقد أكرمني الله بتحقيقه وهو تحت الطبع).
- منهاج الطالبين في مختصر المحرر في فروع الشافعية.
- مولد النبي صلى الله عليه وسلم.
- النخب الجليلة في الخطب الجزيلة.
- نصيحة الملوك.
- النعمة الكبرى على العالم بمولد سيد ولد آدم.

...... وغيرها كثير مما هو مطبوع أو مخطوط أو مفقود ذكر في طيات الشروح والحواشي

زیرِ نظر کتاب:۔ جس علمی کتاب کا یہ ترجمہ ہے اس کا نام "الجواہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم" ہے۔ جو امام ابن حجر مکی نے ۱۸ شوال ۹۵٦ ہجری میں لکھی اس کی وجہ تالیف ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں جب میں زیارت مدینہ طیبہ کے لئے وادیٔ مر الظہران پہنچا

خطر لی ان اجعل وسیلتی الی المثول فی تلک الحضرۃ النبویۃ تالیف کتاب فی ذلک الشان مشتمل علی احکام الزیارۃ وفضائلها وتعلقاتها ودلائلها

تو میرے دل میں خیال آیا کیوں نہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کے لئے کتاب لکھ کر وسیلہ بنا دوں جو زیارت کے احکام' فضائل' دلائل اور اس کے متعلقات پر مشتمل ہو۔

(مقدمۃ الجوہر'۳٦)

پاکستان میں اس کی اشاعت:۔ پاکستان میں اس کا عربی نسخہ شائع ہوا مگر نہایت ہی ناقص' بلکہ وہ اس قدر باریک تھا کہ اس کا مطالعہ بھی مشکل تھا' بندہ اس کے اچھے نسخہ

کی تلاش میں رہا' الحمدللہ اس کا ایک عمدہ نسخہ مدینہ طیبہ سے ممنوع ہونے کے باوجود ملا جسے دارجوامع الکلم مصر نے بڑے خوبصورت انداز میں شائع کیا۔ بندہ نے حرمین شریفین سے واپسی پر علامہ محمد عباس رضوی کو اس کے ترجمہ کے لئے عرض کیا تو انہوں نے اسے سعادت سمجھتے ہوئے قبول کیا' انہوں نے بہت جلد اس کا ترجمہ مکمل کر لیا اگرچہ طباعت میں تاخیر ہوئی۔

محققہ نسخہ کا حصول:۔ مذکورہ نسخہ عمدہ ہونے کے باوجود محققہ نہ تھا اس دوران علامہ محمد عباس رضوی کا ابوظہبی جانا ہوا تو وہاں سے انہیں اس کتاب کا بہت ہی خوبصورت نسخہ ملا' جس پر وہاں کے معروف محقق اور عظیم فاضل شیخ امام محمد بارود نے بڑی محنت سے حاشیہ لکھا اور کتاب کی تمام احادیث مبارکہ اور اقوال کی تخریج بھی کر دی ہے۔ جس سے کتاب کی قدروقیمت دوبالا ہو گئی۔ یاد رہے مولانا کو یہ نسخہ خود محقق نے اپنے دستخطوں کے ساتھ عنایت کیا تھا۔

ہم اللہ تعالی کی توفیق سے اس عربی نسخہ کو بھی الگ شائع کر رہے ہیں۔

مترجم کی خدمات:۔ اس کتاب کے مترجم علامہ محمد عباس رضوی آف گوجرانوالہ ہیں جو بڑے ہی صاحب مطالعہ اور دین کا درد رکھنے والے ہیں خصوصاً اسماء الرجال اور غیر مقلدین سے متعلقہ مسائل میں ان کی مثل ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ ان کے پاس ایسی ایسی نایاب کتب موجود ہیں کہ شاید ان کی زیارت بعض اہل علم نے بھی نہیں کی ہو گی' کتب کا حصول اور ان کا مطالعہ ہی ان کا مشغلہ ہے۔ محنت' ایثار اور سادگی جیسے اوصاف سے مالا مال ہیں۔ آپ نے متعدد موضوعات پر کام شروع کر رکھا ہے۔ جو اب تک منظرعام پر آ چکا ہے۔ وہ یہ ہے۔

۱۔ مسئلہ رفع الیدین پر کشف الرین کا ترجمہ اور اس پر نہایت ہی علمی حاشیہ

۲۔ فضائل امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ (مقدمہ اور اس پر حاشیہ)

۳۔ شیخ اسماعیل قاضی کی کتاب فضل الصلوۃ علی النبی کا ترجمہ' خود اس پر مولانا نے عربی

حاشیہ بھی تحریر کیا ہے جو ابھی اشاعت کا منتظر ہے۔

۴۔امام تلمسانی کی کتاب "فتح المتعال فی مدح النعال" کا ترجمہ بنام "فضائل نعلین حضور ﷺ"

۵۔جوہر المنظم کا ترجمہ (جو زیرِ نظر ہے)

۶۔ صحیح البخاری پر تحقیق و تخریج

۷۔زیارتِ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، شیخ محمد سعید ممدوح کی کتاب رفع المنارہ کے ایک حصہ کا ترجمہ

۸۔ آپ زندہ ہیں واللہ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ۔ کسی نے اگر موصوف کی تحقیق کا اندازہ لگانا ہو تو وہ اس کتاب کا مطالعہ کرے جو ۳۴۰ کتب کے حوالہ جات سے مالا مال ہے۔

بندہ کے مطالعہ کے مطابق اردو زبان میں اس موضوع پر اس قدر علمی اور تحقیقی مواد سامنے نہیں آیا۔

یہاں میں محسنِ اہل سنت بحرالعلوم حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ کا ارشاد گرامی نقل کئے دیتا ہوں۔ جو انہوں نے اس کتاب کی تقریظ میں تحریر فرمایا ہے۔

کتاب کے سرسری جائزہ سے ان کے مطالعہ کی حیرت انگیز وسعت سامنے آتی ہے اور مخالفین کے بڑے بڑے محدث اور حدیث دانی کا دعوی کرنے والے بونے نظر آتے ہیں۔ وہ ایک ایک حدیث پر بیس' پچیس بلکہ بعض اوقات چالیس تک حوالے پیش کر جاتے ہیں۔

ان کی اگلی بات بھی ملاحظہ کر ہی لیجئے۔

اگر میری آواز اہل سنت و جماعت کے زعماء اور ارباب ثروت تک پہنچ کر ان کے دل و ضمیر پر دستک دے سکے تو میں عرض کروں گا کہ مسلک اہل سنت کا درد رکھنے والے ایسے وسیع النظر عدیم النظیر فاضل محدث کا تقرر کسی ایسے ادارے میں کیا

جائے جہاں وہ اپنا تمام وقت مطالعہ اور تصنیف و تحقیق میں صرف کریں' کتنے افسوس کی بات ہے کہ وہ سکول ٹیچر کی حیثیت سے اپنا وقت گزار رہے ہیں اور اپنی ذاتی کوشش سے قائم کردہ حدیث' اصول حدیث اور اسماء و رجال کی کتابوں کی عظیم لائبریری میں فارغ اوقات میں مطالعہ و تحقیق میں منہمک رہتے ہیں (تقریظ بر آپ زندہ ہیں واللہ ۲۵)

جس معاملہ کی طرف قبلہ شرف قادری صاحب مدظلہ نے توجہ دلائی ہے یہ نہایت ہی اہم ہے۔ آج امت مسلمہ کی دولت ایسے کاموں پر صرف ہوتی جا رہی ہے جس کا کوئی رزلٹ نہیں۔ بعض مجالس اور اجتماعات پر ہم لاکھوں روپیہ لگا دیتے ہیں مگر اس کے بعد کسی ایک آدمی میں تبدیلی نہیں آتی' بلکہ منعقد کرنے والوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ اگر وہ پہلے شریعت کے باغی تھے تو بعد میں بھی باغی ہی رہتے ہیں' ان کے ظاہر و باطن پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ کاش ہماری رقم رجال کار کی تیاری' مثبت لٹریچر' مدارس' مراکز' لائبریریوں کے قیام اور انسانیت کی بھلائی پر خرچ ہو تو پھر دیکھیں معاشرہ میں کس طرح تبدیلی آتی ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ کچھ اہل علم و تحقیق کو معاشی مسائل سے فارغ کر کے تصنیف و تالیف اور تدریس کے لئے بٹھایا جائے تاکہ موجودہ خلاء کو پر کیا جا سکے۔

الحمدللہ قبلہ شرف صاحب مدظلہ کی سربراہی میں مرکز تحقیقات اسلامیہ لاہور اسی راہ پر گامزن ہے۔ اور آپ سے تعاون کی اپیل بھی کرتا ہے تاکہ حسب استطاعت علم و فکر کے فروغ کے لئے کوشش کی جا سکے۔

یاد رہے اس کتاب کی اشاعت میں الحاج عبدالمجید (سانگلہ ہل) اور الحاج عتیق الرحمن مجددی (گوجرانوالہ) نے ہمارے ساتھ تعاون کیا اللہ تعالیٰ ان کی خدمت کو قبول فرمائے۔

آخر میں حافظ ابوسفیان نقشبندی کا مشکور ہوں جنہوں نے بڑی محنت سے اس پر نظرثانی کی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مصنف' مترجم اور معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے

اور اس کتاب کو نافع اور مفید بنائے۔

اس موضوع پر ہمارے ادارہ کی طرف سے یہ کتب بھی شائع ہو چکی ہیں۔

۱۔درِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاضری
۲۔زیارتِ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
۳۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفرِ حج

خادمِ اسلام
محمد خان قادری
مرکز تحقیقاتِ اسلامیہ
جامع رحمانیہ شادمان لاہور
بروز اتوار بعد نماز عشاء
۱۵ اگست ۱۹۹۹ء

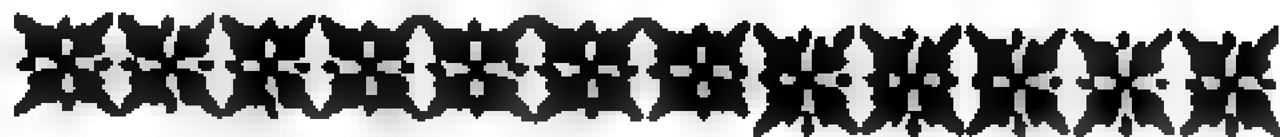

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ و صحبہ

نحمدت اللھم ان الھتنا علی مافینا من التقصیر والتعا لی عن شھود آیاتک لاسیما وقد جاء النذیر والتباطی عن المبادرۃ الی امتثال او امرک ونواہیک۔ والتخلی عن التحلی بما یرضیک۔ للسفر الی زیارۃ حبیبک ورسولک' ونبیک وصفیک و خلیلک' انسان عین خلفائک و واسطۃ عقد اھل ولائک' ثم الی الوقوف بین یدیہ' واستمداد تہ الواصلۃ منک الیہ واستعطاف باھر عطفہ' واستمرار دائم برہ ولطفہ واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ شھادۃ انتظم بھا فی سلک خدمۃ جنابہ' کما یجب لعلی کما لہ واعد بھا فی حملۃ سنتہ وجملۃ احبابہ کما ینبغی لباھر جلالہ

واشھد ان سیدنا محمدا عبدہ ورسولہ الذی اکرمہ اللہ تعالٰی من الخصوصیات بما لا یحصیٰ وتوجہ بتاج خلافتہ العظمٰی وبانہ الوسیلۃ الیہ دون غیرہ لا سیما فی فصل القضاء صلی اللہ علیہ وسلم وعلٰی آلہ واصحابہ وتابعیھم با حسان الی یوم الدین صلاۃ وسلامًا بالغین غایۃ الکمال ونھایۃ الامتنان ۔ ما حنت الارواح الی زیارتہ والتمنی بالوقوف فی حضرتہ' وتاھلت لاستمطار فیض فضلہ والاستکثار من واسع عطائہ و وصلہ آمین

اللہ تعالٰی کی حمد و ثنا اور رسول اکرم ﷺ پر درود و سلام کے بعد

جب اللہ تعالٰی نے مجھ پر اپنا کرم فرمایا تو میں اسباب زیارت (کہ یہی امیدوں کی پناہ گاہ اور انتہا ہے۔ اور اسی طرف کجاوے تیار کئے جاتے ہیں اور آدمیوں کا مکمل بھروسہ اسی پر ہے۔) تیار کرنے لگا۔ یہ ۱۸ شوال بروز ہفتہ

۹۵۱ھ کا مبارک دن تھا۔ تو خلاف عادت یہ تمام اسباب میرے لئے آسان ہو گئے۔ میں سمجھا کہ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے زیارت کی اجازت اور قبولیت کا اشارہ ہے۔

پھر ایک صبح میں وادیٔ ظہران میں پہنچا ہوا تھا تو میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس عظیم بارگاہ میں حاضری کے لئے بطور وسیلہ ایک کتاب تالیف کروں جو زیارت کے احکام اور فضائل اور اس کے متعلقات اور دلائل پر مشتمل ہو۔ اور جو ہر اس مسئلہ کو کافی و شافی ہو کہ ہر زائر کو جس چیز کی احتیاج ہو وہ اس سے پوری کرے اور میں نے اس میں نفیس موتی اور جواہروں کی نفاست جمع کر دی ہے کہ طالب زیارت کے لیے جن کی معرفت ضروری ہے۔ اور اس سلسلہ میں کوئی ایسی چیز نہیں کہ جس کی میں نے اس میں تفصیل نہ لکھ دی ہو تاکہ ان معظم اوقات میں اس پر کوئی چیز مخفی نہ رہ جائے۔ اور زیارت کے احکام و متعلقات میں سے جو کہ اکثر احوال میں پیش آتے ہیں کماحقہ اس میں بیان کر دیئے ہیں۔

اور میں نے اس کا نام "الجوہر المنظم فی زیارة القبر الشریف النبوی المکرم" رکھا ہے۔

پھر میں نے اس کو اللہ کریم جواد سے مدد مانگتے ہوئے شروع کیا۔ اس کی مدد اور اعانت اور توفیق سے میں اس کار صواب کو پہنچا اور اس سے دعا کرتا ہوں کہ اس کتاب کو وہ اپنی بارگاہ میں قبولیت کا شرف عطا فرمائے۔

یہ کتاب ایک مقدمہ آٹھ فصلوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

آدابِ سفر

سفر زیارت کے آداب پر میں (مصنف) نے حاشیہ مناسک النووی (جس کا نام "الایضاح" ہے) میں بڑی شرح بسط کے ساتھ لکھا ہے۔ اس میں سے کچھ

حاصل کلام یہاں ذکر کرتا ہوں۔

آدمی جب زیارت کا عزم کرے تو اس کے لئے مسنون ہے کہ وہ کسی ایسے شخص سے مشورہ کرے کہ جو دین اور امانت اور نصیحت میں پختہ ہو کر اس وقت اور اس حالت کو جس میں وہ ہے اس سے بیان کرے اور مشورہ دینے والے پر ضروری ہے کہ وہ اس کو مشورہ دیتے وقت خواہشات نفس وغیرہ سے بالکل خالی ہو اور اگرچہ اس طرح ہی کے اب اگر تو انکار کرے تو تیرے لئے کوئی بھلائی نہیں۔ ہاں اگر کوئی دینی یا دنیاوی سبب ہو تو اس سے بیان کر دینا چاہیے۔ تاکہ وہ مشورہ دینے میں آسانی محسوس کرے جیسا کہ نکاح میں ہے۔

پھر اس کے بعد اس وقت اور اس حال میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرے۔ اگر کامل استخارے کی نیت ہو تو دو رکعت نماز پڑھے۔ نہیں تو ہر نماز کے ساتھ نیت کرے۔ دعائے استخارہ مانگے جو کہ مشہور ہے۔

پھر اس کے بعد جب اس کا سینہ کھل جائے تو استخارے پر بغیر خواہش کے تابع ہوئے عمل کرے' اور بار بار استخارہ کرے تاکہ شرح صدر اس کو حاصل ہو جائے۔ اور وقت مکروہ میں نماز استخارہ ناجائز ہے سوائے مکہ مکرمہ کے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور صحیح توبہ کرے جس کی شروط کتب فقہ میں تفصیل سے درج ہیں۔ جیسا کہ احیاء العلوم للغزالی وغیرہ۔ اور حقوق و قرض ادا کرے اور ہر شخص کے ساتھ جو معاملہ ہے اس کو درست کرے۔ اپنی وصیت لکھے اور وہ شخص زیارت کو نہ جائے کہ جس پر اللہ تعالیٰ یا کسی شخص کا قرض ہو۔ اور اگر اس کے سفر کے بعد وہ ادا کر دیا جائے تو سفر کرے یا پھر قرض خواہ سے اجازت طلب کرے یا اس کی رضا کا اس کو علم ہو۔ یا پھر اس کو اپنے اس حال کا مؤکل بنایا جائے جو کہ شہر میں موجود ہو۔

اور ایسے ہی ایسے شخص کے لئے بھی سفر زیارت کہ جس کے والدین یا دادا وغیرہ زندہ ہوں یا ایسی عورت کہ اس کا خاوند ہو تو جب تک وہ اجازت نہ دیں یا ان

کی رضا کا علم نہ ہو تو حرام ہے۔ اور اس عورت پر بھی حرام ہے جو کہ عدت میں ہو۔ اور ہر عورت کہ اس کے ساتھ اس کا خاوند یا کوئی محرم نہ ہو۔ اور ایسے غلام کا سفر کہ اس کے آقا کی اجازت شامل نہ ہو۔ اور ایسے ہی مخنث عورتوں کے ساتھ تمام اسفار جو کہ واجب نہیں ہیں ناجائز ہیں۔ اور مسنون ہے کہ وہ اپنے زاد راہ کے لئے رزق حلال سے کوشش کرے' اور کوشش کرے کہ اپنے ساتھ زاد راہ فالتو لے لے تاکہ محتاجوں اور غریبوں کے کام آ سکے۔ اور زاد راہ میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو وگرنہ اس کے منع کرنے کے سبب وہ بہت سے خیرات سے محروم رہ جائے گا۔ اور راستے میں کھانا تمام اکٹھے ہو کر کھائیں کیونکہ یہ اولیٰ اور بہتر و احسن ہے اس سے کہ ہر روز علیحدہ علیحدہ شخص سے تمام کھانا کھائیں۔ اور ضروری ہے کہ اپنے حق سے کم کھائے مگر جب سب اس کے زائد حاصل کرنے پر راضی ہوں۔

اور مسنون ہے کہ ہر سفر میں سواری عبادت کی نیت سے کر لے اور سواری قوی ہو اور اپنی ہو' کیونکہ غیر کی سواری خشوع میں خلل انداز ہو گی۔ اور اگر ہو سکے تو کجاوے پر آپ ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے بیٹھے۔

ہمسفر کیسا ہو؟

اور مسنون ہے کہ کوئی عالم دین اور اخلاق کا کامل آدمی اس کا ہمسفر بنے۔ بلکہ یہ بہت اہم ہے تاکہ وہ اس شخص کی اعانت و مدد اور اقتداء سے امور خیر کی عمومیت میں سے کماحقہ نفع اٹھا سکے۔ اگر وہ اس سے زیادہ کامل ہو۔ اور اگر ایسا شخص دستیاب نہ ہو تو کم از کم ایسا شخص ہو کہ جس میں اخلاق حمیدہ و مذکورہ بالا صفات دوسروں سے زیادہ پائی جائیں۔

اور ہم سفروں کے لئے مسنون ہے کہ اپنے دوست کا سامان اٹھائیں اگر ان میں سے کوئی بوڑھا شخص ہے تو خاص کر اس کا سامان اٹھائیں اور زائر کو

چاہیے کہ کسی دنیا دار کے ساتھ سفر نہ کرے مگر وہ اسی طرح کا ہو۔ اور زیارت میں اخلاص پیدا کرے اور زیارت سے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کا قصد کرے اور اگر اس سے ثواب کی یا اس کے ساتھ تجارت وغیرہ کی نیت کرے تو ثواب میں کمی آ جائے گی۔

سفر کب شروع کرے؟

اور چاہیے کہ سفر جمعرات کو شروع کرے اور یہ دن نہ مل سکے تو پیر کو شروع کرے۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ہفتہ کو سفر شروع کرے اور صبح سویرے نکلے جیسا کہ حدیث حسن یا صحیح میں بھی آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

اللھم بارک لامتی فی بکورھا — اے اللہ میری امت کی صبح میں برکت فرما۔ (اتحاف ۲، ۴۶۵)

اور آداب زیارت اور اس کے احکام و متعلقات سیکھے اور اس میں مدینہ کے عوام کی تقلید نہ کرے۔ کیونکہ وہ اکثر غلطی کر جاتے ہیں اور سفر کے دوران جب بھی ایک منزل کو چھوڑے یا دوسری منزل پر پہنچے۔ تو دو رکعت نفل ادا کرے اور جب کسی دوست کو الوداع کہے تو ہر کوئی دوسرے کو اس دعا کے ساتھ الوداع کہے

استودع اللہ دینک وامانتک وخواتیم عملک زودک اللہ التقوٰی وغفرلک ذنبک ویسر لک الخیر حیثما کنت (ابوداؤد، کتاب الجہاد)

سفر کی ایک سنت

اور حدیث شریف میں ہے کہ جب آپ ﷺ سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنے اصحاب کے پاس تشریف لاتے اور ان کو سلام کرتے اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو بھی ایسا ہی کرتے۔ تو زائر کو بھی چاہیے کہ ایسا ہی کرے تاکہ آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی متابعت ہو جائے۔

سوار ہونے کے آداب

اور جب سواری پر سوار ہو تو پہلے دایاں پاؤں رکھے اور کوشش کرے کہ اس کے دائیں طرف سے سوار ہو اور جب سواری پر بیٹھ جائے تو یہ دعا پڑھے۔

الحمد للّٰہ الذی سخر لنا ھذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون

سب تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں کہ جس نے اس کو ہمارے لئے مسخر کر دیا اور ہم اس کو قابو کرنے والے نہیں تھے۔ اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

اور پھر اس کے بعد تین مرتبہ یہ کہے۔ الحمد للّٰہ' واللّٰہ اکبر و صلی اللّٰہ وسلم علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ

پھر یوں عرض کرے

سبحانک انی ظلمت نفسی ظلما کثیراً کبیراً فاغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت

پاکی ہے تجھے بے شک میں نے اپنی جان پر بہت زیادہ اور بڑے ظلم کئے، مجھے معاف فرما دے کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہ بخشنے والا نہیں ہے۔

پھر یوں عرض کرے

اللھم انی نسئلک فی سفرنا ھذا البر والتقوٰی ومن العمل ماتحب وترضٰی اللھم ھون علینا سفرنا ھذا وطواعنا بعدہ اللھم انت

اے میرے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس سفر میں نیکی اور تقوٰی کا اور ایسے عمل کا جو تجھے پسند ہو اور تجھے راضی

الصاحب فی السفر والخلیفة فی الاھل والمال والولد اللھم انا نعوذ بک من وعثاء السفر وکابة المنقلب والحور بعد الکور وسوء المنظر فی الاھل والمال والولد

کرے۔ اے اللہ! ہم پر یہ سفر آسان فرما اور اس سے کامیابی عطا فرما۔ اے اللہ! تو ہی سفر میں میرا آقا اور میرے گھر والوں اور مال و اولاد میں خلیفہ (بعد میں حفاظت کرنے والا) ہے۔ اے اللہ! ہم تجھ سے سفر کی تکالیف کی شدت و غم وغیرہ سے پناہ مانگتے ہیں اور زیارت کے بعد تنگی سے پناہ مانگتے ہیں۔ اور اپنے گھر والوں اور مال و اولاد میں برائی دیکھنے سے پناہ مانگتے ہیں۔

اور کوشش کرے کہ سفر رات کو زیادہ کرے کیونکہ رات میں سفر زیادہ طے ہوتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ اور صبح و شام سواری کو آرام دے۔

اور اس کے لئے مسنون ہے کہ تمام قافلہ والوں سے حسن اخلاق سے پیش آئے۔ خاص کر ان لوگوں کے ساتھ بھی جو زاد راہ لے کر نہیں نکلے اور دوسرے کے ساتھ مزاحم نہ ہو اور نہ ہی کسی کو تنگ کرے۔

اور جو شخص اللہ تعالی کے ساتھ اکثر اوقات مستأنس نہیں ہے اس کے لئے بلا حاجت اکیلے سفر کرنا یا کسی اور کے ساتھ اس خوف سے کہ اس کے ساتھ شیطان مصاحبت کرے گا مکروہ ہے۔

اور ایسے ہی مکروہ ہے کہ وہ اپنے ساتھ کتا یا گھنٹی رکھے کہ اس کی وجہ سے رحمت کے فرشتے اس کے ساتھ نہیں چلیں گے۔ اور کسی ایسی جگہ پر قیام نہ

کرے جہاں عذاب نازل ہوا ہو کہ یہ غموں کا محل ہے۔ اور تین یا تین سے زیادہ آدمیوں کے لئے سنت یہ ہے کہ ایک شخص کو اپنا امیر بنا لیں جو ان میں سے اچھی رائے والا ہو اور جب تک اس کو معزول نہ کر دیں اس کی اطاعت کریں۔ اور مسنون ہے کہ جب بلندی پر چڑھے تو تکبیر بولے اور اترتے ہوئے تسبیح پڑھے۔ اور اگر کسی کو تکلیف نہ پہنچتی ہو تو بلند آواز سے کہے اور اگر ہر مقام پر تکبیر ہی کہے تو بھی صحیح ہے۔

پھر یہ دعا پڑھے

اعوذ بکلمات اللّٰہ التامات من شر ما خلق (البخاری، کتاب الجہاد)

میں ہر مخلوق کے شر سے اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کی پناہ لیتا ہوں۔

اور جب رات آئے تو یوں کہے

یا ارض ربی و ربک اللّٰہ اعوذ باللّٰہ من شرک وشر ما فیک وشر خلق فیک وشر ما یدب علیک اعوذ باللّٰہ من اسد واسود والحیۃ والعقرب ومن ساکن البلد ومن والد وما ولد

اے میرے رب کی زمین! تیرا رب اللہ ہے میں شرک سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور جو تیرے اندر شر ہے اور جو تیرے اوپر شر ہے اس سے پناہ مانگتا ہوں۔ او میں ہر موذی شخص سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور ہر سانپ اور عقرب اور جس زمین میں یہ ہوں اور ابلیس اور اس کی اولاد شیاطین سے۔

اور اگر خوف آئے تو یہ پڑھے

اللھم انا نجعلک فی نحورھم

اے اللہ ان کے سینوں میں ہمارا

ونعوذ بک من شرورھم (المستدرک ۲، ۱۴۲) — رعب پیدا فرما اور ہم ان کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔

اور ہر شخص یہ دعاءکرب زیادہ سے زیادہ پڑھے

لا الہ الا اللہ العظیم الحلیم لا الہ الا اللہ رب العرش العظیم لا الہ الا اللہ رب السموات ورب الارضین رب العرش العظیم یا حی یا قیوم برحمتک استغیث (المستدرک ۲، ۵۰۹) — کوئی معبود نہیں مگر اللہ جو عظیم و حلم والا ہے' کوئی معبود نہیں مگر اللہ عرش عظیم کا رب' کوئی معبود نہیں مگر اللہ آسمانوں اور زمینوں کا مالک عرش عظیم کا رب' اے زندہ اور قائم رہنے والے میں تیری رحمت چاہتا ہوں

اور اگر اس کی سواری بے قابو ہو جائے تو یہ پڑھے۔

افغیر دین اللہ یبغون ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعا و کرھا والیہ یرجعون (سورہ آل عمران ۔ ۸۳) — کیا تم اللہ کے دین کے علاوہ کسی کی تلاش میں ہوں زمین و آسمان کی ہر شے بحالت خوشی و مجبوری اس کے سامنے جھکتی ہے اور تم اسی کی طرف لوٹنے والے ہو۔

اور اگر اس کی سواری چھوٹ جائے (بھاگ جائے) تو تین مرتبہ کہے

یا عباد اللہ احبسوا — اے اللہ کے بندو اس کو روکو

اور خوبصورت آواز میں مباح (حمد و نعت وغیرہ کے) اشعار پڑھے تاکہ سفر آسان ہو جائے۔ اور سفر میں اپنے اور اپنے احباب اور تمام مسلمانوں کے لئے زیادہ سے زیادہ دنیا و آخرت کی بھلائی کی دعائیں مانگے۔ کیونکہ صحیح حدیث میں مروی ہے مسافر کی دعا قبول ہوتی ہے جیسے کہ مظلوم اور والد کی دعا قبول ہوتی ہے۔

اور بہت زیادہ ضروری ہے کہ اپنے سفر کے متعلق تمام مسائل سیکھے جیسے تیمم اور موزوں پر مسح اور نماز قصر اور جمع اور مردے کی تجہیز و تکفین اور چلتے ہوئے نماز پڑھنے اور سواری پر نماز پڑھنے' اور معرفت قبلہ کے مسائل جو کہ کتب فقہ میں تفصیل کے ساتھ لکھے ہوئے ہیں۔

بہت سارے لوگ ہیں کہ زیارت پر مواظبت کرتے ہیں لیکن اس کے واجبات کو ترک کر دیتے ہیں اور یہ اُن کی جہالت اور بے وقوفی ہے کیونکہ ایک فرض کی ادائیگی کئی کتب لکھنے سے بہتر ہے،کیونکہ یہ سنت ہے تو اس کے حصول کے لئے فرض کیسے ضائع کئے جائیں گے۔ اور ایسے ہی آپ ﷺ کے احکام واجبہ اور حرام چیزوں سے ممانعت فرماتا ہے۔ تو آپ ﷺ کے اوامر پر عمل اور نواہی سے بچنا یہ آپ ﷺ کی عظیم محبت کا تقاضہ ہے۔

تو اے زائرِ نبی ﷺ اس سے بچ کہ تو کوئی شے اپنے دین سے ضائع کرے کیونکہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا تجھ پر ڈر ہے۔ اور یہ کہ تو خائب و خاسر واپس نہ لوٹ آئے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس محرومی سے پناہ مانگتے ہیں۔ آمین:۔

دوسری فصل

نبی اکرم ﷺ کی قبر منورہ کی زیارت کے مشروع ہونے اور اس کی طرف قصد کرنے اور سفر کرنے کے بیان میں!

اللہ تعالٰی تجھے اپنی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے حبیب ﷺ کی خصوصیات کا فہم و ادراک عنایت فرمائے اور اپنی رضا کی طرف سعی کی توفیقِ رفیق بخشے کہ بے شک آپ ﷺ کی زیارت کتاب و سنت و اجماع امت اور قیاس کے مطابق مشروع ہے۔

قرآن مجید میں آپ ﷺ کی زیارت کے مشروع ہونے کا بیان

اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے۔

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک فاستغفروالله واستغفرلهم الرسول لوجدوا الله توابًا رحيما

(سورۃ النساء ۔ ۶۴)

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب ﷺ! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا' مہربان پائیں۔

اس آیتِ کریمہ میں امت کو آپ ﷺ کی طرف آنے اور آپ ﷺ کے پاس بخشش طلب کرنے اور آپ ﷺ کو امت کے لئے استغفار کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے اور یہ حکم آپ ﷺ کے وصال کے ساتھ ختم نہیں ہوا۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالٰی کے تواب اور رحیم ہونے کو آپ ﷺ کے پاس حاضر ہونے اور بخشش طلب کرنے اور ان کے لئے آپ ﷺ کے استغفار کے ساتھ مشروط کر دیا گیا ہے۔ اور آپ ﷺ کا استغفار کرنا تو اللہ تعالٰی کے اس قول (کی نص) کے ساتھ یہ تمام مومنین کے لئے

حاصل ہے۔

استغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات (سورہ محمد۔ ۱۹)

اور اے محبوب ﷺ! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو (سورہ محمد ۱۹)

اور مسلم شریف میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے صحیح روایت مروی ہے کہ انہوں نے اس آیت سے یہی معنی اخذ کئے ہیں۔ پس اس سے تین واجب امور کی تکمیل ہوئی۔ ایک تو اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرنا،اس کی رحمت طلب کرنا،اور اس آیت میں امتیوں کا استغفار کرنے سے آپ ﷺ کے استغفار کرنے کا متاخر ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ صرف یہ احتمال ہے اور اس میں تقدم و تاخر میں کوئی فرق نہیں ہے،کیونکہ ان کا داخل ہونا اور بخشش طلب کرنا نبی اکرم ﷺ کے استغفار کے تحت ہے اور یہاں ان کے لئے نبی اکرم ﷺ کے استغفار کا عطف ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگنے پر کیا جائے اور اس کا عطف جاؤک پر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں،جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا اپنی امت کے لئے استغفار کرنا آپ ﷺ کی ظاہری حیات کے ساتھ مقید نہیں ہے اور اس پر آنے والی احادیث مبارکہ دلالت کرتی ہیں۔ تو اس کا عطف اللہ سے استغفار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ جب کہ آپ ﷺ کا امت کے لئے استغفار وصال کے بعد بھی ممکن ہے۔ یہ تو معلوم ہے کہ آپ ﷺ کو اپنی امت کے ساتھ بہت زیادہ شفقت اور رحمت ہے تو پس جو شخص بخشش طلب کرتے ہوئے آپ ﷺ کے در اقدس پر حاضر ہو جائے تو آپ ﷺ اس کو کیا محروم چھوڑیں گے۔ بہرحال ہر وجہ سے یہ مذکورہ بالا تینوں امور جو کہ اس آیت میں بیان ہوئے ہیں وہ ہر اس شخص کے لئے ثابت ہیں جو کہ آپ ﷺ کے پاس استغفار کرتے ہوئے آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں یا وفات کے بعد حاضر ہو۔

اگرچہ یہ آیت کریمہ ایک خاص قوم کے بارے میں آپ ﷺ کی حیات میں نازل ہوئی ہے۔ لیکن اس کا عموم' علت کے عام ہونے کی وجہ سے ہے۔ جس میں یہ وصف پایا جائے آپ ﷺ کی حیات میں یا بعد وفات اس کا حکم اس پر بھی ایسا ہی ہو گا۔

اسی لئے علماء نے اس سے قبر منورہ پر حاضر ہونے والوں کو بھی اس عموم میں شامل کیا ہے۔ اور انہوں نے ہر اس شخص کے لئے مستحب قرار دیا ہے جو کہ آپ ﷺ کی قبر منور پر حاضر ہو' وہ اس کی تلاوت کرے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔ جیساکہ اس سلسلہ میں امام عتبیؒ کی روایت میں آیا ہے۔ جس کو مناسک میں لکھنے والے تمام مذاہب کے مصنفین اور مورخین نے اپنی اپنی کتب میں ذکر کیا ہے۔

ان تمام نے زائر کے لئے اس کو مستحب قرار دیا ہے اور اس کو زیارت کی سنتوں میں شمار کیا ہے کہ اس کو زائر پڑھے اور جاؤک کے وقوع سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کو حاضر ہونے کی شرط کے ساتھ خاص کرنا عموم پر دلالت کرتا ہے۔ (یعنی حاضر ہونے والا آپ ﷺ کی ظاہری زندگی میں آپ ﷺ کے حضور حاضر ہو یا بعد از وفات حاضر ہو یہ آیت ہر ایک کو شامل ہے) اور بے شک یہ آیت کریمہ ہر اس شخص کے لئے ہے جو کہ آپ ﷺ کے پاس دور و نزدیک سے سفر کرتے ہوئے یا بغیر سفر کے حاضر ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا

ومن یخرج من بیتہ مھاجراً الی اللہ و رسولہ ثم یدرکہ الموت فقد و قع اجرہ علی اللہ (سورۃ النساء۔ ۱۰۰)	جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کے ارادے سے نکلا پھر اس کو موت نے آ لیا تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔ (یعنی اس کو ہجرت کا ثواب مل گیا)

اور ہر شخص کہ جس کو ذوق علم سے ذرا سا بھی مس ہے' جانتا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص آپ ﷺ کی زیارت کے لئے نکلا اس پر یہ صادق آتا ہے کہ وہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف مہاجر ہے۔ اور جیسا کہ ابھی بیان ہو گا کہ آپ ﷺ کی زیارت وفات کے بعد ایسے ہی ہے جیسی کہ وفات سے پہلے تھی۔ آپ ﷺ کی ظاہری زندگی میں زیارت بہرحال بالاتفاق اس آیت کے حکم میں داخل ہے۔ تو ایسے ہی وفات کے بعد بھی شامل ہے جیسا کہ آنے الی احادیث میں اس پر نص موجود ہے۔

سنت سے زیارت کا ثبوت

تو اس سلسلہ میں احادیث بھی آئی ہیں۔

قیاس سے ثبوت

صحیح متفق علیہ احادیث زیارت قبور میں مروی ہیں اور ہمارے آقا ﷺ کی قبر منورہ تو تمام قبور میں سے افضل ترین اور اعلیٰ ترین قبر ہے اور یہ زیادہ حق دار ہے کہ اس کی زیارت کی جائے بلکہ عام قبروں اور اس مبارک قبر میں کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ اور آپ ﷺ سے بہرحال یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ اہل بقیع کی زیارت فرمایا کرتے تھے۔ اور آپ ﷺ احد شریف شہداء کے مزارات پر بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔ تو آپ ﷺ کی قبر شریف ان قبور سے زیادہ حق دار ہے۔ اور نبی اکرم ﷺ کی قبر کی زیارت آپ ﷺ کی تعظیم اور تبرک حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ اللہ ہمیں ان کی عظیم رحمت اور برکت سے بہرہ مند فرمائے۔ ہمارے اس درود و سلام کے صدقے جو کہ ہم آپ ﷺ کی قبر منورہ کے قریب پڑھتے ہیں کہ جہاں فرشتے بھی ننگے پاؤں حاضر ہوتے ہیں۔ ہمیں ان کی عظیم رحمت اور برکت سے بہرہ مند فرمائے۔

اور وہ جو امام شعبی اور امام نخعی سے زیارت قبور کے بارے میں کراہت کا قول مروی ہے وہ شاذ ہے۔ اس کی طرف ہرگز التفات نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ اجماع کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ صحابہ اور بعد کے علماء کرام نے اس پر اجماع کیا ہے۔ ان کا یہ قول اگر ثابت ہو جائے تو یہ مؤول ہو گا۔ کیونکہ تمام امت شروع سے آج تک قبر شریف پر حاضر ہو رہی ہے۔ عام قبور اور قبر مصطفیٰ ﷺ میں واضح اور جلی فرق ہے۔ اور اس کا مندوب ہونا عورتوں اور مردوں کے لئے ایک جیسا ہے اور اس کے سوا دیگر قبور کی زیارت صرف مردوں کے لئے خاص ہے۔

اجماع امت اور زیارت قبر نبی ﷺ

آپ ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کرنے پر شرع شریف کے حامل علمائے کرام نے کہ جن پر دین کا مدار ہے۔ اجماع نقل کیا ہے اور اس میں اختلاف کی نفی کی ہے اور جو ان کے درمیان اختلاف ہے وہ فقط اس میں ہے کہ یہ زیارت مبارکہ واجب ہے یا کہ مستحب۔اور کہا گیا ہے کہ یہ واجب ہے اور وجوب پر استدلال اس کے ظاہر سے کیا گیا ہے جس کی صراحت بعض اہل ظاہر نے کی ہے اور بجیر بن عدی نے .لسند صحیح اس پر جزم کیا ہے۔ اور دار قطنی کا یہ کہنا کہ یہ منکر ہے تو صرف اس کی سند میں رواۃ کے تفرد کے لحاظ سے ہے۔ جیسا کہ ابن عدی نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔ اور متن کے لحاظ سے جیسا کہ بعض نے کہا کہ اس میں متہم راوی ہے تو یہ مردود ہے کیونکہ یہ تہمت' مبہم اور غیر مفسر ہے تو اس پر توثیق راجح و مقدم ہو گی۔ اور ابن حبان کا قول: کہ یہ راوی ثقات سے منکر روایات لاتا ہے تو یہ انکار میں مبالغہ ہے۔ ابن جوزی کا اس کو موضوعات میں ذکر کرنا زیادتی ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ اس کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ غریب ہے۔ امام سبکی نے فرمایا "اور واجب ہے کہ انسان

اس پر متنبہ ہو کہ محدثین کا بعض اوقات کسی حدیث کا انکار یا اس کو غریب کہنا اس حدیث کی کسی خاص سند کے بارے میں ہوتا ہے۔ تو اس سے متن حدیث کا رد کرنا لازم نہیں آتا۔ بخلاف کسی فقیہ کے کہ جب وہ کہے کہ یہ حدیث موضوع ہے تو اس کا یہ حکم متن حدیث پر لاگو ہو گا۔ اس لئے ہم دار قطنی کے کلام کو قبول نہیں کرتے اور ابن جوزی کے کلام کو رد کرتے ہیں۔

متن حدیث

اور نبی اکرم ﷺ کا فرمانا ہے کہ

من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی	جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اس نے مجھ پر جفا کی۔

(الکامل ۔ ابن عدی ۔ غرائب مالک۔ دار قطنی)

اور آپ ﷺ کے ساتھ جفا کرنا حرام ہے۔ اور زیارت کا نہ کرنا آپ ﷺ کی جفا کے مترادف ہے اور اس کی مؤید یہ ہے کہ مذاہب اربعہ میں سے ایک بہت بڑی جماعت نے آپ ﷺ پر درود شریف پڑھنے کے وجوب کا ذکر کیا ہے جبکہ آپ ﷺ کا نام مبارکہ لیا جائے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

من الجفاء ان اذکر عند رجل فلا یصلی علی (صلی اللّٰہ علیہ وسلم)	کسی شخص کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے تو یہ جفا میں سے ہے۔

اور اس کے دوسرے دلائل میں سے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے

البخیل من ذکرت عندہ فلم یصلی علی	جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اگر وہ مجھ پر درود نہ پڑھے تو وہ بخیل ہے۔

ایک روایت میں ہے

البخیل کل البخیل — کہ وہی سب بخیلوں سے بڑا بخیل ہے۔

اور ایک روایت (جس کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں مگر یہ کہ اس میں متہم راوی ہے) میں ہے

ان من لم یصل علی عند ذکری ابخل الناس — کہ وہ جو میرے ذکر کے ساتھ مجھ پر درود نہ پڑھے سارے لوگوں میں سے زیادہ بخیل ہے۔

اور ایک صحیح اور مشہور حدیث میں ہے کہ جو آپ ﷺ کے ذکر کے ساتھ درود نہ پڑھے وہ رحمت سے دور اور شقاوت کے قریب ہے اور اس کی ناک خاک آلود ہو۔ جیسا کہ تفصیل کے ساتھ آئے گا۔

یہ تمام اقوال آپ ﷺ کی زیارت کے واجب ہونے کے قول کے مؤید ہیں جیسا کہ آپ ﷺ پر درود پڑھنا واجب ہے جب کہ آپ ﷺ کا نام مبارک سنا جائے کیونکہ آپ ﷺ نے دونوں مقامات پر لفظ "جفا" استعمال فرمایا ہے۔ یعنی جو درود نہ پڑھے وہ جفا کرتا ہے۔ تو علماء نے درود کو واجب قرار دیا اسی طرح آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو میری زیارت نہ کرے وہ مجھ پر جفا کرتا ہے لہذا زیارت بھی جفا سے بچنے کے لئے قیاساً واجب ہونی چاہیے۔

اور جو حضرات زیارت کو مستحب قرار دیتے ہیں ان کی طرف سے اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ اس حدیث کی سند میں کلام ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا اور اگر اس کی صحت کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر "جفا" امور منہیہ میں سے ہو گا۔ یہ بعض اوقات مندوب کے ترک پر بھی بولا جاتا ہے۔ کیونکہ جفا یہ بھی ہے کہ نیکی اور اچھائی کو ترک کر دیا جائے۔ اور ایسے ہی یہ لفظ بری طبع اور کسی چیز سے

دوری پر بھی بولا جاتا ہے اور علماء کی اکثریت سلف و خلف اس کے مندوب و مستحب ہونے کے قائل ہیں نہ کہ واجب کے۔ اور ان دونوں اقوال بمع مقدمات سے یہ ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی قبر شریف کی طرف سفر کرنا اگرچہ قصد و نیت کر کے ہو اور اس کے ساتھ اطراف کی نیت یا مسجد نبوی میں نماز کی نیت نہ ہو یہ بہت اہم ترین بات اور کامیاب مساعی میں سے ہے۔

اور اس لئے احناف نے کہا ہے کہ یہ تقرب واجبات کے درجہ میں ہے۔ اور بعض مالکی آئمہ نے فرمایا کہ یہ واجب ہے اور بعض دیگر حضرات نے اس کو سنن واجبہ میں سے ذکر کیا ہے۔ اور اس پر احادیث صحیحہ صریحہ دلالت کرتی ہیں اور اس میں سوائے بصیرت کے اندھے کے کسی کو کوئی شک نہیں ہے۔

۲۔ اور ان احادیث میں سے یہ حدیث جس میں آپ ﷺ نے فرمایا

من زار قبری وجبت له شفاعتی — جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت ثابت ہو گئی۔

اور ایک روایت کے الفاظ ہیں "حلت له شفاعتی" کہ اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو گئی۔

اس حدیث کی تصحیح محدثین کی ایک پوری جماعت نے کی ہے۔

اور بعض محدثین نے اس میں طعن کیا ہے۔ لیکن یہ طعن مردود ہے جیسا کہ امام سبکی نے واضح فرما دیا ہے۔ اور اس پر طویل کلام کیا ہے۔

اور امام بیہقی کا قول کہ "یہ منکر ہے"۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس میں راوی کا تفرد ہے اور منکر کا اطلاق تفرد پر بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ امام احمد بن حنبل نے دعائے استخارہ کے بارے میں کہا کہ یہ منکر ہے حالانکہ یہ صحیحین میں موجود ہے۔ اور امام ذہبی نے فرمایا کہ اس کے تمام طرق کمزور ہیں۔ بعض، بعض کو تقویت دیتے ہیں تو یہ اس کے منافی نہیں ہے اور اگر امام

ذہبی کا قول تسلیم کر لیا جائے تب بھی یہ حدیث "حسن" ہو گی۔ اور اس پر صحیح کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ اپنی جگہ پر اس کا بیان ہے۔

امام سبکی نے فرمایا: سب سے بہترین سند والی حدیث یہ ہے

من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی	کہ جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری ظاہری حیات میں میری زیارت کی۔

پہلی حدیث کو روایت کیا دار قطنی نے اور ابن السکن نے اور اس کو صحیح کہا' بلکہ اس کے کلام کی فضیلت یہ ہے کہ اس کی صحت پر اجماع ہے ان الفاظ کے ساتھ

من جاءنی زائرا لا تعمله حاجة الا زیارتی کان حقا علی ان اکون له شفیعا یوم القیامة	جو کوئی میری زیارت کے لئے آیا اور اسے اس کے سوا کوئی حاجت نہیں ہے تو مجھ پر حق ہے کہ میں قیامت کے روز اس کا شفیع ہو جاؤں۔

اور ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں:

من جاءنی زائرا کان له حقا علی اللّٰه عز وجل ان اکون شفیعا یوم القیامة	جو کوئی زیارت کے لئے میرے پاس آیا تو اللہ عزوجل پر حق ہے کہ قیامت کے دن مجھے اس کا شفیع بنا دے۔

امام سبکی نے فرمایا کہ امام ابن السکن نے اس کی تبویب فرمائی کہ: یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک یہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد کی زیارت ہے۔ یا پھر اس میں عموم ہے کہ قبل الوصال اور بعد الوصال دونوں

وقت شامل ہیں۔ اور یہ صحیح ہے اور بیہقی اور ابن عساکر نے اس کی تضعیف کی ہے۔

اور آپ ﷺ کے قول کہ "اس کو اس کے سوا کوئی اور حاجت نہ ہو" سے مراد یہ ہے کہ وہ ہر اس چیز سے پرہیز کرے جسؒ کا تعلق زیارت سے نہ ہو۔ جیسا کہ مسجد نبوی میں اعتکاف کرنا اور اس کی طرف کجاوے کسنا اور اس میں عبادت کی کثرت کرنا اور صحابہؓ کی زیارت کرنا، مسجد قبا شریف کی زیارت وغیرہ۔

اور سنت یہ ہے کہ زیارت کا تقرب حاصل کرنے کی نیت کے لئے شدرحال کرے مسجد نبوی کی طرف۔ اور اس میں نماز پڑھنے کی نیت کرے۔

اور آپ ﷺ کا فرمان لا تعملہ حاجۃ الا زیارتی یہ شامل ہے آپ ﷺ کی حیات اور بعد وصال کو جیسا کہ آگے بیان ہو گا۔ اور آنے والا قریب سے آئے یا دور سے آئے وہ قصد کرے اور خالص نیت کرے آپ ﷺ کی زیارت کی کسی اور چیز کو شامل نہ کرے۔ تو یہ قربت عظیمہ اور مرتبہ شریفہ ہے۔ اور وہ کسی وجہ سے بھی اس میں محذور نہیں ہے۔ اور وہ ایسا ہی ہے اس کے خلاف جس نے اپنا امیر اپنی خواہشات کو بنا لیا حتیٰ کہ اللہ نے اس کو گمراہ کر دیا اور وہ اندھا ہے اور بہت بڑی شقاوت اور عناد میں گرفتار ہے۔

۳۔ اور ان روایات میں سے وہ روایت ہے جس کو ابو یعلیٰ، دار قطنی، طبرانی، بیہقی اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے اور اس کو ضعیف کہا ہے۔

من حج فزار قبری (وفی روایۃ) فزارنی بعد وفاتی (وفی روایۃ) فزارنی بعد وفاتی عند قبری کان کمن زارنی فی حیاتی (ورواہ غیر واحد بلفظ) من حج فزار	جس نے حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی (اختلاف روایہ) جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی (باختلاف روایت) جس نے میرے وصال کے بعد

قبري بعد موتي كان كمن زارني في حياتي وصحبتي	میری قبر کی زیارت کی گویا کہ اس نے میری حیاتی میں میری زیارت کی (اور بہت سے لوگوں نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی) جس نے حج کیا اور میرے وصال کے بعد میری قبر کی زیارت کی گویا کہ اس نے میری حیاتی میں میری زیارت کی اور مصاحبت اختیار کی۔

اور امام ابن عساکر نے کہا لفظ "صحبتی" میں کچھ راوی مردود روایت میں متفرد ہیں۔ اس کی تشبیہ کسی بھی وجہ سے مساوات کا تقاضہ نہیں کرتی اور اس لئے یہ خبر اس کے منافی نہیں ہے کہ جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی احد پہاڑ جتنا سونا خیرات کرے تو میرے ایک صحابی کے ایک صاع جو خیرات کرنے کے برابر نہیں ہو سکتا۔

اور ایک روایت کہ امام سبکی نے اس کی صحت کی طرف اشارہ فرمایا ہے' یہ ہے

من حج فزارني في مسجدي بعد وفاتي كان كمن زارني في حياتي	جس نے حج کیا اور میری مسجد میں میری زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

۴ ۔ امام دار قطنی نے روایت کی

من زارني في المدينة كنت له شفيعا و شهيدا	جس نے مدینہ میں میری زیارت کی میں اس کا شفیع و گواہ ہوں

گا۔

اس کے ایک راوی میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ سفیان بن موسیٰ ہے۔ ابن حبان نے اس کو ثقہ کہا ہے اورا اس کا رد کیا ہے کہ جس نے راوی کو خطا پر محمول کیا۔ کیوں کہ یہ معروف ہے پس جو مدینہ میں مرنے کی استطاعت رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ مدینہ میں مرے۔

۵ ۔ امام ابوداؤ طیالسی نے روایت کی

من زار قبری او قال من زارنی کنت له شفیعا او شهیدا ومن مات باحد الحرمین بعثه اللّٰه تعالٰی فی الامنین یوم القیامة	جس نے میری قبر کی زیارت کی یا فرمایا کہ جس نے میری زیارت کی میں اس کا شفیع ہوں گا یا فرمایا کہ اس کا گواہ ہوں گا اور جو دونوں حرموں میں سے کسی ایک حرم میں فوت ہوا وہ قیامت کے روز آمنین میں سے ہو گا۔

امام سبکی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے ایک کے اور وہ طبقۂ تابعین میں سے ہے۔

امام بیہقی کا اس کے بارے میں فرمانا کہ اس کی سند مجہول ہے' یہ مردود ہے مگر یہ ایک راوی کہ اس کے بارے میں ہم عنقریب بیان کریں گے۔

۶ ۔ امام عقیلی روایت کرتے ہیں !

من زارنی متعمداً ای بان لم یقصد غیر زیارتی کما مرفی خبر ماجاءنی زائرا لا تعمله الا زیارتی) کان فی جواری یوم القیامة ومن سکن المدینة	جس نے عمداً میری زیارت کی (یعنی میری زیارت کے سوا اس کو کوئی اور غرض و قصد نہ ہو جیسا کہ حدیث من جاء نی زائر والی میں گزرا) وہ قیامت کے روز

وصبر علی بلائها کنت له شهیدا و شفیعا یوم القیامة

میرا ہمسایہ ہو گا اور جس نے مدینہ میں سکونت اختیار کی اور مدینہ کی بلاؤں پر صبر کیا قیامت کے دن میں اس کا گواہ و شفیع ہوں گا۔

اس روایت میں ارسال ہے اور اس کی سند جید ہے اور اس کے بعض رواۃ کی ازدی نے تضعیف کی ہے وہ مردود ہے کیونکہ امام ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے اور ابن حبان ازدی سے اعلم اور اثبت ہے۔

۷۔ امام دار قطنی وغیرہ نے ایسی سند کے ساتھ روایت کی کہ جس میں مجہول راوی ہے۔ جیسا کہ اس کو بعض محدثین نے بیان کیا اور امام ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے۔

من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی ومن مات باحد الحرمین بعث من الامنین یوم القیامة

جس نے میری زیارت وصال کے بعد کی گویا کہ اس نے میری حیات میں میری زیارت کی اور جو دونوں حرموں میں سے کسی ایک میں فوت ہوا وہ قیامت کے دن امن والے لوگوں میں سے اٹھے گا۔

۸۔ امام ازدی نے روایت کی

من حج حجة الاسلام وزار قبری وغزا غزوة وصلی فی بیت المقدس لم یسأله الله تعالٰی فیما افترض علیه

جس نے حج مبرور کیا اور میری قبر کی زیارت کی اور بیت المقدس میں نماز پڑھی تو اللہ تعالٰی اس سے فرائض کے بارے میں سوال نہیں کرے گا۔

اس میں راوی مجہول اور ضعیف ہے۔

۹ ۔ امام ابن مردویہ نے روایت کی ہے۔

من زارنی بعد موتی کانما زارنی وانا حی ومن زارنی کنت له شهیدا او شفیعا یوم القیامة

جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا کہ اس نے میری زیارت کی کہ میں زندہ ہوں اور جس نے میری زیارت کی' قیامت کے دن میں اس کا شفاعت کرنے والا یا گواہ ہوں گا۔

اور اس کی سند میں خالد بن زید ہے اگر تو وہ "العمری" ہے تو وہ منکر الحدیث ہے جیسا کہ ابن حبان نے اس کے بارے میں کہا۔

۱۰ ۔ امام ابو عوانہ اور امام ابن ابی الدنیا نے روایت کی ہے

من زارنی بالمدینة محتسبا کنت له شهیدا وشفیعا یوم القیامة

جس نے مدینہ شریف میں ثواب سمجھتے ہوئے میری زیارت کی میں قیامت کے روز اس کا گواہ اور شفاعت کرنے والا ہوں گا۔

اس کی سند میں پہلی حدیث کی طرح ضعیف راوی ہے اور اس کو امام ابو حاتم رازی نے ضعیف کہا ہے۔ لیکن امام ابن حبان نے اس کو ثقہ کہا ہے۔

۱۱ ۔ امام ابن حبان نے روایت کی ہے۔

من مات فی احد الحرمین بعث من الآمنین یوم القیامة ومن زارنی محتسبا الی المدینة کان جواری یوم القیامة

جو کوئی دونوں حرموں میں سے کسی ایک میں فوت ہوا وہ قیامت کے دن امن والوں میں سے ہو گا اور جس نے میری زیارت مدینہ میں ثواب کی نیت سے کی وہ قیامت کے دن میرا ہمسایہ ہو گا۔

اس میں انقطاع کی علت بیان کی گئی ہے۔

۱۲۔ امام ابن النجار نے روایت کی

من زارنی میتا فکانما زارنی حیا ومن زار قبری وجبت له شفاعتی یوم القیامة وما من احد من امتی ثم لم یزرنی فلیس له عذر

جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا کہ اس نے میری حیاتی میں میری زیارت کی اور جس نے میری قبر کی زیارت کی اس پر قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہو گئی اور میری امت میں سے کوئی ایک کہ جس کو وسعت و طاقت ہو اور میری زیارت نہ کرے قیامت کے دن اس کا کوئی عذر قابل قبول نہیں ہو گا۔

امام ذہبی نے اس کے موضوع ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یعنی جو زیارت کی طرف اس میں نیت ہے جیسا کہ پیچھے گزرا۔

۱۳۔ امام عقیلی نے روایت کی

من زارنی فی مماتی کان کمن زارنی فی حیاتی ومن زارنی حتی ینتهی الی قبری کنت له یوم القیامة شهیدا او قال شفیعا

جس نے میری زیارت میرے وصال کے بعد کی گویا کہ اس نے میری زیارت میری حیاتی میں کی اور جو میری زیارت کے لئے مدینہ تک گیا میں قیامت کے دن اس کا گواہ ہوں گا یا فرمایا کہ اس کا شفیع ہوں گا۔

اس میں تفرد اور نکارت ہے

۱۴ - امام دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت کی

من حج الی مکۃ ثم قصدنی فی مسجدی کتبت لہ حجتان مبرور تان	جس نے حج کیا پھر میری مسجد کا قصد کیا اس کے لئے دو مقبول حجوں کا ثواب لکھا جائے گا۔

اس کی سند میں ضعیف اور مجہول راوی ہیں !

۱۵ - حضرت علی ﷜ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں

من زار قبری بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی ومن لم یزر قبری فقد جفانی	جس نے میرے وصال کے بعد میری قبر کی زیارت کی وہ ایسے ہی ہے جس نے میری ظاہری زندگی میں میری زیارت کی اور جس نے میری زیارت نہ کی اس نے میرے ساتھ جفا کی۔

اس کی سند میں ضعف اور انقطاع ہے۔

۱۶ - حضرت علی ﷜ سے موقوفاً روایت ہے۔

من زار قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان فی جوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	جس نے رسول اللہ ﷺ کی قبر کی زیارت کی وہ آپ ﷺ کا ہمسایہ ہو گا۔

اس کی سند ضعیف ہے

۱۷ - انہی احادیث میں سے وہ حدیث ہے کہ جس کی سند میں متہم راوی ہیں اور ارسال کا بھی احتمال ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں :

من اتی المدینۃ زائر الی وجبت لی شفاعتی یوم القیامۃ ومن مات فی احد الحرمین بعث	جو کہ مدینہ شریف میں میری زیارت کے لئے آیا اس پر میری شفاعت واجب ہو گئی اور جو کوئی

آمنا

دونوں حرموں میں سے کسی ایک حرم میں فوت ہوا وہ قیامت کے دن امن والوں میں سے ہو گا۔

زیارتِ نبی ﷺ کے لئے سفر

ان تمام مذکورہ احادیث میں تمام یا تو زیارت کے لئے صریح ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ زیارت مندوب ہے۔ بلکہ آپ ﷺ کی زیارت ظاہری زندگی اور بعد از وصال میں مردوں اور عورتوں کے لئے زیادہ متاکد ہیں جو کہ قریب و بعید سے زیارت کے لئے آئیں اور ان کے ساتھ آپ ﷺ کی طرف شدالرحال کرنے کی فضیلت ظاہر ہے۔ اور آپ ﷺ کی طرف سفر کرنا مندوب ہے حتیٰ کہ عورتوں کے لئے بھی اتفاقاً مندوب و مستحب ہے۔ جیسا کہ امام الدیلمی نے فقہاء کے اس قول سے اخذ کیا ہے کہ ہر حاجی کے لئے زیارت سنت ہے اور جو بحث ہے وہ آپ ﷺ کی قبر کے سوا میں ہے۔

اور اولیائے اللہ اور شہداء کے مزارات کی زیارت بھی ایسے ہی سنت ہے۔ اور زیارت کے لئے سفر شمول کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا ہوتا ہے یعنی زائر مزوّر کے پاس چل کر جاتا ہے۔ جیسا کہ لفظ "مجیئہ" آنے والا سے ظاہر ہے کہ جس پر آیت کریمہ میں نص وارد ہے۔

پس زیارت یا تو نفس انتقال ہے ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف اس کا قصد کر کے یا پھر مزوّر کے پاس حاضر ہونا ہے دوسری جگہ سے۔ پس ہر حال میں اس پر سفر کا اطلاق ہو گا۔ چاہے وہ قریب سے آئے یا دور سے' اس میں سفر کا معنی ضرور پایا جائے گا۔

اور جب ہر زیارت قربت ہے تو اس کی طرف سفر کرنا بھی قربت ہو گا۔

اور آپ ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ ﷺ اپنے صحابہ کی طرف جنت البقیع میں تشریف لے جایا کرتے تھے اور احد شریف کی طرف آپ ﷺ کا جانا بھی ثابت ہے۔ پس جب غیر کی قبر کی زیارت کے لئے سفر کرنا مشروع ہے۔ تو آپ ﷺ کی قبر شریف ان تمام قبروں سے زیادہ اس کی حق دار ہے کہ اس کی طرف سفر کیا جائے۔ اور متفقہ قاعدہ ہے کہ قرب کا وسیلہ بھی قرب میں داخل ہے۔ یعنی جو کہ قرب تک پہنچائے وہ کسی اور وجہ سے حرام نہیں ہو سکتا جیسا کہ مغضوب راستہ پر چلنا۔ تو یہ صریح ہے کہ زیارت کے لئے سفر بھی قرب کا ذریعہ ہو کر قرب ٹھہرا۔ اور جس کا یہ گمان ہے کہ صرف قریب رہنے والے کے لئے ہی زیارت قربت و نیکی ہے تو یہ اس کا شریعت مطہرہ پر افتراء ہے۔ لہٰذا اس کی طرف دیکھنا بھی نہیں چاہیے۔

اور یہ علمائے اصول کے قول کے بھی منافی نہیں ہے کہ امر ماہیت کلی کا اس کی جزئیات میں سے معین جزئی کے لئے نہیں ہوتا۔ بلکہ مطلق جزو کے لئے ہو گا نہ کہ معین کے لئے۔ کیونکہ وہ متحقق ہو گا کلی کے ساتھ' اور وہ اس جزو کے تعین میں مختار ہو گا۔ پس جب جزو کے ساتھ آیا تو وہ حکم کے عہد سے خارج ہو گیا کیونکہ وہ معین ہے اگرچہ وہ مامور نہیں ہے۔ بہرحال چلنا اس میں مختار ہے لیکن وہ قربت اور نیکی ہے۔ کیونکہ وہ حکم سے متعلق ہے۔ پس ہر سفر جو کہ فقط زیارت کے قصد سے ہو گا وہ نیکی ہو گا کیونکہ وہ قربِ رب تک پہنچانے والا ہے۔ تو وہ سفر مامور بہ ہو گا کیونکہ حکم کلی کے ساتھ متعلق ہے۔ اور یہ اس کی ایک جزی ہے اور ر طلب تو کلی ہی کے ساتھ متعلق ہے۔ اور سفر معین زیارت کے لئے اس میں شرط نہیں ہے اور زیارت کے لئے مطلق سفر وسیلہ اور شرط اور مطلق سفر شرط ہے اور اس کے ساتھ توسل کا قصد نہیں ہے۔ اس لئے اس کو وسیلہ نہیں کہا جائے گا۔ اس کے ساتھ یہ معلوم ہوا کہ قربت کا فعل عام ہو گا اس سے کہ وہ مامور بہ ہو۔

اور زیارت مندوب ہے قریب و بعید ہر شخص کے لئے اور اس کے لئے سفر شرط ہے جب تک سفر نہ ہو گا زیارت نہ ہو گی۔ تو یہ سفر بھی بالاتفاق مندوب ہو گا۔

اور اصولین کے خلاف : کہ بے شک کسی شئی کا حکم ایسا حکم ہے کہ اس کے ساتھ ہی مکمل ہو گا۔ یا اس کے بغیر تو یہ مندوب میں جاری نہیں ہو گا۔ جیسا کہ قاعدہ ہے کہ قربت فعل عام ہے اس سے کہ وہ مامور بہ ہی ہو اور تحقیق اس کے خلاف ہے کہ اگر حکم شے کے ساتھ ہی مکمل ہو اور حکم اس کے بغیر پورا نہ ہو سکتا ہو تو یہ تقسیم ہو گا۔ اس کے وجود کے لئے شرط یا اس کے وجود کے لئے مسبب اور یہ اس کے لئے مقدمہ کے ساتھ تعبیر ہو گا۔

اور جمہور علماء کے مطابق مامور بہ مقصد کے وجوب کی وجہ سے واجب ہو گا۔ تو ایک قوم نے اس کے شرط ہونے میں اختلاف کیا اور ایک جماعت نے اس کے شرط اور سبب ہونے میں اختلاف کیا ہے۔ پس اگر وہ ملاحظہ کریں کہ بے شک لفظ اس پر دلالت سے قاصر ہے تو یہ قریب ہے کیونکہ عدم دلالت اس کے غیر سے مانع نہیں ہے۔ جیسا کہ "عقل" کہ مامور کا مقدمہ اس کے منفی نہیں ہے کہ مامور بہ ہو۔ عقل دلیل ہے اور اگر اس کو ترک کر دیا جائے تو یہ ترک مقصد پر تعاقب کرے گا نہ کہ مقدمہ پر۔ تو یہ بھی قریب ہے۔ لیکن وجوب کی نفی کرے گا نہ کہ مندوب کی جس میں کہ ہماری کلام ہے۔

اور جس نے یہ کہا کہ جس مشروط کے لئے مطلق امر وارد ہے تو وہ واجب نہیں ہو گا مگر شرط کے پائے جانے سے۔ تو اس نے آئمہ امت کے خلاف بغیر دلیل کے کیا اور امت سے علیحدہ ہو گیا اور وہ جو کہ شرط علم کے تابع ہے مامور کے وجود کے ساتھ۔ جیسا کہ سر کا کچھ حصہ دھونا چہرے کے

دھونے کے ساتھ تو یہ خلاف فتویٰ ہے لیکن ہم اس میں گفتگو نہیں کر رہے۔

جاننا چاہیے کہ وسیلہ اور مقدمہ کے درمیان عموم خصوص من وجہ کا تعلق ہے،کیونکہ مقدمہ وہ ہے کہ جس پر کسی شے کا توقف کیا جائے۔ اور اس میں اختلاف مشہور ہے۔ کہ اس شئی کا وجود ہم پر واجب ہے یا کہ نہیں اور یہ اس سے خارج ہے کہ وہ قربت ہو یا کہ نہ۔ پس اگر اس پر فعل کا توقف کیا جائے تو یہ قربت کے قصد کی وجہ سے کیا جائے گا تو وہ بھی قربت ہو گی اور اگر ایسا نہیں تو نہیں ہو گی۔ جیسا کہ مکہ شریف کی طرف سفر بغیر حج کی نیت کے کیا اور پھر حج کر لیا تو یہ اس کا سفر قربت نہیں ہو گا کیونکہ اس سے حکم مقدمہ کے ساتھ ساقط ہو گیا۔

اور وسیلہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ کسی غیر کا تقرب حاصل کیا جائے۔ جیسا کہ صحاح (لغت کی کتاب) میں ہے۔ اگر اس کے اسم کا اطلاق مقدمہ پر کیا جائے تو اس سے مراد یہ ہو گا کہ اس کے ساتھ تقرب حاصل کیا گیا ہے نہ کہ اس پر توقف کیا گیا ہے۔ اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ اس پر (بعینہ) مقصد کا توقف کیا گیا ہے تو اس کے وجوب میں سابقہ اختلاف جاری ہو گا۔ اور اگر اس پر توقف کیا جائے جو کہ اس سے زیادہ عام ہے اور اس کو بندہ توسل کے لئے اختیار کرے اور اس پر توقف اصلاً نہ کرے لیکن بندہ کو یہ وہم ہو کہ اس پر توقف کیا گیا ہے۔ یا اس کی وجہ سے اس کا خطرہ ہو کیونکہ وہ اس کی طرف پہنچانے والا ہے تو ان احوال میں اس کو وسیلہ اور قربت کہا جائے گا۔ تو اس میں کسی اصول کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ تو پس وسیلہ کا اطلاق مقدمہ پر نہیں ہو گا۔ جب تک کہ اس سے مقصود قرب کا قصد نہ کیا جائے اور اس قصد کے سوا اس کا نام وسیلہ نہیں رکھا جائے گا۔ تو یہ اس معنی میں جائز نہیں ہو گا کہ یہ توسل کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اور اصولیین کی مقدمہ سے مراد یہ ہے کہ جس پر کسی شے کا توقف کیا جائے اس سے توسل کا

قصد کیا جائے یا کہ نہ۔ اور ان دونوں کا مترادف ہونا اگر تسلیم کر لیا جائے تو اس میں شک نہیں کہ وسیلہ نہیں ہو گا جب تک کہ اس قربت کا قصد نہ کیا جائے تو اس معنی میں قربت کا وسیلہ بھی قربت ہی ہو گا۔

اور بعض محرومین کا تخیل زیارت کا منع ہونا یا اس کی طرف سفر کا ناجائز ہونا یہ توحید کی محافظت کے باب سے ہے اور یہ شرک کی طرف مؤدی ہے تو یہ سراسر باطل خیال ہے اور قائل کی غباوت قلبی پر دلالت کرتا ہے۔

کیونکہ اس کی طرف مودی تو یہ ہے کہ قبور کو سجدہ گاہ بنا لیا جائے۔ یا ان کا طواف کیا جائے یا ان پر تصاویر کی پوجا کی جائے۔ جیسا کہ صحیح احادیث میں وارد ہوا ہے۔ بخلاف زیارت کرنا اور سلام کرنا اور وہاں جا کر دعا مانگنے کے۔ اور عالم ان کے درمیان فرق کو بخوبی جانتا ہے۔ اور دوسری قسم (یعنی زیارت' سلام اور دعا) یہ جب شریعت مطہرہ کے آداب کی محافظت کرتے ہوئے کی جائے تو یہ ممنوعات کی طرف جانے سے روکتی ہے۔ اور اس کے باوجود اس سے منع کرنے والے کا قول یہ تو اس ذریعہ سے روکنا ہے جو کہ اللہ جل جلالہ اور رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے۔

توحیدِ رب و تعظیمِ رسول ﷺ

اور یہاں دو امر ہیں جن میں سے ہر ایک لازمی ہے۔

ایک یہ ہے رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کا وجوب اور ساری خلق سے آپ ﷺ کا رتبہ بلند و ارفع ہونا۔ اور دوسرا اللہ تبارک و تعالٰی کا واحد و یکتا ہونا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ تبارک و تعالٰی اپنی ذات و صفات و افعال میں ساری مخلوق سے منفرد ہے اور جس نے مخلوق کو اس کے ساتھ کسی بھی چیز میں شریک کیا تو وہ شرک کا مرتکب ہوا۔ اور جس نے رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں کسی قسم کی کمی کی یا ان کا مرتبہ کم کرنے کی کوشش کی اور جو

چیز ان کی ذات کے لئے ثابت ہے اس کی نفی کی تو وہ گنہگار بلکہ کافر ہو کر دائرۂ اسلام سے خارج ہو گیا۔ اور جس نے رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و شان میں مبالغہ کیا ہر اس طریقے سے کہ جس سے تعظیم بلند ہو اور یہ مبالغہ ذات باری تعالیٰ تک نہ لے جائے تو وہ حق تک پہنچا اور اس نے اللہ کی ربوبیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی حدوں کی پاسداری کی اور یہ وہ قول ہے جو کہ افراط و تفریط سے مبرّیٰ اور پاک ہے۔

زیارت گنبد خضرا پر اجماع امت

اور اگر تم کہو کہ تم نے کس طرح پچھلے صفحات میں زیارتِ قبر نبی ﷺ پر اور اس کی طرف سفر پر اجماع نقل کیا ہے۔ حالانکہ متاخرین حنابلہ میں سے ابن تیمیہ تو اس کی مشروعیت کا منکر ہے۔ بلکہ اس کی طرف سفر کرنا وغیرہ ہر چیز کا اس نے انکار کیا ہے جیسا کہ امام سبکی کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے۔

اور ابن تیمیہ نے اپنے استدلال پر کافی کچھ مواد جمع کیا ہے کہ جس کو کان سننا پسند نہیں کرتے اور طبیعتیں اس سے متنفر ہوتی ہیں بلکہ ابن تیمیہ کا زعم باطل اور گمان فاسد ہے کہ قبر شریف کی طرف سفر کرنا بالاجماع حرام ہے۔ اس لئے (بقول ابن تیمیہ) ہم اس سفر میں نماز قصر نہیں کریں گے اور تمام احادیث جو کہ زیارت کے بارے میں مروی ہیں وہ موضوع ہیں اور بعض متاخرین نے بھی اس میں اس کی اتباع کی ہے جو کہ مذہباً اسی کے تابع ہیں۔

ابن تیمیہ علمائے امت کی عدالت میں

میں کہتا ہوں ابن تیمیہ کی طرف دیکھنا اور امور دین میں سے کسی چیز کا اس کی طرف پھیرنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے جب کہ اس کے بارے میں تو علمائے امت کی ایک کثیر جماعت نے اس کے کلام فاسدہ اور حجج کاسدہ کا تعاقب اور رد بلیغ کیا ہے۔ حتیٰ کہ اس کی اغلاط و عیوب اور اس کے اوہام کی قباحت کو

خوب واضح کیا ہے۔

جیسا کہ امام العز بن جماعہ نے فرمایا کہ "ابن تیمیہ کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ اور ہلاک کر دیا ہے اور اس کو رسوائی کی چادر اوڑھائی اور وہ اپنے جھوٹ اور افتراء میں خود ہی لوٹ کر گر گیا۔ اور ذلت نے اس کا تعاقب کیا اور اس کے لئے بد نصیبی واجب ہو گئی۔"

اور حضرت شیخ الاسلام و عالم انام (کہ ان کی جلالت شان اور اجتہاد پر تمام امت جمع ہے) یعنی تقی الدین السبکی رحمۃ اللہ علیہ (اللہ ان کی قبر کو نور سے معمور کرے) نے اپنی ایک مستقل تصنیف مین اس شخص (ابن تیمیہ) کا خوب رد کیا ہے اور اس کتاب میں واضح دلائل' براہین قاہرہ اور حجج باہرہ سے صحیح راہ کی طرف خوب رہنمائی فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ان کی اس سعی جمیل پر شکر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے فیوض و برکات کو ہم پر ہمیشہ رکھے۔ (آمین)

اور عجائب الوجود میں سے وہ جسارت ہے جس کی بعض متاخرین حنابلہ نے جرأت کی اور حسین ترین مخدورات کے چہرے کہ جن کو کسی انسان اور جن نے بھی نہیں چھوا تھا پر غبار ڈالنے کی کوشش کی۔ اور ایسی چیزیں لائے کہ جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی جہالت پر دلالت کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کو کم کرنے کی کوشش کی۔ ایسی جہالت سے پناہ اور ان کو رب سے حیا کرنی چاہیے تھی کہ ان کے منہ افراط میں چلے گئے اور جو چاہا انہوں نے کہا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

جب کسی شخص پر شقاوت غالب آ جائے اور غباوت اس پر حاکم ہو جائے تو وہ ایسی ہی خرافات بکتا ہے۔ اے اللہ!ہم تیری پناہ میں آتے ہیں ان تمام قبائح سے۔ اے باری تعالیٰ!ہم تیری قدرت و عزت کی طرف عاجزی کرتے ہیں کہ تو ہمیں واضح اور صحیح راستہ کا علم عطا فرمائے اور ہر اس قباحت سے بچائے کہ جو ابن تیمیہ سے واقع ہوئی۔ اور وہ اس برائی میں ہمیشہ کے لئے گر گیا اور یہ

مصیبت اس پر مستقل طاری ہو گئی اور یہ بدقسمتی ہمیشہ اس کے پلے پڑی رہی یہ باتیں اس سے انہونی نہیں کیونکہ اس کے نفس' اس کی خواہشات اور اس کے شیطان نے اس کے لئے ان امور کو خوبصورت بنا رکھا تھا۔ حتیٰ کہ وہ مجتہدین کے صائب تیر سے گھائل ہو گیا اور وہ عقل کا اندھا نہ جان سکا کہ وہ کن قبائح میں مبتلا ہو رہا ہے اور بہت سارے مسائل میں اجماع امت کے خلاف کر رہا ہے۔

اور وہ مجتہدین بالخصوص خلفاء راشدین کے عیب کمزور دلائل کے ساتھ نکالنے کے درپے ہوا اور اس میں بے شمار خرافات وہ لایا کہ جن کو کان سننا پسند نہیں کرتے اور طبائع اس سے متنفر ہوتی ہیں۔ حتیٰ کہ وہ جناب حق سبحانہ و تعالیٰ جو کہ ہر عیب و نقص سے پاک ہے اور ہر کمال اور اچھائی کا مستحق ہے کے بارے میں بھی حق سے تجاوز کر گیا اور اس ذات پاک کی طرف عظام و کبائر کو منسوب کر گیا اور اس کی عظمت کبریائی اور جلالت کی باڑ کو توڑ دیا اور منبروں پر عام لوگوں کے لئے اس کے خدا کی طرف جہت اور تجسیم و تضلیل کی نسبت کی کہ متقدمین و متاخرین میں سے کوئی ایک شخص بھی ان کا معتقد نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ اس کے خلاف اس کے ہم عصر علماء کھڑے ہو گئے اور سلطان وقت کو انہوں نے اس کے قتل یا قید کرنے پر ابھارا پس اس نے اس کو قید کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ اسی قید میں ہی مرا اور یہ بدعت دم توڑ گئی اور اس کی ظلمات و گمراہیاں زائل ہو گئیں اور پھر اس کے متبعین کم ہونے لگے' اللہ تعالیٰ ان کو دوبارہ نہ اٹھنے دے اور نہ ان کو عزت دے بلکہ اللہ نے ان پر ذلت اور مسکنت تھوپ دی اور وہ اللہ کے غضب میں لوٹے بسبب اپنی گمراہی کے کیونکہ وہ حد سے بڑھنے والے تھے۔

تنبیہہ

امام سبکی نے بعض فضلاء سے کیا ہی اچھی حکایت بیان کی ہے! اگرچہ اس میں کلام ہے' یہ کہ: زیارت قربت ہے اور یہ دین سے ضرورت کے ساتھ معلوم ہے اور جو اس کے مخالف ہے اس پر کفر کا خوف ہے۔ (انتھٰی) پس اس میں غور و فکر کرو تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ ابن تیمیہ اور اس کے متبعین اور ساتھی کتنی بری چیز لے کر آئے ہیں۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ زیارت قربت و نیکی ہے تو اس کی طرف مجرد سفر بھی نیکی و قربت ہو گا۔ اور یہ دونوں آپس میں لازم ملزوم ہیں اور یہ مخفی نہیں ماسوائے معاند کے اور جس نے زیارت کے لئے مجرد سفر کے قربت ہونے میں توقف کیا اور انکار کیا تو لازم ہے کہ وہ زیارت کے قربت و نیکی ہونے میں متوقف ہے۔ یہ تو جان چکا ہے کہ مطلق زیارت کا انکار کفر ہے لہٰذا اس سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ بہت عظیم انکار ہے۔

اور اگر تم کہو کہ یہ اس قدر سختی کیوں؟ جبکہ وہ شخص بھی تو صحیح حدیث سے استدلال کر رہا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے

لا تشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد — تین مساجد کے سوا کسی کی طرف کجاوے نہ کسے جائیں۔

اور زیارت کے لئے جانا ان تینوں سے باہر ہے تو چاہیے کہ اس حدیث کی رو سے وہ بھی منع ہو' تو میں کہتا ہوں کہ حدیث کا معنی وہ نہیں جو کہ اس نے سمجھا ہے جیسا کہ اپنے مقام پر آئے گا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ نہ کجاوے کسے جائیں کسی مسجد کی طرف صرف اس کی تعظیم و عظمت اور نماز کے لئے۔تقرب چاہتے ہوئے سوائے ان تین مساجد کے کہ انہیں کی تعظیم اور تقرب للصلوۃ ہے۔ اس تقریر پر یہ مستثنٰی متصل ہو گا۔ کیونکہ عرفہ کی طرف مناسک ادا کرنے کے لئے جانا بالاتفاق واجب ہے۔ اسی طریقے سے جہاد میں جانا اور دارا لکفر سے ہجرت بھی واجب ہے جب کہ شروط پائی جائیں اور طلب علم سنت یا واجب ہے

اور تجارت کے لئے شدِ رحال پر اجماع واقع ہے۔ اس طریقے سے حوائج دنیا اور آخرت کے لئے شدِ رحال ہے اور ان سب سے زیادہ مؤکد زیارت قبر شریف ہے تو اولیٰ ہے کہ اس کے لئے بھی شدِ رحال جائز ہو۔

اس حدیث کی تاویل پر وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس کی سند حسن ہے اور اس میں اس کی تصریح بھی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

لا ینبغی للمصلی ان تشد رحالھا الی مسجد ینبغی فیہ الصلوۃ غیر المسجد الحرام و مسجدی ھذا والمسجد الاقصیٰ	نمازی کو یہ نہیں چاہیے کہ کسی مسجد کی طرف کجاوے کسے کہ اس میں جا کر نماز پڑھے سوائے مسجد حرام اور میری اس مسجد اور مسجد اقصیٰ کے۔

ان تینوں مساجد کے سوا کسی اور کی طرف کجاوے کس کر یعنی قصد کر کے جانے کے بارے میں کئی مذاہب ہیں۔ شیخ ابو محمد الجوینی نے فرمایا کہ منع ہے اور بعض مقامات پر فرمایا کہ مکروہ ہے۔ اور فرمایا کہ بعض اوقات حرام ہے۔

اور حضرت شیخ ابو علی نے فرمایا کہ حرام نہیں ہے اور نہ ہی مکروہ ہے۔ بے شک اس سے مراد یہ ہے کہ قربت کا حصول ان تینوں کی طرف کجاوے کسنے میں ہے اور ان تینوں مساجد کے علاوہ کسی مسجد کی طرف کجاوے کسنے میں قربت نہیں ہے۔

اور اس کا یہی مقصد ہمارے نزدیک صحیح ہے۔ بلکہ یہی صواب ہے اور پھر امام نووی نے شیخ ابو محمد کے قول جو کہ گزرا کہ غلط ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اور امام سبکی نے بحث کی ہے کہ اگر اس سے تعظیم مراد ہے تو پہلا قول صحیح ہے اور اگر اس سے تعظیم مراد نہیں ہے تو دوسرا قول صحیح ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ لا تشد الرحال سے مراد کسی ایسی مسجد کی طرف اشارہ ہو

کہ اگر وہاں جا کر نماز پڑھی جائے تو اس میں نماز کا زیادہ ثواب ہو گا سوائے ان تین مساجد کے تو بھی کسی اور مسجد کی طرف قصد کر کے جانے کی نفی نہیں ہو گی۔ اگر اس میں زیادتی نماز کے سوا فضیلت ہے جیسا کہ مسجد قباء کہ اس کے لئے علیحدہ دلیل وارد ہے اور امام سبکی نے فرمایا کہ یہ تمام کسی معین جگہ کے لئے ہے یا وہاں جا کر عبادت کرنے کے قصد کے لئے ہے کہ اس کے ساتھ اس کی تعظیم کا بھی قصد کیا جائے۔ اور اگر بغیر نذر کے اس کا قصد کیا جائے کسی اور غرض کے لئے جیسا کہ زیارت یا اس کی مانند کسی اور کام کے لئے تو کسی ایک نے بھی اس کو حرام یا مکروہ نہیں کہا اور آپ ﷺ کی زیارت کے لئے سفر کی غایت مسجد مدینہ ہے کیونکہ اس کی مجاورت میں آپ ﷺ کی قبر مبارک ہے۔ اور زائر کی غرض اس مسجد شریف میں قبر شریف کے حلول سے تبرک حاصل کرنا ہے اور سلام عرض کرنا ہے اور جو ذات مقدسہ اس قبر شریف میں ہے اس کی تعظیم کرنا ہے جیسا کہ اگر کوئی شخص آپ ﷺ کے وصال سے پہلے آپ ﷺ کی طرف سفر کرتا ہے اور اس سے صرف اس قبر کی معین تعظیم نہیں بلکہ آپ ﷺ کی ذات کی تعظیم ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ سفر سے نہی دونوں حکموں کے ساتھ مشروط ہے۔ایک تو یہ کہ ان تینوں مساجد کے علاوہ کسی کا قصد کر کے جانا قربت و نیکی کی نیت سے نہ ہو۔جیسا کہ علم حاصل کرنے کے لئے یا قریب سے زیارت کے لئے نہ ہو تب منع ہے۔اور دوسرا یہ کہ اس کی علت صرف اس ٹکڑا کی تعظیم کے لئے ہو اور آپ ﷺ کی قبر مبارکہ کی زیارت کا سفر قطعی طور پر اس سے خارج ہے کیونکہ ان تینوں مساجد میں سے کسی ایک کی غایت اور علت اس بقعۂ مبارکہ میں ساکن ﷺ کی تعظیم ہے نہ کہ صرف اس بقعۂ مبارکہ کی۔ پس مطلوب سفر کی دو قسمیں ہوں گی پہلی قسم تو وہی جو کہ ان تینوں مساجد کی طرف سفر کی غایت ہے وہی یہاں بھی پائی جاتی ہے اور دوسری قسم یہ کہ سفر عبادت کے لئے ہو اگرچہ

ان تینوں کے علاوہ کسی طرف ہو اور آپ ﷺ کی زیارت کے لئے سفر میں یہ دونوں قسمیں پائی جاتی ہیں پس یہ طلب کہ اعلیٰ اور افضل ترین اور اکمل ترین درجات میں سے ہے۔

اور اگر تم کہو کہ امام نووی نے شرح مسلم میں فرمایا کہ ان تینوں مساجد کے علاوہ سامان سفر باندھنے میں علماء کا اختلاف ہے جیسا کہ اولیاء کرام کی قبور کی زیارت کے لئے اور دیگر متبرک مقامات کی طرف جانا تو امام ابو محمد اس کی حرمت کا فتویٰ دیتے ہیں اور قاضی عیاض نے بھی اس کو اختیار کرنے کی طرف اشارہ کیا ہے اور ہمارے اصحاب کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ نہ تو حرام ہے اور نہ ہی مکروہ۔ہمارے علماء نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ صرف انہی تینوں مساجد کی طرف سامان سفر باندھنے کی فضیلت ثابت ہے۔

تو امام نووی کی اس عبارت میں خلل ہے کہ انہوں نے کہا ابو محمد نے اس کی حرمت میں فتویٰ دیا ہے۔ اور امام نووی نے ہی شرح مسلم میں اس مقام کے علاوہ دوسری جگہ اور شرح المہذب میں ایک مقام پر فرمایا اور ان سے پہلے امام رافعی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ کہ اگر اس کو صرف مساجد ہی رکھا جائے تو امام ابو محمد کے قول کو اس پر محمول کیا جائے گا اور اگر سفر اغراض صحیحہ کے قصد سے ہو اگرچہ مساجد غیر ثلاثہ اور دیگر امکنہ کی طرف ہو مثلاً زیارت کے لئے اور طلب علم وغیرہما کے لئے ہو تو امام ابو محمد نے اس سلسلہ میں کلام نہیں فرمایا اور نہ ہی اس حرمت و کراہت کے قول کی ان کی طرف نسبت جائز ہے اور اگر انہوں نے یہ کلام واقعی زیارت نبی ﷺ کے لئے کیا یا کسی اور نے کہا ہے تو ان کا یہ غلط کلام قبول نہ کیا جائے گا اور ہم ان کے اس کلام کے غلط ہونے کا ہی حکم دیں گے۔ اور ہم کہیں گے کہ وہ اس حدیث کا مفہوم نہیں سمجھ سکے۔ اور اسی طریقے سے امام قاضی عیاض کا کلام بھی زیارت النبی ﷺ کے متعلق نہیں ہے۔ نہ تو صراحتاً اور نہ ہی اس میں زیارت موتیٰ کی نفی کا اشارہ ہے۔

(المنتھیٰ بقدر الحاجت) اور پھر فرمایا (سبکی نے) کہ وہ جو کہ حنابلہ کی کتاب المغنی میں ابن عقیل سے نقل کیا گیا ہے کہ زیارت قبور اور دیگر مشاہد کی طرف نہ تو مباح ہے اور نہ ہی اس کی رخصت ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ تین مساجد کے سوا کسی بھی مسجد کی طرف سامان سفر نہیں باندھنا چاہیے تو صحیح یہ ہے کہ زیارت و مشاہدۂ قبور جائز ہے اور وجۂ جواز رسول اللہ ﷺ کا قبا کی طرف پیدل اور سواری پر تشریف لانا ہے اور آپ ﷺ قبور کی زیارت فرمایا کرتے تھے اور قبروں کی زیارت کرنے کا حکم فرمایا کرتے تھے اور بہرحال رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک کہ ان تینوں مساجد کے علاوہ کسی مسجد کے لئے سامان سفر نہ باندھنا میں فی الحقیقت بات صرف یہ ہے کہ ان تین مسجدوں پر کسی اور مسجد کو فضیلت نہیں اور اسے اسی پر محمول کیا جائے گا اس سے دوسری مسجدوں کی زیارت کی حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ (مغنی کا کلام ختم ہوا)

پس ابن عقیل کا کلام ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا حمل صرف اس پر ہو گا جو کہ اس مٹی کی زیارت کے لئے جائے تو یہ ہمارے کلام کے منافی نہیں ہے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ اس میت کی زیارت کے لئے جائے نہ کہ صرف اس زمین کے ٹکڑا کے لئے کہ جس میں میت موجود ہے اور اگر ابن عقیل کے کلام کو نبی اکرم ﷺ کی قبر کی زیارت کے بارے میں فرض کیا جائے تو واجب ہو گا اس کا حمل ان دلائل حاصلہ کے غیر پر ہو گا۔ کیونکہ اگر اس کلام کا شمول زیارت قبر نبی ﷺ پر کیا جائے تو یہ غیر معتبر ہو گا۔ جیسا کہ ہم نے ابن تیمیہ کے ضمن میں بیان کیا۔ لیکن بحمدہ تعالیٰ یہ ابن عقیل سے ثابت ہی نہیں ہے۔ وہ یہ نہیں کہتے کہ نبی اکرم ﷺ کا روضہ شریف ممانعت میں داخل ہے اور آپ ﷺ کی زیارت یقیناً اس روضہ شریف کے قصد کے ساتھ ہی ہو گی۔ کیونکہ سلام اور دعا دونوں اس کے بعد ہی حاصل ہوں گی کیونکہ روضہ شریف کا قصد جب آپ ﷺ کی زیارت پر مشتمل ہو گا تو وہ ممنوع نہیں ہو گا۔ ممنوع صرف اس کا

معین قصد (جبکہ اس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا قصد نہ ہو) یا صرف اس جگہ کی تعظیم کے لئے ہو گا کہ جس پر شرع کی دلیل نہ ہو اور آپ ﷺ کی زیارت نہیں ہو گی جبکہ اس بقعۂ مبارکہ کی زیارت کا قصد ہو گا۔

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بعض طرق حدیث میں وارد ہے کہ حضرت جرائیل امین رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور آکر عرض کی کہ آپ ﷺ کا رب آپ ﷺ کو حکم فرماتا ہے کہ آپ ﷺ اہل بقیع کے پاس تشریف لائیں اور ان کے لئے استغفار فرمائیں۔ تو آپ ﷺ ایک رات حضرت عائشہؓ کے پاس سے بقیع کی طرف نکلے اور وہاں جا کر کھڑے ہوئے اور کافی دیر تک کھڑے رہے۔ پھر ہاتھ اٹھائے اور تین مرتبہ دعا مانگی۔ (الحدیث) اور اسی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ کو تعلیم فرمائی کہ قبرستان میں جا کر کیا کہنا چاہیے۔ پس دیکھ کہ پیارے محبوب ﷺ کس طرح بقیع کی طرف اللہ کے حکم کے مطابق تشریف لے گئے تاکہ ان کے لئے استغفار فرمائیں۔ اور یہ دور ہی سے دعا نہیں فرمائی بلکہ وہاں تشریف لے جا کر دعا فرمائی اور اگر آپ اہل بقیع کے لئے دور ہی سے ہی دعا فرما دیتے تب بھی ان کو نفع پہنچتا اور ان تک آپ ﷺ کی دعا پہنچتی اور آپ ﷺ کا وہاں تشریف لے جانا اس لئے تھا تاکہ معلوم ہو جائے کہ زیارت و دعا کے لئے جانا درست ہے۔ اور اس میں جو فضیلت ہے وہ آنے والے فوائد میں بیان کی جائے گی۔ پس معلوم ہوا کہ قبر کے پاس زیارت کے لئے یا جو کوئی اس قبر میں ہے اس کے لئے دعا کرنے کے لئے آنا یہ جگہوں کے قصد کے باب میں سے نہیں ہے اور نہ ہی حدیث میں اس سے ممانعت پر دلالت ہے اور نہ ہی علماء میں سے کسی ایک نے بھی اس کو منع کیا ہے جیسا کہ گزرا۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جو آپ ﷺ نے تعلیم دی تو یہ عورتوں کے لئے زیارت قبور بعض شرائط کے ساتھ مشروع ہونے کی دلیل ہے اور وہ شرائط اپنی جگہ مذکور ہیں تو یہ حدیث اس کے منافی نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے

زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے کیونکہ ان میں جزع و فزع زیادہ ہوتا ہے یا پھر ان سے فتنہ کا خوف ہوتا ہے۔

بعض جھوٹے اور منگھڑت فتوے

امام سبکی نے ذکر فرمایا کہ ان کے سامنے چند فتوے پیش کئے گئے جو کہ بعض مالکی اور شافعی وغیرہما علماء کی طرف منسوب تھے۔ کہ زیارت قبور منع ہے تو آپ نے بیان فرمایا کہ یہ سب کے سب محض جھوٹ کذب اور مضحکہ خیز ہیں اور یہ کسی ابن تیمیہ کے جاہل ماننے والے نے گھڑے ہوئے ہیں وہ یہ نہیں جانتا کہ خدا تعالیٰ اپنے دین کا خود حامی و مددگار ہے اور ان مفتریوں اور جاہلوں اور مغروروں کے شر سے اپنے دین کو بچانے والا ہے۔

اور اگر تم کہو کہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے وہ استدلال کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

لاتجعلوا قبری عیداً میری قبر کو عید نہ بناؤ۔

اور اس کا گمان ہے کہ زیارت کی ممانعت میں یہ ظاہر ہے جیسا کہ پہلی حدیث لا تشد الرحال ظاہر تھی اور اسی حدیث کے ساتھ اہل بیت میں سے کسی حضرات نے تمسک کیا ہے کہ یہ زیارت کی ممانعت پر دلیل ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے ثبوت میں ہی اختلاف ہے اور اگر اس کو ثابت مانا جائے تو اس کے بارے میں صحیح ترین کلام دو مقامات پر ہے۔

پہلا تو یہ کہ مسند عبدالرزاق میں اہل بیت کی ایک جماعت سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ حدیث اہل زیارت کی ممانعت میں منع نہیں کرتی بلکہ صرف اس شخص کے بارے میں ہے جو کہ غیر مشروع طریقے سے قبر منورہ پر حاضر ہو۔ اس میں امام حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم کا فرمان دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے منع کے بعد فرمایا جب تو مسجد میں داخل ہو تو آپ ﷺ پر سلام پڑھ۔ پھر حدیث

مذکورہ روایت کی۔

شاید آپ ﷺ ان میں سے کہ جو قبر منور کے قریب زیادہ وقت کھڑا رہنا پسند نہ کرتے ہوں بلکہ مختصر وقت میں درود و سلام عرض کر کے آگے گزر جانے والے ہیں۔ جیسا کہ اگلے صفحات میں بیان ہو گا۔

اس پر علماء کی ایک جماعت کاربند ہے اور امام زین العابدین کا قول دلیل ہے کہ انہوں نے بھی نبی کے بعد اس شخص کے لئے جو کہ حد سے بڑھ رہا تھا فرمایا کیا میں تجھے اپنے باپ سے حدیث نہ سناؤں تو انہوں نے یہی مذکورہ روایت بیان فرمائی۔ اور ان کے پوتے امام جعفر صادق ﷺ سے روایت ہے کہ وہ جب قبر منورہ پر حاضر ہوتے تو آپ ﷺ پر سلام عرض کرنے کے بعد اس ستون کے پاس کھڑے ہو جاتے جو کہ روضہ شریف کے بالکل پاس ہے۔ پھر سلام عرض کرتے پھر فرماتے کہ یہاں رسول اللہ ﷺ کا سرِ اقدس ہے۔ اس سے ظاہر ہوا وہ جو کہ بعض اہل بیت سے گزرا کہ وہ روضہ شریف پر آنے سے منع کرتے تھے اس میں ممانعت کے لئے کوئی حجت و دلیل نہیں ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ سلف و خلف تمام اپنے آئمہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور انہی کی اقتدا کرتے ہیں اگر وہ آئمہ روضہ شریف کی زیارت سے منع فرماتے تو علماء بھی اس کی اقتداء کرتے ہوئے اس سے ممانعت کا فتویٰ دیتے حالانکہ حال اس کے خلاف ہے کیونکہ تمام علماء سلف و خلف اس زیارت قبور کے مندوب ہونے پر اجماع کئے ہوئے ہیں چہ جائیکہ آپ ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت ہو۔

اور وہ جو کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ﷺ سے روایت کیا گیا ہے کہ وہ آپ ﷺ کی قبر منورہ پر آنے کو مکروہ سمجھتے تھے تو وہ وقار و جلال و تکبر کے ساتھ آنے کے بارے میں ہے یا پھر بہت زیادہ آنے کے خوف سے آپ نے فرمایا جیسا کہ حضرت امام مالک سے مروی ہے۔

اور یہ صحیح سند سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ ایک جگہ پر تشریف فرما ہوئے تو ایک درخت زمین کو پھاڑتے ہوئے بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا اور غلامانہ طور پر حاضری دی اور پھر اپنی جگہ پر واپس چلا گیا۔ تو رسول اللہ ﷺ سے اس درخت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس درخت نے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں سلام عرض کرے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کو اجازت عطا فرمائی۔

جب جمادات کا یہ حال ہے تو اس کا کیا حال ہو گا کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے عقل و فہم عطا فرمایا ہے۔ اور جو رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و عظمت کو پہچانتا ہے وہ تو زیادہ حق دار ہے کہ اس بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہو کر سلام عرض کرے۔

دوسری بات یہ کہ اس حدیث کے ظاہر سے تمسک و استدلال نہیں کیا جائے گا۔ اور اگر ابن تیمیہ کی بات سچی فرض کی جائے کہ جس نے اس کے ظاہر سے استدلال کیا ہے تو وہ عربی زبان سے جاہل اور قوانینِ ادلہ سے بے خبر ہے۔
اولاً یہ کہ ہم اس کے اس زعم باطل کی اس دلیل کا انکار کرتے ہیں کیونکہ اگر آپ ﷺ کے فرمان کی اگر یہی مراد ہوتی جو کہ ابنِ تیمیہ نے سمجھی ہے تو آپ ﷺ کا کلام اس طرح ہوتا ہے

لاتزوروا قبری میری قبر کی زیارت مت کرو۔

ایسے الفاظ نہ فرماتے کہ جن میں دونوں طرف کا احتمال پایا جاتا ہے۔ حق یہ تھا کہ یہاں وہ (ابن تیمیہ) اپنے دعوے کے مطابق دلیل لاتا اور اس عظیم خطرہ سے بچتے ہوئے صرف التزام تضمن کے ساتھ کلام نہ کرتا اور بالفرضِ محال اس سے ممانعت ہی مراد لی جائے تو آپ ﷺ نے اس کو لا تجعلوا قبری عیداً کی طرف لوٹایا ہے جو کہ ظاہر دلیل ہے کہ اس سے مراد کچھ اور ہے۔
ثانیاً: اگر اس کے معنی ظاہراً وہی ثابت ہوتے جو کہ ابن تیمیہ کا گمان ہے بلکہ

اگر الفاظ بھی وارد ہوتے لاتتخذوا قبری (میری قبر کی زیارت نہ کرو) تب بھی مسلمانوں کے زیارت پر اجماع کے ہوتے ہوئے اس میں تاویل کی جاتی کیونکہ اجماع دلائل قطعیہ میں سے ہے اور ظنیات اس کے مقابلے میں نہیں پیش کئے جا سکتے۔ تو اس حدیث کی تاویل واجب تھی کیونکہ یہ ظنی ہے حتیٰ کہ یہ قطعی ... ساتھ موافق ہو جاتی۔

تو جب اس صریح کی تاویل کا وجوب ظاہر ہو گیا تو وہ جو کہ محتمل ہے اس میں تاویل کیوں نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ اس میں عیدا کا لفظ اس پر بھی دلالت کرتا ہے کہ زیارت کثرت کے ساتھ کی جائے نہ کہ عید کی طرح سال میں صرف ایک دو مرتبہ' اور اگر اس کو اس معنی پر لیا جائے جس کا کہ احتمال ہے تو پھر کہا جائے گا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ میری قبر کو ایسے نہ چھوڑ دو کہ اس کی زیارت ہی نہ کرو مگر بعض اوقات۔ جیسا کہ عید سال میں ایک دو مرتبہ آتی ہے۔ بلکہ تمام اوقات ں میری قبر کی زیارت کیا کرو اور اس کے لئے وقت مخصوص نہ ٹھہراؤ ... زیارت ہی نہ کرو مگر اسی مخصوص وقت میں۔

اور دوسرا احتمال مدنظر رکھا جائے کہ اس سے مراد ممانعت ہے تو اس سے مخصوص حالت مراد ہو گی کہ میری قبر کو عید کی طرح اس کے قریب اظہار زینت کرنا کہ جس طرح عیدوں میں کیا جاتا ہے بلکہ وہاں صرف زیارت اور سلام عرض کرنے اور دعا مانگنے کے لئے حاضر ہو پھر وہاں سے پلٹ آؤ۔

پس یہ جو ہم نے تحریر اور بیان کیا اور ہم نے جس کی تحقیق کی وہ یہ کہ ابن تیمیہ کا اس حدیث سے تمسک کرنا درست نہیں ہے اور ابن تیمیہ کے لئے اس میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو ابن تیمیہ پر الٹی دلیل قائم ہوتی ہے کیونکہ اس سے کثرت کے ساتھ زیارت پر ابھارنا مراد ہے اور کسی وقت کے ساتھ خاص نہیں ہے اور اس حدیث سے یہی ظاہر ہے۔

اور جو "نہی" ہے تو وہ مخصوص حالت کے ساتھ مقید ہے اور اس حالت

کے سوا زیارت ممنوع نہیں ہے۔ اور جب یہاں نہی کی نفی ہو گی تو اب طلب اثبات پایا گیا۔ جب کہ وہ اس کے مباح ہونے کا قائل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے راستے طے کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے پیارے محبوب ﷺ کی بہترین جماعت میں سے بنائے۔ (آمین ثم آمین)

پھر میں نے دیکھا کہ میں نے اپنی کتاب "الدر المنضود فی الصلوۃ علی صاحب المقام المحمود" میں یہ حدیث ذکر کی اور اس کا جواب بڑی شرح و بسط کے ساتھ دیا اور اس کی عبارت یہ ہے۔

"اور نبی اکرم ﷺ کا اپنی قبر کو عید بنانے سے منع کرنا اس میں احتمال ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر کی زیارت کی کثرت پر ابھارنا چاہتے ہیں کہ میری قبر کو عید کی طرح نہ بناؤ کہ سال میں صرف دو مرتبہ حاضر ہو۔ اور اس سے بھی زیادہ اس حدیث شریف میں ہے جس میں آپ ﷺ نے قبر کو مسجد بنانے سے ممانعت فرمائی یعنی میری قبر کو اجتماع کے لحاظ سے عید نہ بناؤ جیسا کہ عید میں اجتماع ہوتا ہے تحقیق یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء کی قبور پر جمع ہوتے تھے اور ان کے قریب لہو و لعب میں مشغول ہو جاتے تھے اور تماشے کرتے تھے تو آپ ﷺ نے اپنی امت کو اس سے منع فرمایا پھر قبر کی تعظیم میں حد سے تجاوز کرنے سے منع فرمایا اور قبر شریف کی زیارت کی کثرت پر ابھارنے کے بارے میں بہت ساری احادیث مروی ہیں جن کو میں نے "الایضاح" کے حاشیہ میں منکر ابن تیمیہ کا رد بلیغ کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔

اور اس پر امت کا اجماع ہے جیسا کہ بے شمار علماء نے اس کو نقل کیا ہے کہ بے شک یہ افضل ترین قربت اور کامیاب کوشش میں سے ہے اور

لا تجعلوا بیوتکم قبوراً ولا تجعلوا قبری عیداً وصلوا علی فان صلاتکم تبلغنی حیثما کنتم

اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور میری قبر کو عید گاہ نہ بناؤ اور مجھ پر درود پڑھو' بے شک تمہارا درود مجھے پہنچا دیا جاتا ہے تم جہاں

کہیں بھی ہو۔

اس حدیث کو امام نووی نے صحیح کہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مقبرہ میں نماز مکروہ ہے یعنی قبور کو نماز کی جگہ نہ بناؤ کہ ان میں نمازیں نہ پڑھو اور نہ ہی عمل کرو اور اس کو دوسری روایت کے ساتھ ترجیح دی گئی ہے۔

جس کے الفاظ یہ ہیں

اجعلوا من صلاتکم فی بیوتکم ولا تتخذوھا قبوراً

اپنے گھروں میں کچھ نماز پڑھا کرو انہیں قبرستان نہ بناؤ۔

اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اپنے گھروں میں مردے دفن نہ کرو اور یہ ظاہر الفاظ کا مطلب ہے اور آپ ﷺ اپنے گھر میں مدفون ہیں تو یہ آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔ اور اس کا ایک معنی یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے اپنے گھر میں نماز نہ پڑھی اس نے اپنے آپ کو مردے کی طرح بنا لیا اور اس کا گھر قبر کی طرح بن گیا اور اس کی مؤید مسلم کی روایت ہے جس میں فرمایا۔

مثل البیت الذی یذکر اللہ فیہ والبیت الذی لا یذکر اللہ فیہ کمثل الحی والمیت

اس گھر کی مثال کہ جس میں اللہ کا ذکر کیا جائے اور اس گھر کی مثال کہ جس میں اللہ کا ذکر نہ کیا جائے ایسی ہے جیسے زندہ اور مردہ کی مثال۔

خاتمہ

جیسا کہ زیارت اور اس کی طرف سفر کی مشروعیت پر علماء کا اجماع ہے اسی طرح علماء اور عوام المسلمین کا فعل کے صدور پر بھی اجماع ہے کہ زمانہ صحابہ سے لے کر آج کے دن تک ہمیشہ لوگ دنیا کے ہر خطہ و سمت سے زیارت کے لئے حج سے پہلے اور حج کے بعد حاضر ہوتے ہیں اور زیارت کے

لئے مسافت بعیدہ طے کر کے اور طویل اور مشکل سفر طے کر کے آتے ہیں اور اس میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں اور اس کو بہت بڑی نیکی سمجھتے ہوئے اور اعتقاد کرتے ہوئے اپنی جانیں قربان کرتے ہیں۔

اور جس کا یہ گمان ہے کہ یہ عظیم اجتماع جو کہ ہمیشہ سے ہر زمانے میں ہوتا آیا ہے تو یہ سارے لوگ غلطی پر اور خطا کار ہیں تو یقیناً وہ خود خاطی اور محروم ہے اور کوئی یہ گمان پیش کرے کہ یہ لوگ دیگر نیکیوں کا قصد کرتے ہیں نہ کہ مجرد زیارت کے لئے سفر کا قصد کرتے ہیں تو یہ تکبر اور علم کے ساتھ عناد ہے کیونکہ وہ صرف زیارت محض کے لئے ہی حاضر ہوتے ہیں بلکہ ان پر کوئی خطرہ نہیں سوائے اس شخص کے کہ جو مخالف و مبطل کے شبہ میں گر جائے اور وہ بہت کم ہیں۔

اور ان کی سب سے بڑی غرض صرف زیارت ہی ہوتی ہے اور اس کے علاوہ جو بھی کام ہے وہ اسی کے تابع ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر یہ نیت نہ ہو تو وہ یہ سفر ہی نہ کرتے۔

اور علماء کا یہ فرمانا کہ نیت کرتے وقت چاہیے کہ زیارت کے ساتھ مسجد نبوی کے تقرب اور اس میں نماز پڑھنے کی نیت بھی کر لیں۔ یہ اس میں نص ہے جو کہ ہم نے کہا کیونکہ علماء نے اس کو اس کے ساتھ مشروط نہیں کیا اور اس کو صرف بہتر قرار دیا ہے تاکہ سفر دو نیکیوں کی طرف ہو جائے اور نیکی زیادہ ہونے کی وجہ سے اس میں ثواب زیادہ ہے۔ حتیٰ کہ اسی طرح اگر زیادہ نیکیوں کی نیت کرتا جائے گا ثواب و اجر بڑھتا جائے گا۔ اور ان کے اس کلام میں یہی فائدہ ہے جو کہ گزرا اور اس میں تنبیہہ ہے کہ یہ قرب زیارت کی نیت کے اخلاص میں قادح نہیں ہے۔

دوسری فصل

زیارت کے فضائل و فوائد

زیارت قبر رسول اللہ ﷺ میں واضح دلائل اور تائیدات ظاہرہ ہیں جو کہ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں اور کچھ ہم نے پہلی فصل میں بیان کئے ہیں کہ بلاشبہ یہ زیارت مشروع و مطلوب ہے اور یہ کامیاب مساعی' اہم ترین قربات اور افضل اعمال اور پاکیزہ ترین عبادات میں سے ہے اور اس کے ثمرات و فوائد اور ثواب کا تفاوت' درجات کا تباین اور جو کچھ فضائل آنے والے ہیں جو کوئی ان میں غور و فکر کرے تو اسے علم ہو جائے گا کہ نبی اکرم ﷺ کی زیارت کے عظیم فوائد ہیں اور ہر اس شخص کو پہنچتے ہیں جو کہ اخلاص کے ساتھ ان اعلیٰ مقاصد کا قصد کرے اور اس میٹھے گھاٹ سے پانی پینے کا ارادہ کرے۔

اس سلسلہ میں بہت ساری صحیح وغیرہ احادیث مروی ہیں جن میں سے کچھ پہلی فصل میں گزریں جو کہ فضائل عظیمہ کی حامل ہیں جو زائر کو حاصل ہوتے ہیں۔ کچھ مضائقہ نہیں کہ ان میں سے کچھ کا بیان یہاں دوبارہ کر دیا جائے تاکہ ان کے فضائل دوبالا ہو جائیں۔

ا۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان عالی شان ہے۔

من زار قبری وجبت له شفاعتی — جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔

اور وجبت له شفاعتی کا معنی یہ ہے کہ اس کے لئے یہ سچا وعدہ ضروری ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کا فائدہ آپ ﷺ کی شفاعت کی عمومیت کے ساتھ ساتھ جو کہ زائر اور غیر زائر دونوں کے لئے ہے۔ زائر کے لئے اس

کے اس عظیم فعل کے سبب آپ ﷺ کی شفاعت مخصوص ہو گی۔ یا یہ نعمت کے زیادہ ہونے کا سبب ہے یا پھر روز حشر وغیرہ کے احوال میں تخفیف ہو گی یا پھر اس خصوصی شفاعت کے سبب اس کا حشر ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جو کہ بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔ یا اس شفاعت سے مراد یہ ہے کہ جنت میں اس کے درجات بلند کئے جائیں گے۔ یا پھر دیدار خداوندی کی خصوصی نعمت سے سرفراز کیا جائے گا۔ اور اس کے علاوہ وہ ان چیزوں کا مستحق ٹھہرے گا کہ جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھیں اور نہ ہی کسی کان نے سنیں اور نہ کسی بشر کے قلب پر وارد ہوئی ہیں۔ یہ تمام شفاعتیں اور برکتیں صرف اسی کے لئے ہوں گی نہ کہ اس کے غیر کے لئے۔ اور اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ جو شفاعت دوسروں کے لئے عام ہو گی۔ اس کے لئے علیحدہ ہو گی اور یہ اس کا افراد اس کی بزرگی اور شرف کے لئے ہو گا اور یہ تقویت زیارۃ کے سبب ہو گی۔ یا مراد یہ کہ وہ اس زمرہ میں شامل ہو جائے گا جس کو آپ ﷺ کی شفاعت پہنچے گی تو اس کے لئے یہ بشارت ہے کہ وہ مسلمان فوت ہو گا یعنی اس کا خاتمہ بالخیر ہو گا۔ جس میں اس کا حکم عموم پر ہو گا نہ کہ اس میں اسلام پر وفات کی شرط مضمر ہے اگر ایسا ہوتا تو زیارت کا ذکر نہ کیا جاتا۔ کیونکہ اسلام تو اکیلا ہی شفاعت کے پہنچنے کے لئے کافی ہے بخلاف پہلوں کے۔ اور آپ ﷺ کا زائر کے لئے خصوصیت سے فرمانا کہ اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گی۔ تو یہ شفاعت عظیمہ و جلیلہ اس عظیم شافع ﷺ کی تعظیم پر مبنی ہے اور آپ ﷺ سے کوئی عظیم نہیں ہے اور نہ ہی آپ ﷺ کی شفاعت سے کسی کی شفاعت بڑی و بزرگ ہے۔

۲۔ اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد مبارک

من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی

جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا کہ اس نے میری حیاتی میں میری زیارت کی۔

۳ ۔ اور آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ

من جاءنی زائر الا تعمله حاجة الا زیارتی کان حقا علی ان اکون له شفیعا یوم القیامة	جو کوئی میرے پاس آیا اور اسے سوائے میری زیارت کے اور کوئی کام نہ ہو تو مجھ پر اس کا حق ہے کہ قیامت کے دن میں اس کی شفاعت فرماؤں۔

۴ ۔ اور آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ

من جاءنی زائر کان له حقا علی اللہ عزوجل ان اکون له شفیعا یوم القیامة	جو کوئی میری زیارت کے لئے آیا تو اللہ تعالٰی کے ذمہ (کرم) پر ہے کہ میں قیامت کے دن اس کا شفیع ہو جاؤں۔

اس کا معنی پہلی فصل میں گزر چکا ہے۔ اور عنقریب نویں فائدہ' سولھویں خاتمہ اور چھٹی فصل میں آئے گا۔ جو کہ اس کے متعلق ہے۔

حاصل کلام :۔ یہ ہے کہ یہ عظیم ثواب اور فوز و کامرانی اس شفاعت عظیمہ سے ہے جو کہ آپ ﷺ کی طرف سے ہے اور صرف اسے ہی حاصل ہو گی جو اپنے چہرے کو اخلاص کے ساتھ آپ ﷺ کی طرف کر دے اور اس کے ساتھ کسی قسم کا کوئی اور قصد یا کام نہ ہو جو کہ اس کے منافی ہو۔

۵ ۔ اور آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ

من حج فزار قبری بعد وفاتی کان کمن زارنی فی حیاتی	جس نے حج کیا اور میرے وصال کے بعد میری زیارت کی وہ ایسا ہے گویا کہ اس نے میری حیات میں میری زیارت کی۔

۶ ۔ اور آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ

من حج فزار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی و صحبتی

جس نے حج کیا اور میری قبر منورہ کی زیارت کی وہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے میری ظاہری زندگی میں میری زیارت کی اور میری صحبت میں رہا۔

۷ ۔ اور آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ

من حج فزارنی فی مسجدی بعد وفاتی کان کمن زارنی فی حیاتی

جس نے حج کیا اور میری مسجد میں میری زیارت کی گویا کہ اس نے میری حیاتی میں میری زیارت کی۔

۸ ۔ اور آپ ﷺ کا یہ فرمان

من زارنی الی المدینة کنت له شفیعا او شهیدا

جس نے مدینہ میں آ کر میری زیارت کی میں اس کا شفیع یا گواہ ہوں گا۔

۹ ۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

من زار قبری (او قال) من زارنی کنت له شفیعا و شهیدا ومن مات فی احد الحرمین بعثه اللّٰه عزوجل فی الآمنین یوم القیامة

جس نے میری قبر کی زیارت کی (یا فرمایا) جس نے میری زیارت کی میں اس کا شفیع و گواہ ہوں گا اور جو دونوں حرموں میں سے کسی ایک میں فوت ہوا اللہ عزوجل اس کو روز قیامت امن والوں میں اٹھائے گا۔

۱۰ ۔ آپ ﷺ نے فرمایا

من زارنی متعمداً ای بان لم یقصد غیر زیارتی کان جواری یوم القیامة

جس نے قصداً میری زیارت کی یعنی اور کوئی اسے کام نہ ہو سوائے میرے قصد کے (جیسا کہ حدیث نمبر ۴ میں گزرا) وہ قیامت کے روز میرا ہمسایہ ہو گا۔

۱۱ ۔ من سکن المدینة و صبر علی بلائها کنت له شهیداً وشفیعا یوم القیامة

جس نے مدینہ شریف میں سکونت اختیار کی اور اس کی تکلیفوں پر صبر کیا میں قیامت کے دن اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا۔

۱۲ ۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے۔

من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی ومن مات باحد الحرمین بعث من الآمنین یوم القیامة

جس نے میری زیارت میرے وصال کے بعد کی گویا کہ اس نے میری حیاتی میں میری زیارت کی اور جو دونوں حرموں میں سے کسی ایک حرم میں فوت ہوا اس کو قیامت کے دن آمنین میں سے اٹھایا جائے گا۔

۱۳ ۔ آپ ﷺ کا فرمان اقدس ہے

من حج حجة الاسلام فزار قبری وغزا غزوة وصلی فی بیت المقدس لم یسأله الله تعالٰی فیما افترض علیه

جس نے حج مبرور ادا کیا اور میری قبر کی زیارت کی اور جہاد کیا اور بیت المقدس میں نماز پڑھی تو اللہ تعالٰی اس کو فرائض کے بارے میں نہ پوچھے گا۔

۱۴۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا

من زارنی بعد موتی فکانما زارنی وانا حیی ومن زارنی کنت له شهیدا و شفیعا یوم القیامة

جس نے میری زیارت میرے وصال کے بعد کی گویا کہ اس نے اس حالت میں میری زیارت کی کہ میں زندہ ہوں اور جس نے میری زیارت کی میں اس کا قیامت کے روز گواہ اور شفیع ہوں گا۔

۱۵۔ اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

من زارنی بالمدینه کنت له شهیدا وشفیعا یوم القیامة

جس نے مدینہ شریف میں میری زیارت کی میں اس کا قیامت کے دن گواہ اور شفیع ہوں گا۔

۱۶۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

من مات فی احد الحرمین بعث اللّٰه من الآمنین یوم القیامة ومن زارنی محتسبا الی المدینة کان فی جواری یوم القیامة

جو دونوں حرموں میں سے کسی حرم میں فوت ہوا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو آمنین میں سے اٹھائے گا۔ اور جس نے مدینہ میں نیکی اور ثواب سمجھتے ہوئے میری (قبر کی) زیارت کی وہ قیامت کے دن میرا ہمسایہ ہو گا۔

۱۷۔ اللہ کے حبیب ﷺ نے ارشاد فرمایا

من زارنی میتا فکانما زارنی حیا ومن زار قبری وجبت له شفاعتی یوم القیامة وما من احد من امتی له وسعة لم یزرنی فلیس له عذر

جس نے میری زیارت میرے وصال کے بعد کی گویا کہ اس نے مجھے زندہ دیکھا اور جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہو گئی اور میری امت میں سے جس کسی کو طاقت و وسعت ہو اور اس کے باوجود اگر اس نے میری زیارت نہ کی تو اس کے لئے کوئی عذر قبول نہیں کیا جائے گا۔

۱۸۔ محبوب رب العالمین ﷺ کا فرمان اقدس ہے۔

من زارنی فی مماتی کان کمن زارنی فی حیاتی ومن زارنی حتی ینتهی الی قبری کنت له یوم القیامة شهیدا او قال شفیعا

جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا کہ اس نے میری حیاتی میں میری زیارت کی اور جو زیارت کے لئے میری قبر تک پہنچا قیامت کے روز میں اس کا گواہ (یا فرمایا) شفیع ہوں گا۔

۱۹۔ سید المرسلین ﷺ نے ارشاد فرمایا

من حج الی مکة ثم قصدنی فی مسجدی کتبت له حجتان مبرورتان

جس نے مکہ شریف میں حج کیا پھر میرے ارادے سے میری مسجد میں آیا اس کے لئے دو مبرور حجوں کا ثواب لکھا گیا۔

۲۰ ۔ خطیب الانبیاء ﷺ نے ارشاد فرمایا

من زار قبری بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی و من لم یزر قبری فقد جفانی

جس نے میرے انتقال کے بعد میری زیارت کی گویا کہ اس نے میری حیات میں میری زیارت کی اور جس نے میری قبر کی زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

۲۱ ۔ امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا

من اتی المدینة زائرا الی وجبت له شفاعتی یوم القیامة ومن مات فی احد الحرمین بعث آمنا

جو مدینہ شریف میں میری زیارت کے لئے آیا قیامت کے دن اس پر میری شفاعت واجب ہو گئی اور جو دونوں حرموں میں سے کسی ایک حرم میں فوت ہوا وہ قیامت کے دن امن والا ہو گا۔

زیارت کے اعظم فوائد

سماعتِ مصطفیٰ ﷺ

جب زائر آپ ﷺ کی قبر شریف کے پاس آپ ﷺ پر درود و سلام پڑھتا ہے تو آپ ﷺ اس کو بذات خود حقیقی طور پر سماعت فرماتے ہیں اور بغیر کسی واسطہ سے آپ ﷺ اس کے سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں بخلاف اس کے کہ جو دور سے صلاۃ و سلام عرض کرتا ہے کیونکہ وہ درود و سلام آپ ﷺ پر بواسطہ ملائکہ پیش کیا جاتا ہے اور اس پر بہت ساری احادیث دلالت کرتی ہیں جس کو میں نے اپنی کتاب "الدرالمنضود" میں ذکر کر دیا ہے۔

ان احادیث میں سے وہ حدیث شریف جو کہ رسول اللہ ﷺ سے بسند

جید اور کہا گیا ہے کہ یہ غریب ہے کہ

من صلی علی عند قبری سمعته
ومن صل علی من بعید اعلمته

جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا میں اس کو سنتا ہوں اور جس نے دور سے پڑھا مجھے اس کا علم ہو جاتا ہے۔

اور ایک روایت میں کہ جس کی سند میں متروک راوی ہے۔ فرمایا

من صلی علی عند قبری سمعته
ومن صلی علی نائیا ای بعیدا
وکل اللہ به ملکا یبلغنی وکفی
امر دنیاہ وآخرته وکنت له یوم
القیامة شهیدا او شفیعا

جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا اس کو میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے درود پڑھے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے جو کہ مجھے وہ درود پہنچا دیتا ہے۔ اور وہ اس کے دنیا و آخرت کے تمام کاموں کے لئے کافی ہے اور میں اس کے لئے قیامت کے دن گواہ یا شفیع ہوں گا۔

اور ایک روایت میں ہے

ما من عبد یسلم علی عند قبری
الا وکل اللہ به ملکا یبلغنی

جو کوئی شخص مجھ پر میری قبر کے نزدیک سلام کہے گا اللہ نے ایک فرشتہ موکل بنایا ہے جو کہ مجھے پہنچا دیتا ہے۔

اور دوسری روایت کہ جس کی سند میں ضعف ہے لیکن شواہد کے ساتھ قوی ہو جاتی ہے۔

اکثروا الصلاۃ علی فان اللہ وکل
بی ملکا عند قبری فاذا صلی
علی رجل من امتی قال ذلک
الملک یا محمد ان فلان بن فلان
صلی علیک الساعۃ

مجھ پر زیادہ درود شریف پڑھا کرو
بے شک اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر
ایک فرشتہ موکل فرمایا ہے پس
جب کوئی شخص میرا امتی مجھ پر
درود پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ مجھے
عرض کرتا ہے یا رسول اللہ
(ﷺ) فلاں بن فلاں نے
آپ ﷺ پر اس گھڑی درود پڑھا
ہے۔

اور دوسری روایت کہ اس کی سند حسن ہے بلکہ صحیح ہے جیسا کہ امام نووی وغیرہ نے کہا ہے اور اس میں ایسا اعتراض ہے جو کہ اس کی سند کی صحت میں قادح نہیں ہے۔

ما من احد یسلم علی الا رداللہ
علی روحی حتی ارد علیہ

جب بھی کوئی شخص مجھ پر سلام
عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری
روح کو میری طرف لوٹاتا ہے حتیٰ
کہ میں اس کو جواب دیتا ہوں۔

اور ابن بشکوال نے روایت کی

ما من احد یسلم علی الا رداللہ
علی روحی حتی ارد علیہ

جو کوئی بھی مجھ پر سلام پڑھتا ہے
اللہ تعالیٰ میری روح کو میری
طرف لوٹا دیتا ہے تو میں اس کو
سلام کا جواب دیتا ہوں۔

اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں

ما من مسلم یسلم علی فی شرق ولا غرب الا انا ملائکۃ ربی یرد علیه السلام فقال له قائل یا رسول اللّٰه فما بال اہل المدینۃ قال وما یقال لکریم فی جیرانه انه مما امر به من حفظ الجوار حفظ الجیران

جو کوئی (مسلمان) شخص بھی مشرق میں یا مغرب میں مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو میں اور میرے رب کے فرشتے اس کو جواب دیتے ہیں تو ایک کہنے والے نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مدینہ والوں کا کیا حال ہے تو فرمایا کہ کریم کے لئے اپنے ہمسایوں کے بارے میں کہا جائے گا حالانکہ ہمسایوں کی حفاظت کے بارے میں حکم دیا گیا ہے۔

اور اس کی سند غریب ہے بلکہ اس میں ایسا راوی موجود ہے کہ جس پر ذہبی نے وضع کی تہمت لگائی ہے۔ اور دوسری سند کہ اس میں ضعف ہے

ان اقربکم منی یوم القیامۃ فی کل موطن اکثر کم علی صلاۃ فی الدنیا

قیامت کے دن سب سے زیادہ میرے قریب وہ شخص ہو گا جو کہ ہر مقام پر دنیا میں مجھ پر زیادہ درود شریف پڑھے گا۔

اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

من صلی علی فی یوم الجمعۃ و لیلۃ الجمعۃ مائۃ مرۃ قضی اللّٰه له مائۃ حاجۃ سبعین من حوائج

جس نے مجھ پر جمعہ اور جمعرات کو ایک سو مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائے گا

الاخرة وثلاثین من حوائج الدنیا ثم یوکل اللہ بذالک ملکا یدخله فی قبری کما تدخل علیکم الهدایا یخبرنی بمن صل علی باسمه ونسبه الی عشیرته فاثبته عندی فی صحیفة بیضاء

ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی پھر ایک فرشتہ اس پر مقرر ہوتا ہے اور میری قبر میں اس درود کو لے کر آتا ہے جس طرح کہ تمہارے پاس ہدیے آتے ہیں پھر وہ مجھے اس شخص کے نام اور نسب اور خاندان کی خبر دیتا ہے۔ تو وہ میرے پاس سفید نورانی صحیفہ میں لکھ دیا جاتا ہے۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔

ان علمی بعد موتی کعلمی فی الحیاة

کہ میرے وصال کے بعد بھی میرا علم ایسا ہی ہے جیسا کہ حیات میں تھا۔

اور ایک اور روایت کہ جس کے راوی سب ثقات ہیں سوائے ایک کے کہ وہ غیر معروف ہے۔

من صلی علی بلغتنی صلاته وصلیت علیه و کتب له سوی ذلک عشر حسنات

جس نے مجھ پر درود پڑھا اس کا درود مجھ تک پہنچ جاتا ہے میں اس کے درود کا جواب دیتا ہوں اور اس کے علاوہ اس کو دس نیکیاں دی جاتی ہیں۔

ایک اور روایت صحیح کہ اس میں طعن بلاوجہ کیا گیا ہے۔ اس کو ابن خزیمہ و ابن حبان اور حاکم نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر حسن صحیح ہے لیکن اس نے اس کو روایت نہیں کیا۔

اسی طرح امام نووی نے کتاب الاذکار میں اس کی تصحیح کی ہے اور حافظ عبدالغنی و حافظ منذری نے کہا کہ حسن ہے۔ امام ابن دحیہ نے کہا کہ صحیح ہے اور عادل سے عادل نقل کر رہا ہے یعنی تمام راوی عادل ہیں اور جس نے کہا کہ یہ خفیہ علت کے سبب منکر یا غریب ہے اس نے بے کار بات کہی ہے۔ کیونکہ امام دار قطنی نے اس اعتراض کو رد کیا ہے۔

من افضل ایامکم یوم الجمعة فیه خلق آدم و فیه قبض و فیه النفخة و فیه الصعقة فاکثروا علی من الصلاة فیه فان صلاتکم معروضة علی قالوا یا رسول اللہ وکیف تعرض صلاتنا علیک وقد ارمت یعنی بلیت قال ان اللہ عزوجل حرم علی الارض ان تاکل اجسام الانبیاء

تمہارے سب دنوں سے افضل جمعہ کا دن ہے۔ اسی میں حضرت آدم کی تخلیق ہوئی اسی میں وہ قبض کئے گئے اسی میں نفخہ اور صعقہ ہے۔ اسی میں مجھ پر زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ کیسے آپ ﷺ پر درود پیش کیا جائے گا جب کہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالٰی نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے اجسام کو کھائے۔

امام خطابی نے فرمایا "ارمت" الف پر فتح اور "میم" ساکن اور "ت" پر فتح ہے۔ یہ اصل میں "ارممت" تھا یعنی "ای رمیما" تو ہڈیاں ہو گیا۔ ایک میم کو حذف کیا تخفیف کے لئے جیسا اظلت یعنی اظللت اور رمیم والرمة

العظام البالیۃ، اور امام خطابی کے سوا دیگر نے فرمایا کہ اس میں میم مشدد ہے اور آخری "ت" ساکن ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں "میم" مضموم ہے اور "ر" مکسور ہے۔

اور دوسری روایت کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں مگر یہ منقطع ہے۔

اکثروا من الصلاۃ علی یوم الجمعۃ فانہ یوم مشھود تشھدہ الملئکۃ وان احد لن یصلی علی الا عرضت علی صلاتہ حتی یفرغ منھا قال راویہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ وبعد الموت فقال وبعد الموت ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجسام الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق

روز جمعہ مجھ پر زیادہ درود پڑھا کرو کیونکہ یہ حاضری کا دن ہے اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں تم میں سے کوئی مجھ پر درود نہیں پڑھتا۔ مگر اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ درود سے فارغ ہو جائے۔ راوی حدیث یعنی حضرت ابودرداؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ وفات کے بعد، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وفات کے بعد کیونکہ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے پس اللہ کا نبی زندہ ہے اور رزق دیا جاتا ہے۔

رزق یعنی معارف ربانیہ اور مراتب رحمانیہ جو کہ آپ ﷺ کے بلند مقام کے متعلق ہیں۔ آپ ﷺ ان سے اپنی قبر شریف میں لذت پاتے ہیں۔ جیسا کہ آپ ﷺ اپنے وصال شریف سے پہلے ان سے لذت پاتے تھے۔ پس یہ آپ ﷺ کی روح کے لئے غذا ہے اس کو رزق سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس

میں اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کو باطنی طور پر نعمت حاصل ہے جیسا کہ ظاہر انعام حیاتی میں اور بعد از ظاہری حیات۔ اور "حیی" یعنی محفوظ ہیں یعنی ہر وقت۔ اور احادیث جو کہ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ پر درود اس وقت پیش کیا جاتا ہے جبکہ وہ درود شریف پڑھتا ہے اور جمعہ کے روز اور قیامت کے روز اور ہم کہتے ہیں کہ آپ ﷺ پر درود شریف متعدد مرتبہ پیش کیا جاتا ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہے کہ اعمال اللہ تعالٰی پر ہر صبح و شام پیش کئے جاتے ہیں اور پھر ہر پیر اور جمعرات اور شعبان کی پندرہویں تاریخ کو پیش کئے جاتے ہیں۔

دور و نزدیک سے سننے والے وہ کان
کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

اور امام طبرانی نے جو روایت کی اس کے الفاظ یہ ہیں

لیس عبد یصلی علی الا بلغنی صوته قلنا یا رسول اللہ وبعد وفاتک قال وبعد وفاتی ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء

مجھ پر کوئی شخص درود نہیں پڑھتا مگر اس کی آواز مجھے پہنچ جاتی ہے۔ ہم نے عرض کی اور آپ ﷺ کے وصال کے بعد تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے وصال کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالٰی نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے

یعنی آپ ﷺ درود شریف حسی طور پر سنتے ہیں جیسا کہ دوسرے ظاہری و باطنی حواس ہیں وہ ہر حالت میں قائم ہیں۔ جیسے وصال سے پہلے تھے ایسے ہی وصال کے بعد بھی آپ ﷺ کے حواس کام کرتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالٰی نے

ان کو غذا حسی سے مستغنی فرما دیا ہے اور یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی عزت و کرامت کے طور پر ہے۔ جیسا کہ فرشتے غذا حسی کے محتاج نہیں ہیں ایسے ہی انبیاء کرام بھی محتاج نہیں ہیں۔ (تو اس حدیث صحیح سے معلوم ہوا کہ درود پڑھنے والا چاہے کہیں پر بھی ہو اس کی آواز آپ ﷺ خود سن لیتے ہیں ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ۔ مترجم غفرلہ)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں

قلنا یا رسول اللہ کیف تبلغک صلاتنا اذا تضمنتک الارض قال ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء

ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ جب آپ ﷺ مٹی کے ساتھ مل چکے ہوں گے تو کیسے ہمارا درود آپ ﷺ پر پیش کیا جائے گا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے اجسام کو کھائے

اور بہت سارے محدثین نے روایت کی کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

ان للہ ملک اعطا اسماع الخلائق فھو قائم علی قبری اذمت فلیس احد یصلی علی صلاۃ الا قال یا محمد صل علیک فلان ابن فلان فیصلی الرب تبارک و تعالیٰ علی ذالک الرجل بکل واحدۃ عشرا

بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے کہ جس کو تمام مخلوق کی آوازیں سننے کی طاقت عطا فرمائی گئی ہے۔ وہ میرے وصال کے بعد میری قبر پر کھڑا رہے گا پس جب بھی کوئی شخص مجھ پر درود پڑھے گا تو وہ کہے گا یا رسول اللہ ﷺ فلاں بیٹا فلاں کا

آپ ﷺ پر درود پڑھتا ہے تو رب تبارک و تعالٰی اس آدمی پر ایک کے بدلے دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں

فهو قائم على قبري حتى تقوم الساعة فليس احد من امتي يصلي على صلاة الاقال يا احمد صلى عليك فلان ابن فلان باسمه واسم ابيه يصلي عليك كذا او كذا و ضمن لي الرب ان من صلى على صلاة صلى الله عليه مبشرا وان زاد زاده الله

کہ وہ فرشتہ قیامت تک میری قبر پر کھڑا رہے گا میری امت میں سے جو کوئی بھی درود پڑھے گا وہ فرشتہ مجھے یا احمد (ﷺ) فلاں بیٹا فلاں کا اس کا نام اور اس کے باپ کا نام لے کر کہے گا کہ وہ آپ ﷺ پر درود پڑھتا ہے۔ میرے رب نے ضمانت دی ہے کہ جو کوئی بھی مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا اللہ اس پر دس رحمتیں فرمائے گا۔اور زیادہ کرے گا تو اللہ تعالٰی بھی زیادہ رحمتیں فرمائے گا۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں

ان الله وكل بقبري ملكا اعطاه اسماع الخلائق لا يصلي على احد الى يوم القيامة بلغني باسمه

بے شک اللہ تعالٰی نے میری قبر پر ایک فرشتہ موکل بنا دیا ہے کہ اس کو تمام مخلوق کی آواز سننے کی

واسم ابیه هذا فلان ابن فلان قد صلی علیک

طاقت عطا فرمائی ہے جو کوئی بھی قیامت تک مجھ پر درود پڑھے گا وہ فرشتہ اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر عرض کرے گا کہ یہ فلاں بیٹا فلاں کا اس نے آپ ﷺ پر درود پڑھا ہے۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ زیادہ آئے ہیں

وانی سألت ربی عزوجل ان لا یصلی علی واحد منهم صلاة لا صلی علیه عشر امثالها وان الله عزوجل اعطانی ذلک

میں نے اپنے رب عزوجل سے سوال کیا کہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے تو اس پر دس رحمتیں فرما تو اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔

اور اس کی سند میں ایک راوی ہے جس کو امام بخاری نے واضع کہا' ابن حبان نے اس کو ثقہ کہا جبکہ ان کے علاوہ دیگر بعض محدثین نے اس کو ضعیف کہا۔

تنبیہہ

احادیث کے درمیان تعارض اور اس کا حل

ان احادیث میں بادی النظر میں تعارض معلوم ہوتا ہے کہ پہلی احادیث میں آیا کہ آپ ﷺ قبر کے قریب درود و سلام پڑھنے والے کا درود و سلام خود بلا واسطہ سماعت فرماتے ہیں اور جو دور سے پڑھتا ہے وہ آپ ﷺ تک پہنچایا جاتا ہے۔

تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ اگر آپ ﷺ خود سنیں اور اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کو اگر بواسطہ ملائکہ بھی درود شریف پہنچا دیا جائے تو اس میں کیا چیز مانع ہے؟ بلکہ یہ تو آپ ﷺ کی مزید رفعت شان پر دلالت کرنے والی چیز ہے۔ اور یہ کسی رات یا دن کے ساتھ خاص بھی نہیں ہے۔ چاہے یوم جمعہ ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور دن اس سلسلہ میں سب برابر ہیں۔ (حضرت مصنف علام کی اس توجیہ سے معلوم ہوا کہ جیسے آپ ﷺ قبر کے قریب سے سنتے ہیں لیکن اس کے باوجود قریب سے پڑھنے والے کا درود و سلام فرشتہ بھی پہنچاتا ہے اسی طرح دور سے آپ ﷺ کو فرشتے درود و سلام پہنچاتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ اگر آپ ﷺ خود بھی سماعت فرمائیں جیسا کہ پیچھے صحیح حدیث میں گزرا تو یہ بھی آپ ﷺ کی شان اقدس میں اضافہ ہی متصور ہو گا اور یہ بدعت یا شرک نہیں ہو گا۔ جیسا کہ بعض جہال کا وہم ہے۔ مترجم غفرلہ) اور جن ادلہ میں ظاہرا تعارض ہو تو ان میں ہر ممکن حد تک جمع واجب ہے۔

حضرت امام نووی نے اس شخص کے لئے فتویٰ دیا کہ جو تین طلاقوں کی قسم اٹھائے کہ نبی اکرم ﷺ صلاۃ و سلام سنتے ہیں وہ حانث ہو گا کہ نہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہ اپنی قسم میں حانث نہیں ہو گا کیونکہ اس میں شک ہے اور تقویٰ چاہتا ہے کہ وہ حانث ہو۔

اور بعض احادیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ہر صلاۃ و سلام پڑھنے والے کا جواب بھی دیتے ہیں چاہے وہ زائر ہو یا کہ دور سے صلاۃ و سلام پڑھ رہا ہو۔ اور اس کو صرف زائر کے ساتھ خاص کرنا یہ دلیل کا محتاج ہے۔ اور دلیل تو اس کے خلاف اور اس دعویٰ کو رد کرتی ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہے۔

ما من احد يمر بقبر اخيه المؤمن كان يعرفه فی الدنیا فیسلم علیه الاعرضه ورد علیه السلام

جو کوئی اپنے مومن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے اور دنیا میں اس کو جانتا ہو تو جب وہ اس کو سلام کرے گا تو وہ اس کو پہچانے گا اور اس کے سلام کا جواب بھی دے گا۔

اور اگر نبی اکرم ﷺ کا سلام کا جواب دینا بھی صرف زائر کے ساتھ خاص کر دیا جائے تو اس میں آپ ﷺ کی کوئی تخصیص نہیں رہتی یہ تو ہر مسلمان جواب دیتا ہے۔

حضرت امام ابو الیمن بن عساکر نے ارشاد فرمایا جب یہ کہنا جائز ہے کہ آپ ﷺ زائرین میں سے ہر ایک کے سلام کاجواب دیں تو یہ بھی جائز ہے کہ آپ ﷺ کی امت جمیع آفاق سے سلام بھیجے تو آپ ﷺ ہر ایک کے سلام کا جواب مرحمت فرمائیں اور یہی آپ ﷺ کی شفقت کا تقاضہ ہے۔ جب مجھے اس بات کا علم ہو گیا کہ آپ ﷺ زائر قبر کے سلام کا جواب بنفس نفیس عنایت فرماتے ہیں اور اس میں قطعاً کوئی شک نہیں ہے اور اگر اختلاف ہے تو صرف غیر زائر کے بارے میں ہے اور اگر آپ ﷺ ان کا جواب بھی عنایت فرمائیں تو یہ آپ ﷺ کی ایک اور فضیلت عظیمہ ہو گی جو غیر زائرین کے لئے ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ان کی آوازیں آپ ﷺ تک بغیر کسی وسیلہ و واسطہ کے پہنچا دیتا ہے۔ اور آپ ﷺ ان کے سلاموں کا جواب عطا فرماتے ہیں۔ بالخصوص زائرین کو یہ فضیلت عظیمہ بہرحال حاصل ہے پس جو شخص یہ جان لے کہ قبر منورہ پر یہ فضیلت حاصل ہو گی تو میں نہیں جانتا کہ کوئی مسلمان زیارت کرنے سے پیچھے رہے اور قدرت ہونے کے باوجود پیچھے رہ گیا تو خدا کی قسم وہ خیر و برکت سے دور ہو گیا اور بہت بڑی نیکی سے محروم رہ گیا۔ ہم

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایسی بدبختی سے پناہ مانگتے ہیں۔

حیاۃ النبی ﷺ

اور ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ ﷺ ہمیشہ اور ہمہ وقت زندہ ہیں کیونکہ یہ محال ہے کہ زمین کا کوئی خطہ ایسا ہو کہ جہاں آپ ﷺ پر کوئی شخص رات دن کے کسی حصہ میں درود و سلام نہ پڑھ رہا ہو۔ پس ایمان لاتے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں کہ آپ ﷺ زندہ ہیں اور رزق پاتے ہیں اور آپ کا جسد اقدس تروتازہ ہے اور اسے زمین گزند نہیں پہنچاتی۔ اور اسی طرح تمام انبیاء کرام علیہم الصلوۃ و سلام زندہ و جاوید ہیں اور اسی پر اجماع ہے۔ اور کہا گیا ہے اسی طرح علماء' اولیا و مؤذن اور شہداء بھی زندہ ہیں،کیونکہ بہت سارے علماء اور اولیاء کے اجسام بعد میں جب مکشوف ہوئے تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ ترو تازہ ہیں اور ان کے اجسام میں کسی قسم کا کوئی تغیر و تبدل واقع نہیں ہوا جیسا کہ صحیح سند سے ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ یعنی حضرت جابر کے والد ماجد اور حضرت عمرو بن الجموع رضی اللہ عنہما کہ دونوں غزوۂ احد میں شہید ہوئے ان کی قبروں میں چھیالیس سال بعد سیم ہوگئی' جب ان کو منتقل کرنے کے لئے کھودا گیا تو ان کے جسموں میں قطعاً کوئی تغیر رونما نہیں ہوا تھا۔ ان میں سے ایک کو جنگ میں زخم لگا تھا تو انہوں نے اپنا ہاتھ اپنے زخم پر رکھا ہوا تھا۔ تو ان کو اسی حالت میں دفن کیا گیا تو وہ اتنے سال بعد بھی اسی حالت میں ہاتھ زخم پر ہی تھا پھر ان کو اسی حالت میں دوبارہ دفن کر دیا گیا۔

اور جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ شریف کے قریب نہر کھدوائی اور یہ غزوۂ احد کے پچاس سال بعد کا واقعہ ہے تو اس وقت دوران کھدائی ایک کدال حضرت نبی اکرم ﷺ کے چچا حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے قدم مبارک پر

لگا تو اس سے خون جاری ہو گیا۔

تو ان روشن اور واضح دلائل سے ظاہر ہوتا ہے کہ شہداء کی حیات اولیاء کرام سے زیادہ قوی ہے کیونکہ ان کے بارے میں قرآن کریم میں نص وارد ہے لیکن شہداء کی حیات انبیاء کرام علیہم الصلواۃ و السلام کی حیات سے نچلے درجے کی ہے کیونکہ حضرات انبیاء اس کے زیادہ حق دار ہیں اور ان حیاتوں کے درمیان تفاوت حیات کے ثمرات میں ہے اور یہ کوئی بعید چیز نہیں ہے۔ پس اس میں غور و فکر اور تدبر کرنا چاہیے۔

اور ہمارے بعض آئمہ نے اس میں نظر کی کہ نبی اکرم ﷺ کی حیات سب سے زیادہ ممتاز ہے۔ اور انہوں نے اس کا اثبات فرمایا ہے۔ حتیٰ کہ یہ حیات بعض احکام میں دنیاوی زندگی کے مطابق و مثل ہے۔ بلکہ آپ ﷺ کے خصائص میں سے شمار کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی میراث اصلی حالت میں باقی ہے۔ جیسی کہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں تھی اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو اس طرح آپ ﷺ کے اہل و عیال اور خادموں پر خرچ کیا جیسا کہ آپ ﷺ خود فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کی میراث تقسیم نہ ہوئی یہ بھی آپ ﷺ کی دنیاوی زندگی ہونے کی مؤید دلیل ہے۔ اور جو موت آپ ﷺ پر واقع ہوئی وہ مستمر نہیں تھی اس کے فوراً بعد حیاۃ عود کر آئی جو کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ اور امام بیہقی نے اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب تحریر فرمائی ہے۔ اور انہوں نے اس میں بہت ساری احادیث سابقہ سے حیاۃ الانبیاء پر استدلال کیا ہے۔ اور اس صحیح حدیث سے بھی استدلال کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

الانبیاء احیاء فی قبورہم یصلون — انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

اور اس حدیث کی شاہد مسلم شریف کی صحیح روایت ہے۔ جس میں آپ ﷺ

نے فرمایا

مررت بموسیٰ لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ

میں معراج کی رات حضرت موسیٰ پر گزرا تو وہ سرخ ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ (مسلم شریف)

اور یہ دعویٰ کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے۔ یہ حدیث مسلم سے باطل ہے۔ جس میں آپ ﷺ نے فرمایا

فقد رائیتنی فی الحجر و قریش تسألنی عن سرای (الحدیث وفیہ) وقدرائیتنی فی جملۃ من الانبیاء فاذاموسی قائم یصلی فاذا رجل ضرب جعد و فیہ عیسیٰ بن مریم قائم یصلی اقرب الناس بہ شبھا عروۃ بن مسعود واذا ابراہیم قائم یصلی اقرب للناس بہ صاحبکم ای یعنی نفسہ فحانت الصلوۃ فاممنھم

میں نے اپنے آپ کو حجر میں پایا اور قریش مجھ سے (میرے سفر کے بارے) پوچھ رہے تھے (دوسری حدیث میں ہے) میں نے اپنے آپ کو تمام انبیاء کے ساتھ پایا پس حضرت موسیٰ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور ایک شخص بنی جعد (آل شنوہ) کی طرح تھا اور وہاں حضرت عیسیٰ بن مریم کھڑے نماز پڑھ رہے تھے وہ عروہ بن مسعود ثقفی سے ملتے جلتے تھے اور حضرت ابراہیم کھڑے نماز پڑھ رہے تھے وہ تمہارے آقا (ﷺ) سے ملتے جلتے تھے۔ جب نماز کا وقت ہوگیا تو میں نے ان تمام کی امامت کرائی۔

اور ایک حدیث شریف کے الفاظ اس طرح ہیں کہ میں ان کے ساتھ بیت المقدس میں ملا جبکہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ انبیاء کی جماعت کے ساتھ آسمانوں میں ملے تو انہوں نے آپ ﷺ سے کلام کیا اور آپ ﷺ نے ان سے کلام فرمایا۔ امام بیہقی نے فرمایا کہ یہ سب احادیث صحیح ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا پھر حضرت موسیٰ و دیگر انبیاء بیت المقدس میں تشریف لے گئے۔ جیسا کہ ہمارے آقا ﷺ بیت المقدس میں تشریف لے گئے تھے۔ پس آپ ﷺ نے ان کو وہاں دیکھا۔ پھر وہ آسمانوں میں تشریف لے گئے جیسا کہ ہمارے نبی ﷺ تشریف لے گئے پس آپ ﷺ نے ان سب کو وہاں دیکھا جیسا کہ آپ ﷺ نے اس کی خبر دی ہے۔ اور انبیاء کرام کا مختلف اوقات میں مختلف جگہوں پر تشریف لے جانا عقلی طور پر جائز ہے۔ جیسا کہ اس بارے میں صحیح حدیث شریف میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے۔ اور یہ تمام اشیاء انبیاء کرام کی حیات پر دلالت کرتی ہیں۔

اور آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ "میں نے دیکھا" تو صحیح بات یہ ہے کہ معراج بیداری کی حالت میں ہوئی تھی اور جو یہ کہے کہ یہ تمام واقعات خواب کے ہیں تو اس کا قول مردود ہے اور اگر یہ بھی ہو تو حضرات انبیاء کرام کی خوابیں بھی وحی الٰہی ہوتی ہیں۔

اور شہدا کی حیات برزخ میں' یہ نص قرآنی سے ثابت ہے

اور حضرت ابن عباس اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے صراحت فرمائی کہ آپ ﷺ شہید فوت ہوئے اور ان کی اس بات کی مؤید آپ ﷺ کی یہ حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے مرض وفات میں فرمایا تھا۔ کہ "جو مسموم گوشت میں نے خیبر میں کھایا تھا اس کا اثر لوٹ آیا ہے اور میری ابھری رگ کاٹ رہا ہے۔" چونکہ آپ ﷺ نے خیبر میں زہر آلود بکری کا جو گوشت تناول فرمایا تھا وہ سم قاتل تھا جس کے کھانے سے حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ اسی وقت انتقال فرما گئے تھے اور رسول اللہ ﷺ پر زہر نے کوئی اثر نہیں کیا تھا یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا۔ اس مسموم گوشت نے آپ ﷺ پر اخیر عمر میں اثر کیا۔ اور آپ ﷺ اسی مرض میں اس دنیا سے انتقال فرما گئے۔ علماء

نے بیان کیا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ میں نبوت و شہادت دونوں درجے جمع فرما دیئے۔ اور اس شہادت کی وجہ صرف یہی نہیں کہ آدمی کافر کے ہاتھوں کسی جنگ میں قتل ہو۔ کافر کے ہاتھوں کسی وجہ و کسی طرح سے بھی مقتول شہید کہلائے گا۔ صرف جنگ میں قتل ہونے والے پر دنیاوی احکام کا اجراء ہو گا۔ اور حیات تو ہر شہید کے لئے حاصل ہے جیسا کہ غرق ہونے والے اور مبطون وغیرہ۔

اور جمہور علماء کا یہ عقیدہ ہے کہ شہداء کی حیات حقیقی ہے۔ بعض نے کہا کہ صرف روح کو ہے اور بعض نے فرمایا کہ روح اور جسد دونوں کے لئے ہے۔ یعنی ان کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوں گے اور ان میں ہمیشہ حیات کے آثار یعنی خون کا چلنا اور بدن کا تر و تازہ رہنا ہے۔ اور ان کے ابدان کا مشاہدہ کیا گیا کہ ان میں یہ امور ثابت ہیں جیسا کہ پچھلے صفحات میں گزرا۔

اور آپ ﷺ کی طرف روح کا رد کرنا اور لوٹانا یہ احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ یہاں روح سے مراد نطق ہے جیسا کہ علماء کی ایک جماعت نے اس کی تصریح فرمائی ہے کہ آپ ﷺ ہمیشگی کے ساتھ زندہ ہیں لیکن زندگی کے لئے ہمیشہ نطق کا ہونا ضروری نہیں جیسا کہ امام سبکی نے فرمایا ہے کہ جب بھی کوئی آپ ﷺ پر سلام بھیجتا ہے تو آپ ﷺ کا نطق آپ ﷺ کو لوٹایا جاتا ہے اور آپ ﷺ درود و سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں۔

اور اسی طرح جیسا کہ گزرا کہ حضرات انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ نماز زندوں کی نماز کی طرح ہے جیسا کہ وہ دنیا میں پڑھتے ہیں اور روح کا علاقہ نطق کے ساتھ تو یہ جائز ہے جب کہ دونوں میں تلازم ثابت ہے۔

اور امام بیہقی نے رد روح کا معنی کرتے ہوئے بیان فرمایا

انها ردت الیه عقب دفنه صلی اللہ علیه وسلم لا جل سلام من یسلم علیه واستمرت فی جسده الشریف صلی اللہ علیه وسلم	آپ ﷺ پر دفن کے فوراً بعد روح لوٹا دی گئی تاکہ سلام بھیجنے والوں کے سلام کا جواب دیں اور وہ آپ ﷺ کے جسم اقدس میں ہمیشہ مستقر ہے۔

ایسا نہیں کہ بار بار روح لوٹائی جاتی ہے پھر نکالی جاتی ہے۔ اس طرح تو آپ ﷺ پر متعدد مرتبہ وفات اور متعدد مرتبہ حیات آئے گی تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد اور یہ جائز نہیں ہے۔

تو اس کا جواب دیا گیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں جبکہ اس کے نکالنے اور رد کرنے میں کوئی مشقت نہ ہو۔

امام سبکی نے اس کا جواب دیا کہ

یحتمل ان یکون ردا معنویا وان تکون روحه الشریف صلی اللہ علیه وسلم مشتغلة بشهود والحضرة الا لهیة والملاء الاعلی عن هذا العالم فاذا سلم علیه صلی اللہ علیه وسلم اقبلت الروح الشریفة علی هذا العالم لتدرک سلام من یسلم علیه وترد یلزم علیه استغراق الزمان کله علیه ولانظر الاتصال الصلاة علیه فی اقطار الارض لان	اس میں احتمال ہے کہ یہاں روح سے مراد رد معنوی ہو۔ کیونکہ آپ ﷺ کی روح طیبہ بارگاہ الٰہی و ملاء اعلیٰ میں مشغول ہوتی ہے اور جب کوئی آپ ﷺ پر سلام عرض کرتا ہے تو آپ ﷺ کی روح مبارکہ اس عالم سے اس عالم کی طرف متوجہ ہوتی ہے تاکہ اس سلام کا ادراک فرما کر ہر سلام پڑھنے والے کا جواب دے اور یہ استغراق ہر وقت کو لازم

امور الاخرة لاتدرک بالعقل واحوال البرزخ اشبه باحوال الاخرة

نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ پر زمین کے ہر کونے پر اتصال کے ساتھ مسلسل سلام پڑھا جاتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ اتنے سلاموں کا جواب آپ ﷺ بیک وقت کیسے دیتے ہیں؟ تو ہم کہیں گے کہ امور آخرت عقل سے نہیں سمجھے جا سکتے اور احوال برزخ بھی احوال آخرت کی ہی مانند ہیں۔

اور بعض علماء نے بیان فرمایا کہ رد روح سے مراد صلوۃ و سلام پر موکل فرشتہ ہے۔

اور ابن العماد نے اس سلسلہ میں ارشاد فرمایا

یحتمل ان یراد به هنا السرور مجازا فانه قد یطلق و یراد به ذلک

احتمال ہے کہ یہاں رد روح سے مراد سرور اور خوشی ہو کیونکہ عام طور پر اس کا اطلاق خوشی پر ہوتا رہتا ہے۔

السلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ ﷺ

جب یہ ثابت ہو گیا کہ آپ ﷺ اپنی قبر منورہ میں زندہ ہیں تو اب " علیک السلام" کے الفاظ کے ساتھ سلام نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ مردوں کی تحیت ہے۔ اور مصنفین کی کتب اس مسئلہ میں بھری پڑی ہیں۔ پس اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

ابن ابی شیبہ نے روایت کی

اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت علیک السلام یا رسول اللہ فقال لا تقل علیک السلام فان علیک السلام تحیۃ الموتی

میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا تو عرض کی علیک السلام تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا علیک السلام نہ کہہ کیونکہ علیک السلام مردوں کے لئے سلام ہے۔

امام ترمذی نے سند حسن کے ساتھ روایت کی۔

ان رجلا قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم علیک السلام یا رسول اللہ ثلاث مرات فقال لہ ان علیک السلام تحیۃ الموتی ثم قال صلی اللہ علیہ وسلم اذا لقی الرجل اخاہ المسلم فلیقل السلام علیک ورحمۃ اللہ ثم رد صلی اللہ علیہ وسلم علی الرجل سلامہ فقال وعلیک السلام و رحمۃ اللہ ثلاثا

ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا علیک السلام یا رسول اللہ ﷺ اور تین مرتبہ اس نے کہا آپ ﷺ نے فرمایا کہ علیک السلام مردوں کا سلام ہے پھر فرمایا جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی سے ملے تو اس کو السلام علیک و رحمتہ اللہ کہے پھر آپ ﷺ نے اس کے سلام کا تین مرتبہ جواب دیا اور فرمایا وعلیک السلام و رحمتہ اللہ۔

تو یہ کہنا صحیح نہیں کیونکہ آپ ﷺ نے اس کو علیک السلام کے الفاظ کے ساتھ جواب دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح سلام صحیح ہے اور یہ معتدبہ ہے اور ابتدا اور جواب میں بہت تھوڑا سا فرق ہے تو غرض صحیح کے ساتھ یہ بھی صحیح ہو گا اور اس کا کوئی نقصان نہیں ہے۔ جیسا کہ میں نے شرح مشکوۃ باب التیمم وغیرہ میں اس حدیث کے تحت بیان کر دیا ہے کہ جس میں ان کے

درمیان فرق بیان کیا ہے۔ اور اسی طرح آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ مردوں کو سلام کرتے وقت "السلام علیکم دارقوم مؤمنین" کے الفاظ کے ساتھ سلام کرتے تھے۔ تو پھر "علیکم السلام تحیت الموتی" کا یہ معنی ہو گا کہ یہ مردہ دلوں کا سلام ہے یا یہ جہالت کی نشانی ہے بہرحال السلام علیکم کہنا بہتر ہے اور افضل ہے چاہے زندوں کو سلام کیا جائے یا مردوں کو۔

قصۂ تابوت حضرت یوسف علیہ السلام اور منکرین حیات انبیاء کا رد

اور صحیح ابن حبان میں جو بنی اسرائیل کی بڑھیا کا قصہ ہے کہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کے تابوت کی اطلاع دی تو یہ واقعہ حیات الانبیاء کے منافی نہیں ہے۔ اگرچہ اس میں عظام یوسف علیہ السلام (حضرت یوسف علیہ السلام کی ہڈیاں) کے الفاظ ہیں تو آپ علیہ السلام نے ان کو نکالا اور اپنے ساتھ مصر سے بیت المقدس لے گئے۔ یہاں عظام سے مراد جسم اقدس ہے اور جب جسم میں روح نظر نہ آئے تو اس کو عظام کے ساتھ تعبیر کر دیتے ہیں اور یہ ظن کے اعتبار سے ہے (ویسے بھی کمزور آدمی کو لوگ کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو ہڈیوں کا ڈھانچہ ہے حالانکہ وہ زندہ ہوتا ہے۔ مترجم) کیونکہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ و السلام کے ابدان قبروں میں اسی طرح تروتازہ ہیں جیسا کہ زندگی کی حالت میں رہتے ہوئے تروتازہ تھے۔ اور اسی طرح وہ حدیث بھی اس کے منافی نہیں ہے جو کہ ہمارے نبی ﷺ کی طرف منسوب ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

انا اکرم علی ربی عن ان یترکنی فی قبری بعد ثلاث

کہ میں اپنے رب کے نزدیک اس سے زیادہ عزت والا ہوں کہ وہ مجھے تین دن کے بعد قبر میں چھوڑے۔

امام بیہقی نے فرمایا اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ انبیاء

کرام اتنے دنوں کے بعد نہیں چھوڑے جاتے مگر یہ کہ وہ قبور میں نمازیں پڑھتے ہیں جیسا کہ گزرا کہ حضرات انبیاء کرام زندہ ہیں اور قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں۔

اور اسی طرح ایک غیر ثابت خبر میں ہے

ان الانبیاء علیہم الصلاۃ و السلام لا یترکون فی قبورھم بعد اربعین لیلۃ ولکن یصلون بین یدی اللہ تعالٰی حتی ینفخ فی الصور	بے شک انبیاء کرام قبروں میں نہیں چھوڑے جاتے چالیس راتوں کے بعد لیکن وہ اللہ کے حضور نمازیں پڑھتے ہیں یہاں تک کہ صور پھونکا جائے۔

اور اسی طرح وہ روایت ہے کہ جس کو امام عبدالرزاق نے حضرت سعید بن المسیب سے روایت کیا۔

انہ رأی قوم یسلمون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما مکث نبی فی الارض اکثر من اربعین یوما	انہوں نے کچھ لوگوں کو رسول اللہ ﷺ پر سلام پڑھتے دیکھا تو انہوں نے کہا کہ کوئی نبی زمین میں چالیس دن سے زیادہ نہیں رہتا۔

تجھے علم ہونا چاہیے کہ اس مقالہ کی کوئی سند نہیں بلکہ یہ بے اصل ہے۔ اور علماء کرام نے اس کو درخور اعتنا تصور نہیں کیا۔ بلکہ اس کے خلاف اجماع ہے کہ حضرات انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی قبور کے قریب سلام پڑھنا سنت ہے۔ جیسا کہ قبور سے دور سلام پڑھنا سنت ہے۔

اور حضرت سعید بن المسیب سے ہی اس کے خلاف ثابت ہے جو کہ اس مذکورہ بالا روایت کو رد کرتی ہے۔ وہ یہ کہ جب یزید بن معاویہ کا دور نامبارک آیا اور اس نے مدینہ شریف کا محاصرہ کیا (کہ اس کے ساکین پر اللہ

کی رحمتیں اور برکتیں ہوں) تو اس نے اہل مدینہ میں سے قتل کیا جن کو قتل کیا۔ حتیٰ کہ مسجد نبوی شریف میں نماز کچھ دنوں کے لئے موقوف ہو گئی تو حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں

کنت فیہ وما کنت اعلم دخول الاوقات الا بسماع الاذان والاقامۃ من داخل القبر المکرم	میں مسجد نبوی میں تھا اور میں نماز کے وقت کو نہیں پہچانتا تھا مگر یہ کہ قبر منورہ میں سے اذان و اقامت کی آواز سن کر۔

اور اسی طرح انبیاء کے قبور میں زندہ ہونے پر آپ ﷺ کی حدیث شریف ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

مررت بموسی لیلۃ اسری بی وھو قائم یصلی فی قبرہ	میں معراج کی رات حضرت موسیٰ پر گزرا تو وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قول مبارکہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ﷺ قبر انور میں زندہ موجود ہیں۔ کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کے محاصرے کے وقت صحابہ نے کہا کہ آپ شام تشریف لے جائیں تو آپ نے ارشاد فرمایا

لم افارق دار بجرتی ومجاورۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیھا	میں اپنا دار ہجرت اور رسول اللہ ﷺ کی ہمسائیگی (مجاورت) ترک نہیں کروں گا۔

میں نے اس مقام پر کلام کو طول دیا ہے کیونکہ اس میں زائر کے لئے بہت بڑی عظمت و ڈھارس ہے جو کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ اور وہ جانتا ہے کہ آپ ﷺ زندہ و جاوید ہیں اور اس کی آواز سنتے ہیں اس کا وسیلہ بنتے اور اس کی شفاعت فرماتے ہیں اور وہ ان سے سوال کرتا ہے کہ

وہ رب کے نزدیک میری شفاعت فرمائیں حتیٰ کہ رب تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے اور اس کو دنیا و آخرت کی ہر وہ خیر عطا فرمائے جس کا وہ سوال کرتا ہے۔

تو اس فائدہ سے بڑا فائدہ اور کیا ہو سکتا ہے اور اس سے عظیم اور کیا تحفہ ہو سکتا ہے تو اے سننے پڑھنے والے آپ ﷺ کی زیارت میں کثرت و زیادتی کر، کیونکہ تیرے سامنے تیری ہر امید کا حصول آسان ہے اور تو اس خیرات اور فوائد تک پہنچ اور اس مبارک جگہ پر کھڑے ہو کر اپنے مطلوب کو حاصل کر، اپنے سوال کا جواب و قبولیت پا، اپنے احوال کی اصلاح کر اور اہل کمال کے زیور کو حاصل کرنے کی سعی کر اور اپنی لغزشوں میں افراط کو مٹا اور اخلاق کی گندگی کو طہارت میں تبدیل کر۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تیرے لئے اور ہمارے لئے صفات کاملہ متحقق فرمائے اور تمام نیک مقاصد کو پورا فرمائے۔ آمین

جب میں اس کتاب کی تالیف سے فارغ ہوا تو میں نے دیکھا کہ امام سبکی وغیرہ نے اس فصل میں کچھ زیادت ذکر فرمائی ہیں۔ اور کچھ ایسی مخالفات کو بھی لکھا ہے جو کہ اصل مقصود کے خلاف نہیں ہیں! تو میں ان میں سے کچھ کو حصول برکت کے لئے اور اپنے مضمون کو مضبوط کرنے کے لئے نقل کرتا ہوں۔

صحیح حدیث میں آیا ہے۔

ما من احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی رد علیہ السلام	کوئی ایک شخص جب مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو میرا رب میری روح کو میری طرف لوٹاتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

امام بیہقی نے اس کو باب زیارۃ قبر النبی ﷺ میں بیان فرمایا اور اس پر آئمہ کی ایک پوری جماعت نے اعتماد کیا ہے۔ جیسا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ۔ امام سبکی نے فرمایا کہ اس پر اعتماد صحیح ہے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے رد سلام کی فضیلت ہے اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے اور امام ابن قدامہ نے امام احمد سے روایت کی اور اس کے الفاظ یہ ہیں

ما من احد یسلم علی عند قبری کہ جس نے میری قبر کے قریب مجھ کو سلام کیا (الحدیث)

اگر یہ حدیث ثابت ہو جائے تو یہ اس فضیلت کی تخصیص میں صریح ہے۔ اس مسلمان کے لئے جو کہ قبر شریف کے قریب سلام کہتا ہے۔ اور اگر یہ خصوصی صراحت نہ بھی ہو تب بھی یہ کیا کم ہے کہ مسلمان آپ ﷺ کی قبر شریف کے مواجہ مبارکہ پر خطاب کرتا ہے اور جواب پاتا ہے تو بہرحال اس میں ایک زائد فضیلت جو کہ زائر کو غائب پر حاصل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کہ یا تو سلام سے مراد آپ ﷺ کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں دعا ہے تو اس میں غائب و حاضر دونوں برابر ہیں اور یہی وہ چیز ہے کہ جو کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔ تو امت کو اس معنی میں سلام نہیں کہا جائے گا مگر آپ ﷺ کی تبعیت میں۔

اور اگر سلام سے مراد "تحیت" ہے جیسا کہ زائر کا سلام کہ جب وہ قبر منورہ پر حاضر ہوتا ہے۔ تو سلام کہتا ہے تو اس میں امت بھی شامل ہے تو اس پر سلام رد کیا جاتا ہے یعنی اس کا جواب عطا ہوتا ہے۔ یا تو آپ ﷺ اس کو بنفسِ نفیس جواب مرحمت فرماتے ہیں یا کسی قاصد کے ذریعے۔اور پہلا جواب اگر ثابت ہو جائے تو یہ یقیناً دوسرے سے ممتاز ہے۔ قرب اور خطاب کے لحاظ سے۔ اگر نہیں تو قبر شریف کی زیارت نہ کرنے والا اس فضیلت سے محروم رہ جائے گا۔ اور یہ اس کا مقتضی ہے جس کی شرح مقبری نے کی ہے

جو کہ امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں۔ وہ اس حدیث شریف کو اس طرح نقل کرتے ہیں۔

ما من احد یسلم علی فقال ھذا اذا زارنی فسلم علی رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ

یعنی یہ فضیلت تب حاصل ہو گی جبکہ سلام کہنے والا میری قبر کے قریب آ کر مجھے سلام کہے گا۔

اور حدیث شریف :۔

اتانی ملک فقال یا محمد اما یرضیک ان لا یصلی علیک احد من امتک الا صلیت علیہ عشرا ولا یسلم علیک احد الا سلمت علیہ عشرا

میرے پاس فرشتہ آیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ اس پر راضی نہیں کہ جو کوئی شخص آپ ﷺ پر ایک مرتبہ درود پڑھے تو میں اس پر دس رحمتیں نازل فرماؤں گا اور جو کوئی ایک مرتبہ سلام کہے میں اس پر دس سلامیں فرماؤں گا۔

تو ظاہر ہے کہ یہ سلام نوع اول سے متعلق ہے اور اس حدیث کی سند صحیح ہے

ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض من یبلغونی من امتی السلام

بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو کہ زمین میں سیر کرتے ہیں اور مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔

اور دیگر احادیث میں آیا ہے کہ ملائکہ آپ ﷺ کو امت کا صلاۃ و سلام پہنچاتے ہیں بلکہ تمام اعمال پہنچاتے ہیں اور یہ غائب کے حق میں ہے اور جو قبر شریف کے پاس ہو تو وہ بھی ایسا ہی ہے یا کہ اس کا درود و سلام آپ ﷺ

خود بلاواسطہ سماعت فرماتے ہیں۔ اس سلسلہ میں دو حدیثیں ہیں ان میں سے ایک حدیث جو کہ ضعیف ہے اس کے الفاظ یہ ہیں

من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائیا بلغته

جو میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھے اسے میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

ایک روایت کہ جس کی سند ضعیف جداً ہے کے یہ الفاظ ہیں

من صلی علی عند قبری رددت علیه ومن صلی علی فی مکان آخر بلغونیه

جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا میں اس کو جواب دیتا ہوں اور جس نے دوسری جگہ سے پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

اور ان میں سے دوسری روایت کہ یہ پہلی سے بھی زیادہ کمزور اور ضعیف ہے۔

من صلی علی عند قبری وکل الله بها ملکا یبلغنی وکفی امر آخرته وکنت له شهیدا وشفیعا

جس نے میری قبر کے پاس مجھ پر درود شریف پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے جو کہ مجھے درود پہنچا دیتا ہے اور یہ اس آدمی کی آخرت کے لئے کافی ہے اور میں اس کا گواہ اور شفیع ہوں گا۔

اور ایک روایت میں اس طرح ہے

ما من عبد یسلم علی عند قبری الا وکل اللہ بھا ملکا یبلغنی وکفی امر آخرتہ ودنیاہ وکنت لہ شھیدا و شفیعا یوم القیامۃ

جس کسی شخص نے بھی میری قبر کے قریب مجھ پر درود شریف پڑھا اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ موکل فرمایا جو کہ مجھے اس کا درود شریف پہنچا دیتا ہے اور یہ کام اس کی دنیا و آخرت کے لئے کافی ہے اور میں اس کا قیامت کے دن شفیع و گواہ ہوں گا۔

اگر پہلی حدیث ثابت ہو جائے تو یہ زائر کے شرف کے لئے کافی ہے۔ اگر نہیں تو پھر بھی اس کو رحمت کی امید رکھنی چاہیے۔

اور دوسری سند صحیح سے روایت ان الفاظ کے ساتھ ثابت ہے

ما من احد یمر بقبر اخیہ المؤمن کان یعرفہ فی الدنیا ویسلم علیہ الا عرفہ و رد علیہ السلام

جو کوئی شخص بھی اپنے مؤمن بھائی کی قبر پر سے گزرے اور وہ دنیا میں اس کو پہچانتا ہو اور وہ اس پر سلام کرے تو وہ اس کو پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

اور اسی طرح ایک اور صحیح حدیث میں آیا ہے۔

ما من رجل یمر بقبر الرجل کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا رد اللہ علیہ روحہ حتی یرد علیہ السلام

جو کوئی شخص بھی کسی آدمی کی قبر پر سے گزرے اور وہ صاحب قبر اس کو دنیا میں جانتا تھا تو گزرنے والا اگر اسے سلام کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی روح کو اس کی

طرف لوٹاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کو سلام کا جواب دیتا ہے۔

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی

قال اذ امر رجل بقبر یعرفه فسلم علیه رد علیه السلام وعرفه واذا مر بقبر لا یعرفه فسلم علیه رد علیه السلام

آپ ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص کسی قبر پر سے گزرا اور وہ اس کو جانتا تھا تو اس نے سلام کیا تو وہ صاحب قبر سلام کا جواب دیتا ہے اور اسے پہچانتا ہے اور اگر ایسی قبر پر گزرا کہ جو اسے نہیں پہچانتا تو سلام کیا تو وہ اسے سلام کا جواب دے گا۔

اور اس سلسلہ میں آثار بہت زیادہ ہیں اور یہ تو ابن تیمیہ نے خود بھی ذکر کیا ہے کہ تمام مؤمنین جب قبر والوں کو سلام کرتے ہیں تو وہ جواب دیتے ہیں اور پہچانتے ہیں۔ پس جب یہ عام مؤمنین کے حق میں صحیح و ثابت ہے تو سید المرسلین ﷺ کے لئے کیسے ثابت نہیں ہے۔

اور یہ تو کئی اولیاء کرام سے واقع ہو چکا کہ انہوں نے روضہ شریف سے اپنے سلام کا جواب خود سنا اور حیات الانبیاء تو ثابت ہو چکی اور یہ بلا شک شہداء کی حیات سے بھی اکمل و افضل ہے۔ حالانکہ ان کی حیات کے بارے میں قرآن کریم میں ذکر ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ اور امام منذری نے روایت کی جس کے الفاظ یہ ہیں۔

علمی بعد وفاتی کعلمی فی حیاتی

کہ میرا علم میرے وصال کے بعد بھی ظاہری حیات ہی کی طرح ہے۔

اور صحیح حدیث میں یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

اکثروا الصلاۃ علی یوم الجمعۃ فانہ یوم مشھود تشھدہ الملائکۃ وان احد لن یصلی علی الا عرضت علی صلاتہ حتی یفرغ منھا قال ابوالدرداء قلت یا رسول اللہ و بعد الموت قال وبعد الموت ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق

مجھ پر جمعہ کے روز زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھا کرو کیونکہ یہ حاضری کا دن ہے اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں تم میں سے کوئی بھی درود نہیں پڑھتا مگر وہ مجھ پر اس کے فارغ ہونے سے قبل ہی پیش کر دیا جاتا ہے۔ راویِ حدیث حضرت ابوالدرداء نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اور بعد از وفات' فرمایا کہ بعد از وصال بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے اجسام کھانے حرام قرار دے دیئے ہیں پس اللہ کا نبی زندہ ہے اور رزق پاتا ہے۔

امام سبکی نے فرمایا کہ یہ مرسل ہے لیکن مرسل معتضد ہے۔ (اور مرسل معتضد آئمہ اربعہ کے نزدیک قابل استدلال ہے)

اور یہ حدیث صحیح و ثابت ہے کہ

ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی عن امتی السلام

بے شک اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں سیر کرتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔

اور امام ابو منصور بغدادی جو کہ ہمارے اصحاب میں سے محققین متکلمین میں

سے ہیں۔ فرماتے ہیں

انہ صلی اللہ علیہ وسلم حیی بعد وفاتہ وانہ صلی اللہ علیہ وسلم یسر بطاعات امتہ

بے شک آپ ﷺ وصال کے بعد زندہ ہیں اور اپنی امت کی نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں۔

اور اس سلسلہ میں ایک حدیث بھی مروی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں

حیاتی خیرلکم فاذا مت کانت وفاتی خیر الکم تعرض علی اعمالکم فان رأیت خیرا حمدت اللہ وان رأیت غیر ذالک استغفرت اللہ لکم

میری حیاتی تمہارے لئے بہتر اور جب میرا وصال ہو گا تو میرا وصال بھی تمہارے لئے خیر ہے۔ تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے اگر میں نے ان کو اچھا پایا تو اللہ کی حمد کروں گا اور اگر اس کے سوا (برے) پایا تو تمہارے لئے اللہ سے بخشش طلب کروں گا۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ ﷺ کا فرمان الا رد اللہ علی روحی یہ تو عدم استمرار حیات پر دلالت کرتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے امام بیہقی نے حیات الانبیاء پر استدلال کیا ہے۔ اور فرمایا کہ اس سے مراد وقد رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام ہے۔ یعنی سلام کرنے والے کے سلام سے پہلے اللہ نے میری روح کو میری طرف لوٹا دیا ہے۔

اور بعض نے فرمایا کہ یہ خطاب ہماری عقلوں کے مطابق فرمایا گیا ہے کیونکہ یہ ضروری ہے کہ آپ ﷺ کی روح سلام سننے اور اس کا جواب دینے کے لئے آپ ﷺ میں موجود ہو۔ اور اس رد روح میں تکرار نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے کئی موتوں کا واقع ہونا ہو گا کہ جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ ہمارا

اعتقاد ہے کہ ہر میت کو سمع و علم حاصل ہوتا ہے اور اس کی قبر میں اس کو زندگی دوبارہ ملتی ہے۔ جیسا کہ سنت سے ثابت ہے اور اس کے بعد مرنے کا ثبوت نہیں ہے۔ بلکہ اس کے لئے نعیم قبر یا عذاب قبر ثابت ہے۔ اور ان دونوں کے ادراک کے لئے حیات شرط ہے۔ لیکن اس کے کسی جز میں ادراک کے لئے حیات کا پایا جانا کافی ہے۔ تو ہم اس حیات کے ہونے میں معتزلہ کی طرح توقف نہیں کریں گے۔

انبیاء کی حیات حقیقی حیات ہے

اور حیات الانبیاء کے دلائل اس چیز کے مقتضی ہیں کہ ان کی حیات حقیقی حیات ہے جیسی کہ دنیا میں تھی۔ لیکن یہ حیات دنیاوی غذا سے مستغنی ہے اور وہ عالم میں تصرف کی قوت رکھتے ہیں۔

اور یہ خبر کہ

انا اکرم علی ربی من ان یترکنی فی قبری بعد ثلاث	میں اپنے رب کے حضور اس سے برتر ہوں کہ وہ مجھے میری قبر میں تین دن سے زیادہ چھوڑے۔

تو اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے یعنی یہ بے اصل ہے (لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ ﷺ اپنی قبر منورہ میں بحیاتِ حقیقی موجود ہیں) اور جو حضرت سعید بن المسیب سے روایت کیا گیا ہے کہ

ما مکث نبی فی الارض فی اکثر اربعین یوما	کہ کوئی نبی بھی زمین میں چالیس روز سے زیادہ نہیں ٹھہرتا۔

تو یہ بھی صحیح نہیں ہے اور اگر یہ ثابت بھی ہوتا تو زیارت اور سلام عرض کرنا دونوں میں مشروع ہے۔ حتیٰ کہ حضرت سعید بن المسیب کے نزدیک بھی یہ جائز ہیں۔ کیونکہ ان کا قبر مبارکہ سے اذان و اقامت سننے کا قصہ مشہور

ہے۔

سیدنا بلال ﷜ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لئے سفر کرتے

اور حضرت بلال ﷜ سے بسند جید مروی ہے کہ انہوں نے شام سے آپ ﷺ کی قبر مبارکہ کے لئے شدر حال کیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ زیارت آپ ﷺ کی خواب میں زیارت کی وجہ سے تھی کہ جس میں آپ ﷺ نے حضرت بلال ﷜ سے فرمایا تھا کہ اے بلال یہ کیا جفا ہے کہ تو میری قبر کی زیارت کے لئے نہیں آتا۔ تو حضرت بلال ﷜ آپ ﷺ کی زیارت کے لئے روتے ہوئے حاضر ہوئے اور اپنے چہرے کو آپ ﷺ کی تربت پر رکھا۔ یہ واقعہ حضرت امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب ﷜ کی خلافت کا ہے۔ اس وقت صحابہ کرام بہت بڑی تعداد میں موجود تھے تو کسی ایک صحابی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔ حالانکہ یہ واقعہ ان سے اوجھل بھی نہیں تھا۔

کیونکہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے حضرت بلال ﷜ سے اذان سننے پر بہت زیادہ اصرار کیا تھا۔ تو حضرت بلال ﷜ نے مسجد نبوی شریف کی اسی جگہ پر اذان شروع کی جہاں وہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں اذان دیا کرتے تھے۔ تو آپ ﷺ کے وصال شریف کے بعد وہ اکثر رویا کرتے تھے۔ اور اس دن بھی، وہ بہت زیادہ روئے اور کہا گیا ہے کہ آپ ﷜ نے نبی اکرم ﷺ کے بعد کسی کے لئے کبھی اذان نہیں دی مگر اس دن کیونکہ اس دن صحابہ کا اصرار بہت بڑھ گیا تھا۔ تو وہ یہ اذان پوری نہ کر سکے کیونکہ ان پر بکا اور وجد غالب آ گیا تھا۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت صدیق اکبر ﷜ کے لئے حضرت بلال ﷜ نے ان کی خلافت میں اذان دی تھی۔

اور حضرت عمر بن عبدالعزیز ﷜ سے یہ ثابت ہے کہ آپ روضۂ

رسول ﷺ پر سلام کہنے کے لئے اپنی طرف سے قاصد بھیجا کرتے تھے اور اس قاصد کو اس کے علاوہ اور کوئی کام نہیں ہوتا تھا۔ یہ تابعین کے دور کا اول زمانہ ہے اور کسی ایک نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔

اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب بیت المقدس فتح کیا تو آپ رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حضرت کعب الاحبار آئے اور اسلام قبول کیا تو آپ رضی اللہ عنہ اس پر بہت خوش ہوئے اور حضرت کعب سے ارشاد فرمایا کیا تو ہمارے ساتھ جا کر مدینہ شریف میں نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارکہ کی زیارت نہیں کرے گا اور آپ ﷺ کی زیارت سے لطف اندوز نہیں ہوگا تو حضرت کعب نے عرض کی کیوں نہیں۔

اور یہ صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب بھی سفر سے واپس آتے تو قبر نبی ﷺ پر حاضر ہوتے اور سلام عرض کرتے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سلام کہتے اور پھر اپنے باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر۔ حضرت نافع کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو سو (۱۰۰) یا اس سے بھی زیادہ مرتبہ ایسا کرتے دیکھا۔

روضہ شریف پر کھڑے ہونے کا طریقہ

مسند امام ابو حنیفہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا

من السنة ان تأتي قبر النبي صلى الله عليه وسلم من القبلة وتجعلها لظهرك وتستقبل القبر الشريف بوجهك ثم تقول السلام عليك ايها النبي و رحمة الله وبركاته	سنت یہ ہے کہ تو نبی اکرم ﷺ کی قبر منورہ پر قبلہ کی طرف سے آئے اور تیری پشت قبلہ کی طرف ہو جبکہ چہرہ قبر شریف کی طرف ہو پھر یوں عرض کرے السلام علیک ایها النبی ورحمتہ اللہ و برکاتہ۔

اور یہ اصول کی کتب میں طے شدہ اصول ہے کہ جب صحابی من السنة کذا کہے تو اسے سنت رسول اللہ ﷺ پر محمول کیا جائے گا اور اس کا حکم مرفوع کا حکم ہو گا۔

مؤرخین اور محدثین نے بیان کیا ہے کہ زیاد بن ابیہ نے حج کا ارادہ کیا تو حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول ﷺ تشریف لائے اور ان کو اس ارادے سے منع کا اشارہ فرمایا۔ اور کہا کہ حضرت ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا مدینہ شریف میں موجود ہیں اگر وہ تجھے حجرہ شریف میں داخل ہونے کی اجازت دیتی ہیں تو یہ رسول اللہ ﷺ کی خیانت ہو گی۔ کیونکہ وہ آپ کو اپنے خاندان میں شامل نہیں کر سکتیں مگر اپنے بھائی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے توسط سے اور یہ تو سارے لوگ جانتے ہیں کہ امور مشہور میں استلحاق باطل ہوتا ہے۔

یہ واقعہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اس وقت زیارت قبر نبی ﷺ عام تھی لوگ زیارت کرتے تھے اگر ایسا نہ ہوتا تو زیاد کسی ایسے راستے سے سفر کرتا کہ مدینہ شریف راہ میں نہ آتا بلکہ یہ زیادہ قریب ہے کیونکہ وہ عراق میں رہتے تھے لیکن وہ مدینہ شریف آئے ان کے نزدیک یہ ایک ایسا امر تھا کہ جس کو ترک نہ کیا جائے۔ اور کہا گیا ہے کہ انہوں نے حج کیا لیکن زیارت نہ کر سکے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ انہوں نے زیارت کی لیکن حجرہ میں داخل نہ ہو سکے اور ایک قول کے مطابق حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے حجاب کی وجہ سے ان کو منع فرما دیا۔

تیسری فصل

استطاعت کے باوجود ترک زیارت پر وعید

چاہیے کہ اس تمام استطاعت کا ضبط کیا جائے کہ جس کا ضبط آئمہ نے حج میں کیا ہے۔

پس وہ استطاعت جو حج میں واجب کی گئی ہے وہ بدرجہ اولیٰ زیارت کے واجب ہونے کا تقاضہ کرتی ہے۔

جان تو (اے قاری) کہ آپ ﷺ نے ترک زیارت سے سختی کے ساتھ ڈرایا ہے اور اللہ تعالیٰ تجھے اس کی ہدایت دے۔ میں اس کا بیان بلیغ اور واضح تحریر کرتا ہوں اور اس کے ترک کے مضرات و آفات واضح کرتا ہوں تاکہ تو اس کے عواقب و انجام سے ڈرے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

من حج ولم یزرنی فقد جفانی — جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ سے جفا کی۔

پس (اے قاری) تیرے لئے ظاہر ہو گیا کہ ترک زیارت جفا ہے۔ اور یہ گزر چکا کہ "جفا" نیکی اور صلہ رحمی کے ترک کا نام ہے۔ یا پھر غلیظ طبع اور سخاوت سے دوری کو جفا کہا جاتا ہے۔ اور یہ بھی گزر چکا کہ اس میں حج کی قید ضروری نہیں کہ صرف حج کرے اور زیارت نہ کرے تبھی جفا ہو گی بلکہ مطلقاً استطاعت رکھنے کے باوجود زیارت نہ کرنا جفا ہی شمار ہو گی۔ اور اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے آپ ﷺ کا نام سننے کے وقت صلاۃ و سلام نہ پڑھنے والے پر بھی جفا کا اطلاق فرمایا ہے۔

صحیح سند سے حضرت قتادہ سے مرسلاً روایت ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

من الجفاء ان اذکر عند رجل فلا یصلی علی

یہ ظلم (جفا) ہے کہ کسی شخص کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

اس سے ظاہر ہوا کہ استطاعت کے باوجود آپ ﷺ کی زیارت نہ کرنا اور آپ ﷺ کا اسم گرامی سنتے وقت درود نہ پڑھنا جفا میں برابر ہیں۔
پس تارک زیارت پر خوف ہے کہ اسے یہ عقوبات اور قباحتیں پہنچیں گی جو کہ آپ ﷺ کا اسم گرامی سنتے وقت تارک درود کو پہنچیں گی۔

الصلاة والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

احضروا المنبر فحضروا فلما ارتقی صلی اللہ علیہ وسلم درجة فقال آمین' ثم ارتقی الثانیة قال "آمین" ثم ارتقی الثالثة قال "آمین" فلما نزل قلنا : یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد سمعنا منک الیوم شیئا ما کنا نسمعه فقال : ان جبرائیل عرض لی فقال : بعد (ای بالضم عن الخیر (وحکی الکسرای هلک) من ادرک رمضان فلم یغفرله قلت آمین فلما رقیت (ای بکسر القاف) الثانیة قال : بعد من ذکرت عنده ولم یصلی

منبر حاضر کرو پھر منبر حاضر کیا گیا۔ پس آپ ﷺ اس کے ایک درجہ (سیڑھی) پر چڑھے اور فرمایا "آمین" پھر دوسری سیڑھی پر چڑھے تو فرمایا "آمین" پھر تیسری سیڑھی پر چڑھے تو فرمایا "آمین" پس جب آپ ﷺ نیچے تشریف لائے تو ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم نے آج آپ ﷺ سے وہ چیز سنی ہے جو پہلے کبھی نہیں سنی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے پاس جبرائیل آئے اور کہا خیر سے دور ہوا اور ہلاک ہوا وہ شخص جو رمضان پائے اور

علیک قلت "آمین" فلما رقیت الثالثۃ قال : بعد من ادرک ابویہ الکبر عندہ او احدھما فلم یدخلاہ الجنۃ قلت "آمین"	اپنے گناہ نہ بخشوائے۔ تو میں نے "آمین" کہا اور پھر جب میں دوسری سیڑھی چڑھا تو حضرت جبرائیل نے عرض کیا : ہلاک ہوا وہ شخص جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر کیا جائے تو وہ آپ ﷺ پر درود شریف نہ پڑھے تو میں نے "آمین کہا۔ پھر جب میں تیسری سیڑھی پر چڑھا تو انہوں نے عرض کیا وہ شخص ہلاک ہو جو اپنے والدین کو بڑھاپے کی حالت میں پائے اور ان کی خدمت کر کے جنت نہ داخل ہو تو میں نے کہا۔ "آمین"

اور وہ روایت کہ جس کو ابن حبان نے صحیح کہا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

ومن ذکرت عندہ فلم یصل علیک فابعدہ اللہ قل "آمین" فقلت "آمین"	اور جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر کیا جائے اور وہ آپ ﷺ پر درود نہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کرے فرمایئے "آمین" تو میں نے کہا "آمین"

اور دوسری روایت کہ جس کی سند حسن ہے۔ اس میں الفاظ اس طرح ہیں

ورغم انف من ذکرت عندہ فلم یصل علیک قلت آمین	اور اس کی ناک خاک آلود ہو کہ جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر

ہو اور وہ آپ ﷺ پر درود نہ پڑھے تو میں نے فرمایا "آمین"

ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں

وارغم اللّٰہ انف رجل

اور اللہ اس شخص کی ناک خاک میں رگڑے۔

اس کا اصل معنی تو یہی ہے کہ اس کی ناک خاک میں رگڑی جائے۔ لیکن عام طور پر یہ الفاظ ذلت اور خواری کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔

رغم بالکسر : مٹی کے ساتھ ذلت اور خواری سے ملنا اور بالفتح بھی یہی معنی ہے۔

اور ایک روایت کہ اس کی سند حسن ہے۔

شقی عبد ذکرت عندہ فلم یصل علیک فقلت آمین

وہ شخص بڑا بدبخت ہے کہ جس کے سامنے آپ ﷺ کا نام لیا جائے اور وہ آپ ﷺ پر درود شریف نہ پڑھے تو میں نے کہا۔ آمین

اور ایک روایت جو کہ بیہقی میں ہے کے الفاظ یہ ہیں :

فلما صعد العقبة الثالثة (وکان المنبر اذا ذات ثلاث درج) قال : ای جبرائیل : یا محمد' قلت "لبیک" وسعدیک قال : من ذکرت عندہ فلم یصل علیک فمات ولم یغفرلہ فدخل النار فابعدہ اللّٰہ قل آمین فقلت آمین

پس جب تیسرے درجہ پر تشریف لے گئے (اور اس وقت منبر تین درجوں کا تھا) تو جبرائیل نے عرض کیا یا محمد ﷺ میں نے کہا لبیک تو انہوں نے عرض کیا کہ جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر ہو اور وہ آپ ﷺ پر درود نہ

پڑھے اور مر جائے اور بخشا نہ جائے اور جہنم میں داخل ہو' اللہ اس کو ہلاک کرے آپ ﷺ آمین فرمائیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے "آمین" کہا۔

اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں

ان من ذکرت عندہ فلم یصل علیک دخل النار فابعدہ اللہ واسحقہ فقلت آمین

کہ جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر کیا جائے اور وہ آپ ﷺ پر درود نہ پڑھے تو وہ جہنم رسید ہو اور اللہ اس کو ہلاک کرے اور جہنم کا مستحق کرے (تو آپ ﷺ نے فرمایا) میں نے کہا۔ "آمین"

ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں

ومن ذکرت عندہ فلم یصل علیک فابعدہ اللہ ثم ابعدہ فقلت آمین

جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر کیا جائے اور وہ آپ ﷺ پر درود نہ پڑھے تو اللہ اس کو ہلاک کرے پھر ہلاک کرے تو میں نے کہا آمین۔

اور امام دیلمی نے روایت کیا

من ذکرت عندہ فلم یصل علی دخل النار

جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے تو وہ جہنم میں گیا۔

اس مقام پر نفیس ابحاث ہیں جو میں نے اپنی کتاب "الدرالمنضود فی

الصلاۃ علی صاحب المقام المحمود ﷺ" میں بیان کر دی ہیں۔

اور آپ ﷺ سے بسند حسن متصل مروی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا

من ذکرت عند فنسی الصلاۃ علی خطئی الجنۃ	جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود پڑھنا بھول جائے پس وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔

"بھولنا" بمعنی جان بوجھ کر چھوڑ دینا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

کذالک اتتک آیاتنا فنسیتھا	یونہی تیرے پاس ہماری آیتیں آئی تھیں تو نے انہیں بھلا دیا۔

(سورہ طہ ۔ ۱۲۶)

یا اس میں یہ احتمال ہے کہ جب وہ شخص آپ ﷺ کا ذکر سنے تو کسی اور بات میں مشغول رہے حتیٰ کہ بھول جائے۔ اور بھولنے والے کی عدم تکلیف تب ہے کہ جب اس کا نسیان کھیل کود کی وجہ سے نہ ہو اور اگر اس وجہ سے ہو تو پھر وہ عامد کی طرح گناہ گار ہو گا۔ جیسا کہ شطرنج کھیلنے والا جب کھیلتے کھیلتے نماز بھول جائے حتیٰ کہ اس کا وقت گزر جائے۔

اور آپ ﷺ سے بسند حسن یا صحیح مروی ہے ۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

البخیل کل البخیل من ذکرت عندہ فلم یصل علی	سب بخیلوں سے بڑا بخیل وہ ہے کہ جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

ابو نعیم نے "حلیہ" میں ہرنی کے مشہور واقعہ میں روایت کیا۔ کہ اس نے آپ ﷺ سے ارشاد فرمایا

مر ھذا ان یخلینی حتی ارضع اولادی واعود قال فان لم تعودی؟	یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے یہاں سے نجات دلایئے یہاں تک کہ

قالت ان لم اعد فلعنتی اللہ کمن تذکر بین یدیه فلا یصلی علیک	میں اپنے بچوں کو دودھ پلا کر واپس آ جاؤں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تو واپس نہ آئی تو؟ ہرنی نے عرض کی اگر میں واپس نہ آؤں تو مجھ پر اسی طرح اللہ لعنت کرے جس طرح کہ جس شخص کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر کیا جائے اور وہ آپ ﷺ پر درود نہ پڑھے۔

اور ابوسعید نے حدیث شریف میں یہ جملہ بھی روایت کیا ہے۔ کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

الام الناس من اذا ذکرت عنده لم یصل علی	سب سے لئیم وہ شخص ہے جس کے پاس میرا ذکر ہو اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا۔

اور آپ ﷺ سے ایک ایسی سند کے ساتھ کہ جس میں راوی کا نام نہیں لیا گیا (یعنی ایک راوی مجہول ہے) مروی ہے

من لم یصل علی فلا دین له	کہ جس نے مجھ پر درود نہ پڑھا اس کا کوئی دین نہیں ہے۔

اور مرفوع روایت میں ہے

لا یری وجهی ثلاثة انفس : العاق لوالدیه والتارک لسنتی ومن لم یصل علی اذا ذکرت بین یدیه	تین شخص میرا دیدار نہیں کر سکیں گے۔ والدین کا عاق (گستاخ) میری سنت کا تارک اور وہ جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

تارکِ درود کا حال

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا اسم گرامی سنتے وقت جو شخص آپ ﷺ پر درود نہیں پڑھتا وہ ان تمام اوصاف قبیحہ و شنیعہ کا مرتکب ہوتا ہے گویا کہ وہ بدبخت ہے۔ اور اس کی ناک خاک آلود ہو گی اور دخول نار کا مستحق ہے اور اللہ و رسول ﷺ سے دور ہے کیونکہ اس پر ان عقوبات اور دوری کی دعا حضرت جبرائیل امین اور ہمارے آقا ﷺ کی طرف سے ہوئی ہے۔ اور وہ جنت کا راستہ بھولنے والا ہے بلکہ تمام بخیلوں سے بڑا بخیل ہے۔ یعنی وہ ملعون ہے اور وہ بے دین ہے اور پیارے آقا ﷺ کی زیارت سے محروم رہے گا۔

اور یہ گزر چکا کہ آپ ﷺ پر درود و سلام کا ترک اور طاقت رکھنے کے باوجود آپ ﷺ کی زیارت نہ کرنا برابر ہے۔ کیونکہ یہ دونوں کام جفا ہیں۔ جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی مذکور ہو چکا ہے۔

تو یہ تمام اوصاف قبیحہ جو کہ آپ ﷺ کے نام مبارکہ کی سماعت کے وقت تارک درود کے لئے ثابت ہیں۔ خوف ہے کہ یہی تمام قبائح تارک زیارت پر ثابت ہوں۔ لہٰذا ڈر ہے کہ تارک زیارت شقی و بدبخت، جہنم میں جانے کا مستحق، اللہ و رسول ﷺ سے دور اور اس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بددعا اور ہمارے پیارے آقا ﷺ نے اس پر آمین کی۔ وہ بخیل، ملعون اور بے دین ہے زیارت آقا ﷺ سے محروم ہے۔پس ان چیزوں کو سامنے رکھ اور یاد کر۔

اس میں اس امر کی خبر دی گئی ہے کہ جو شخص قدرت و طاقت رکھنے پر ترک زیارت کو حقیر سمجھتا ہے وہ ان تمام قبائح سے بیزار ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں رجوع کرتا ہے اور اس کے پیارے نبی ﷺ پر جفا سے باز

آتا ہے۔ جو کہ اللہ کے حضور اس کا اور ساری کائنات کا وسیلہ ہیں۔

اور ہم نے بہت سارے تارکینِ زیارتِ روضہ رسول ﷺ دیکھے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے چہروں پر ظلمت و سیاہی بھر دی ہے۔ جو کہ ظاہری طور پر محسوس ہوتی ہے۔ اور وہ نیکیوں اور بھلائیوں سے دور اور اللہ تعالیٰ کی عبادت سے کٹ چکے ہیں۔ اور دنیا کمانے میں مشغول ہوتے ہیں حتیٰ کہ اسی حالت میں مرجاتے ہیں اور ان میں سے بہت سارے ایسے ہیں کہ لوگوں کے ان پر ظلم ہوتے ہیں اور وہ اس قہر سے منع نہیں کر سکتے۔

اور مکہ مکرمہ کے کچھ لوگوں کے بارے میں مجھے بتایا گیا کہ جب اس کا سامان زیارت کے لئے تیار کیا گیا تو اس نے روک دیا اور لوگ اس کو ہمیشہ برا کہتے رہے پس اس شخص نے اپنا اسباب پکڑا اور تمام گھر والوں کو تیار کیا اور ان پر کافی مال خرچ کیا اور ان سے کہا تم چلو میں بھی تم سب سے عنقریب آ ملوں گا۔ پس جب وہ سواری پر سوار ہونے لگا تو کثرت گناہ کی وجہ سے اس کو نکسیر پھوٹی اور وہ اس کار خیر سے رہ گیا اور اس کے تمام اہل خانہ زیارت روضۂ رسول ﷺ کے لئے چلے گئے اور زیارت کر کے واپس آ گئے۔ پھر وہ حسرت میں ڈوبا رہا اور لوگوں سے چھپتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ زیارت کرنے کے بغیر ہی مرگیا۔ تو جب اس پر اس حرماں نصیبی کا قول واقع ہو گیا اور اس کی روسیاہی لوگوں میں عیاں ہو گئی تو یہ بہت بڑا خسارا ہے۔

گستاخ رسول ﷺ کی حاضری قبول نہیں

اور ایسے ہی کئی ایک کے لئے یہ واقعہ ہو چکا کہ اس نے اپنا سامان سفر تیار کیا اور زیارت کے لئے چلا حتیٰ کہ مدینہ شریف کے قریب پہنچ گیا اور مدینہ شریف کے آثار نظر آنے لگے۔ تو حجرہ شریف سے ایک خادم باہر آیا اور اس نے پوچھا کہ فلاں بن فلاں کہاں ہے؟ جب اس کو بتلایا گیا تو اس

خادم نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے تیرے لئے ارشاد فرمایا ہے کہ تو مدینہ شریف میں داخل نہ ہو۔ پس وہ بیٹھا اور اپنے آپ پر رونا شروع کیا۔ یہاں تک کہ لوگ زیارت کے لئے گئے اور واپس تشریف لے آئے۔ پس وہ ان کے ساتھ خائب و خاسر واپس لوٹا۔ اور اس پر نہایت تاسف' ندامت اور عار ہے۔

پس اے زائر روضۂ رسول ﷺ اس بات سے ڈر کہ تو زیارت کے لئے جائے اور گناہوں اور فواحش پر اڑا رہے اور تو اسی طرح ہو جائے جیسا کہ مذکورہ مثال والا شخص ہوا تھا اور تو دنیا و آخرت میں بری مثال بن جائے۔ کیونکہ آپ ﷺ یہ معاملہ صرف اس شخص سے فرماتے ہیں کہ جس کی اصلاح ناممکن ہو اور اس کی عدم فلاح کا علم قطعی ہو جائے۔ بلکہ یہ اس کے سوءِ خاتمہ کی واضح دلیل ہے۔ (والعیاذ باللہ) پس تجھے چاہیے کہ جب تو زیارت رسول اللہ ﷺ کے لئے نکلنے کا ارادہ کرے تو صحیح توبہ کرے۔ اور تمام شروط کو پورا کرے جو کہ تیرے گناہوں کو ختم کر دے اور تیرے تمام عیوب چھپا دے۔ تاکہ تو تمام انبیاء کرام کے وسیلہ و سردار کی بارگاہ میں حاضری کے اہل و قابل ہو سکے۔

تنبیہہ

حدیث شریف میں حج کا ذکر گزرا۔

من حج ولم یزرنی فقد جفانی — جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

یہ بیان ہے کہ جس نے حج کیا اور مدینہ شریف کے قریب سے گزرا اور زیارت نہ کی تو وہ غیر حاجی کے زیارت نہ کرنے سے زیادہ برا و قبیح ہے۔ اس سے یہ مفہوم نہیں لیا جائے گا کہ جس نے زیارت کی اور بعد میں حج کیا

اور پھر دوبارہ زیارت نہ کی تو اس نے ظلم کیا۔ ہاں اس سے یہ بات اخذ ہوتی ہے جو کہ چوتھی فصل کے شروع میں "جب حاجی واپس لوٹے" کے تحت بیان کیا جائے گا۔ کہ ہر حاجی کے لئے مسنون ہے چاہے وہ ملکی ہو یا غیر ملکی کہ ہر حج کے بعد وہ زیارت کرے۔ کیونکہ اس وقت اس پر زیارت زیادہ متاکد ہو گی۔ اور اس کو پہلے پر محمول نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کو ایک افضل کام تصور کیا جائے گا۔ لیکن اس کا ترک جفا شمار نہیں ہو گی۔ بخلاف اس کے کہ جو زیارت کی سنت کو بالکل ہی ترک کر دے پس یہ تو جفا ہی جفا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ

حج کے تکرار کے ساتھ ساتھ زیارت کا تکرار (بار بار کرنا) بہت افضل ہے۔ اور جو ایسا نہ کر سکے اور صرف ایک ہی مرتبہ زیارت کر لے تو اس پر جفا کا اطلاق نہیں ہو گا۔ اس کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ اس نے ترک افضل کیا ہے جو کہ جائز ہے۔ اور جس نے تکرار حج کے ساتھ زیارت کے تکرار کو ترک کیا اور اس کے معارض اس سے کوئی افضل بھی نہ ہو اور جب ترک تکرار کسی افضل معارض کی وجہ سے ہو جیسا کہ افادۂ علم اور اس کے استفادۂ علم تو اس پر نہ تو حقیقی اعتبار سے اور نہ ہی مجازاً جفا کا اطلاق کیا جائے گا۔ پس اس پر غور و فکر کر کوئی تجھے اس طرح متنبہ نہیں

چوتھی فصل

کیا مدینہ منورہ کی زیارت مکہ مکرمہ سے پہلے ہونی چاہیے؟

جان تو کہ اللہ تجھے توفیق دے اور اپنی رضا تیرے شامل حال فرمائے۔ کہ علمائے اسلاف و اخلاف اس مسئلہ میں مختلف ہیں کہ افضل یہ ہے کہ حج و زیارت مدینہ شریف سے شروع کرے یا کہ اس کے برعکس مکہ شریف سے شروع کرے۔ اور ہمارے اصحاب (شوافع) کا ظاہر کلام مکہ سے شروع کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔ اور حضرت امام نووی کا کلام اس سلسلہ میں صریح ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں

جب حاجی اور عمرہ کرنے والے مکہ سے لوٹیں تو مدینہ شریف آپ ﷺ کی قبر منورہ کی زیارت کی طرف متوجہ ہوں کیونکہ یہ اہم ترین قربات اور بلند ترین مساعی میں سے ہے!

حضرت امام احمد

اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت امام احمد سے پوچھا گیا کہ کیا حج مکہ سے پہلے مدینہ سے شروع کیا جائے تو انہوں نے باسناد حضرت عطا و مجاہد اور امام نخعی سے ذکر کیا کہ جب تیرا ارادہ مکہ کا ہو تو مدینہ سے شروع نہ کر ہر شی کو مکہ کے تابع رکھ۔

اور ایسے ہی جنہوں نے مکہ سے ابتدا بیان کی اور کہا کہ بعد میں مدینہ اور آپ ﷺ کی قبر منورہ پر حاضری ہو ان میں سے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

اور اگر آدمی کے پاس وقت کی گنجائش ہے کہ وہ زیارت کے بعد آرام سے حج کر سکے گا تو اس کے لئے بہتر ہے کہ وہ پہلے زیارت کرے تاکہ اس عظیم قربت

کو حاصل کر سکے۔ کیونکہ بعض اوقات حج کے بعد مصروفیات و دیگر امور اس کو زیارت سے محروم نہ کر دیں اور یہ زیارت اس حج کے لئے قبولیت کا وسیلہ و ذریعہ بن جائے۔ اور جو اس بلند سرکار ﷺ کے در اقدس پر آیا تو قرب کی انتہائی بلندیوں اور قبولیت کے زینوں کو طے کر گیا۔

حج کو مدینہ منورہ سے شروع کیا جائے

پھر میں نے دیکھا کہ جن حضرات نے مدینہ شریف سے شروع کرنے کا فرمایا ہے ان میں سے حضرت علقمہ و اسود اور جناب عمرو بن میمون تابعین میں سے ہیں! اور انہوں نے اس کو اسی پر محمول کیا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا یعنی اگر وقت گنجائش دے تو اور اگر وقت گنجائش نہ دے تو پھر حج کو زیارت سے مقدم کرنا چاہیے۔

حج کو زیارت سے مقدم کرنے کی حکمت

اور اگر تو کہے کہ امام نووی کے حج کو زیارت پر مقدم کرنے میں کیا حکمت ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ

میں نے اس کا بیان امام نووی کے مناسک کے حاشیہ میں کر دیا ہے کہ زیارت کو مناسک حج ادا کرنے کے بعد کے ساتھ مقید کرنے میں یہ حکمت ہے کہ یہ زیارت ہر وقت مطلوب و مندوب ہے اور اس پر اجماع ہے بلکہ کہا گیا کہ یہ واجب ہے۔

اور کئی ایسے حجاج کرام ہیں کہ مدینہ شریف ان کے راستہ میں نہیں آتا اور وہ حضرات پہلے حج کے لئے مکہ حاضر ہوتے ہیں اور سابقہ حدیث کے تحت یہ حاجی پر زیادہ ضروری ہے چونکہ اس میں فرمایا گیا ہے۔

من حج ولم یزرنی فقد جفانی — جس نے حج کیا اور میری (قبر کی) زیارت نہ کی بے شک اس نے میرے ساتھ جفا کی۔

کیونکہ جب وہ دور دراز کے ممالک سے آئے گا اور مدینہ منورہ کے قریب ہو گا تو اس کا زیارت کو ترک کرنا دوسروں کی بنسبت زیادہ قبیح ہو گا کیونکہ اس کو تو اب زیادہ اہتمام بھی نہیں کرنا پڑے گا۔ حالانکہ وہ اہم ترین نیکی اور بلند ترین مساعی جمیلہ ہے۔

اور پھر میں نے امام احمد سے جو کچھ بیان کیا اس کی تفصیل کو دیکھا کہ ان کا فرمان اس طرح ہے۔

وہ شخص کہ جس نے شام کے راستہ کے علاوہ کبھی حج نہیں کیا تو وہ مدینہ شریف کا راستہ اختیار نہ کرے کیونکہ خوف ہے کہ اس کو کوئی حادث نہ پہنچے۔ اس کو چاہیے کہ وہ مکہ کا سب سے چھوٹا (کم سفر والا) راستہ اختیار کرے اور حج کے سوا کسی اور کام میں مشغول نہ ہو۔

اس کلام میں یہ علت ہے کہ یہ اس شخص کے لئے [illegible] صح شروع ہو چکا ہو اور اس کے فوت ہونے کا خطرہ ہو اور اگر ایسا نہیں تو پھر وہ مدینہ منورہ سے شروع کرے۔

پھر میں نے دیکھا کہ امام سبکی نے بھی اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔ امام احمد کے کلام کے بعد آپ فرماتے ہیں

یہ عمرہ کے لئے ہے کیونکہ وہ جب بھی مکہ پہنچے گا تو اس کو ادا کر لے گا لیکن حج کا تو وقت مخصوص ہے جب وقت کھلا ہو اور مدینہ شریف سے ہو کر آنے میں اگر فوت نہ ہو تو اس میں مضائقہ نہیں ہے۔

میں نے بہت سارے لوگوں کو دیکھا کہ جو شخص حج کرے اور آپ ﷺ کے روضہ کی زیارت نہ کرے وہ اس کو حج میں بہت بڑا نقص شمار کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس کے حج میں عیب رہ گیا اور اس شخص کو ست اور نکمے کا نام دیتے ہیں کیونکہ ہر سستی آرام و راحت سے ہی پھوٹتی ہے اور زیارت کے لئے تو تکلیف اور مشقت اٹھانا پڑتی ہے۔ بلکہ وہ تو ایسے شخص کو حاجی

بھی نہیں کہتے کیونکہ یہ تمام ان کے نزدیک اونچے اور اچھے اوصاف کے مالک کے لئے خاص ہے۔ اور ایسا شخص ان کے درمیان ذلیل و خوار ہو کر رہ جاتا ہے۔ بلکہ اس کے مرنے کے بعد اس کی اولاد کا بھی برا حال ہوتا ہے۔ اور جو شخص بغیر زیارت کے واپس لوٹ آئے اس پر وہ بڑا شدید غم و غصہ کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ اپنے گھر اکیلا ہی رہ جاتا ہے۔ اور اگر آئندہ سال وہ حج کا ارادہ کرے تو اس کے ساتھ کوئی آدمی حج کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اور اگر آئندہ سال اس نے حج کیا اور زیارت کر کے خوش و خرم واپس لوٹا تو اس سے یہ ساری فضیحت و شناعت زائل ہو جاتی ہے۔ اس پر غور و فکر کرنا چاہیے کہ عوام میں پیارے آقا ﷺ اور آپ ﷺ کی قبر مبارکہ کی کتنی عظمت ہے جو کہ ان کے دلوں میں گھر کر چکی ہے۔ اور ان کی طبیعتوں میں مستحکم ہو چکی ہے حالانکہ وہ دیگر معاملات میں اتنے سخت نہیں ہوتے۔

پھر وہ کثرت سے زیارت کے لئے نکلتے ہیں اور اس کے لئے وہ اپنی زمینیں' وقت' اموال اور فوائد کا ایثار کرتے ہیں یہ امید رکھتے ہوئے کہ رب کریم جو کہ جواد ہے ان کے گناہ معاف فرمائے اور ان کی کوتاہیوں سے درگزر فرمائے اور ان کی غلطیوں کو بخشے گا۔ اور اس کے پیارے محبوب ﷺ کہ جن کی شفقت و مہربانی ہر حاضر و غائب پر عام ہے۔ رب کی بارگاہ میں ان کی شفاعت فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی اصلاح فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کے لئے یہ آسان فرمائے اور اس افضل مساعی کی توفیق فرمائے۔ بے شک وہ بڑا کریم اور ارحم الراحمین ہے۔

آپ ﷺ کے مدینہ شریف میں دفن ہونے کی حکمت

اگر تو کہے کہ آپ ﷺ کے مدینہ طیبہ میں دفن ہونے کی کیا حکمت ہے؟ حالانکہ آپ ﷺ سے مروی ہے کہ ہر شخص وہیں دفن ہوتا ہے جس مٹی سے

وہ پیدا ہوا ہو۔ اور آپ ﷺ کی بشریت کے لئے وہی مٹی استعمال ہوئی جس سے کہ خانہ کعبہ بنایا گیا۔ تو قیاس یہی چاہتا ہے کہ آپ ﷺ کعبہ معظمہ میں دفن کئے جاتے۔ جبکہ اکثر علمائے امت کا یہ عقیدہ ہے کہ مکہ مدینہ شریف سے افضل ہے۔

تو میں (مصنف) کہتا ہوں کہ

آپ ﷺ کا مکہ سے دور دوسری جگہ تشریف فرما ہونے میں یہ حکمت ہے کہ اس میں آپ ﷺ کی عظمت و فضیلت کا اظہار ہے کیونکہ آپ ﷺ متبوع ہیں، تابع نہیں ہیں اور اگر آپ ﷺ مکہ میں دفن ہوتے تو آپ ﷺ کی زیارت کا قصد کعبہ کے تابع یا پھر حج کے تابع ہو کر رہ جاتا اور آپ ﷺ غیر متبوع ٹھہریں گے۔ اور یہ آپ ﷺ کے بلند و عالی کمال کے منافی ہے۔ تو آپ ﷺ کی شانِ رفیع اس کا تقاضہ کرتی ہے کہ آپ ﷺ مکہ سے دور کسی اور جگہ علیحدہ سکونت پذیر ہوں تاکہ آپ ﷺ کی زیارت کا مستقل ارادہ کیا جا سکے اور آپ ﷺ کی زیارت کا قصد کسی اور قصد کے تابع نہ ہو۔ حتیٰ کہ لوگ آپ ﷺ کی زیارت کے لئے خصوصیت کے ساتھ شدرحال کرنے میں تمیز کر سکیں۔ اور جو شخص مکہ سے قافلوں کی تیاری اور جس نے مکہ و اطراف یمن سے قافلوں کو اعمال سمیت تیاری کرتے دیکھا اور ان کو آپ ﷺ کی زیارت کے قصد سے چلتے ہوئے پایا۔ بالخصوص رجب میں تو اس کے لئے آپ ﷺ کے مکہ سے علیحدہ دفن ہونے کی حکمت واضح ہو جاتی ہے۔

اور اس باب میں آپ ﷺ کی زیارت کے شعار کا عقل سلیم کے نزدیک اظہار ہے۔ اور بے شک اس میں اس امت کے لئے اس عظیم شعار اور بزرگ ترین عمل کے اظہار پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور اسی وجہ سے مؤمنین فتنوں کی ناگہانی آفات سے امن میں رہتے ہیں۔ پس اللہ ہی کے لئے مکمل و اکمل و افضل حمد ہے۔ کہ جس نے انہیں یہ توفیق عنایت فرمائی ہے۔

اور یہ بات کہ ہر شخص وہیں دفن ہوتا ہے کہ جہاں سے اس کی تخلیق ہوتی ہے کا جواب وہ ہے جو کہ عارف باللہ حضرت شہاب الدین سہروردی صاحب "العوارف المعارف" نے دیا ہے اور میں نے اس کی شرح میں بسیط کلام کیا ہے اور اس قول کی محدثین و محققین فقہاء نے اتباع کی ہے کہ جب "طوفان برپا ہوا اور کعبہ شریف پر پانی چڑھا تو اس کی ایک موج نے کعبہ کی مٹی کو اٹھایا اور مدینہ شریف میں قبر منورہ کی جگہ لا ڈالی پس آپ ﷺ کعبہ کی اصل میں ہی دفن ہوئے ہیں۔ جس سے کہ تخلیق ہوئی" اور اس موج کے وہاں پہنچنے کی حکمت وہی ہے جو کہ بیان کی گئی ہے کہ آپ ﷺ علیحدہ سکونت پذیر ہوں تاکہ آپ ﷺ کی انفرادیت کے ساتھ زیارت کا قصد کیا جائے اور آپ ﷺ متبوع رہیں تابع نہ ہوں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اور زیارتِ قبرِ مصطفیٰ ﷺ

اور امام سہروردی کے قول کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جو کہ بعض آثار میں آیا ہے کہ

حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے آپ ﷺ کے مزار کی جگہ کی زیارت کی اور خبر دی کہ یہاں آپ ﷺ کا مزار پر انوار بنے گا اور بنی اسرائیل کے چار سو (۴۰۰) علمائے دین کو وہاں چھوڑا کہ وہ آپ ﷺ کا انتظار کریں کہ کب آپ ﷺ مبعوث ہوتے اور ہجرت فرماتے ہیں؟ پھر جب آپ ﷺ تشریف لائے تو ان لوگوں نے آپ ﷺ کو پہچان تو لیا لیکن انکار کر دیا (اللہ کی لعنت کافروں پر)

اور اگر تو یہ کہے کہ تمام حجاز مقدس چھوڑ کر صرف مدینہ شریف کو مخصوص کرنے میں کوئی حکمت ہے؟ تو میں کہوں گا کہ ہاں اس میں یہ حکمت بسبب اس کے ذات کے اعتبار سے ہے نہ کہ عرض کے سبب سے۔ کیونکہ یہ جگہ سب سے اچھی اور تہامہ میں سے سب سے زیادہ شیریں اور اعدل ہے۔ یہاں پانی اور کھجوروں کی کثرت ہے اور اس کے رہنے والے احسن ہیں۔ بالخصوص ہمارے

آقا ﷺ کے ننھیال اور انصار یہاں کے ہیں اور اس کے علاوہ بے شمار اس کے محاسن ہیں جو کہ مکہ کے سوا کسی اور جگہ میں نہیں پائے جاتے۔ جو کچھ میں نے بیان کیا یہ اس مقام پر غور و فکر کرنے کے لئے کافی ہے۔ اور اوہام کے ظلمات سے بچنے کے لئے شافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے توفیق دے کہ ہم ان مشکلات کو سمجھ سکیں۔

پانچویں فصل

ایسے امور کہ جن کا زائر کو دورانِ سفر خیال رکھنا ضروری ہے

علمائے شوافع نے فرمایا کہ

زائر کے لئے مستحب ہے کہ وہ روضہ شریف کی زیارت کے لئے سامان سفر باندھے اور سفر کرتے وقت آپ ﷺ کی مسجد شریف کے تقرب اور اس میں نماز و اعتکاف کی بھی نیت کرے اور فرمایا کہ زائر کے لئے مستحب ہے کہ جب وہ زیارت کی طرف متوجہ ہو تو راستہ میں اور جب مدینہ شریف کے درختوں اور اس کے حرم اور ہر اس چیز کہ جس سے مدینہ شریف میں داخل ہونے کا احساس ہو پر نظر پڑے تو زیادہ سے زیادہ درود و سلام عرض کرے۔ اور اللہ تعالیٰ سے زیارت کے نفع مند ہونے اور اس کی قبولیت کی دعا کرے۔ (انتہیٰ)

اور انہوں (علمائے شافعیہ) نے اس کی خصوصیت پر کوئی دلیل پیش نہیں کی اور اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ زیادہ درود و سلام دنیا و آخرت کی مشکلات کے حل کا سبب ہے۔

فضیلت درود و سلام

حدیث نمبرا

امام ترمذی نے روایت کی اور کہا کہ حسن ہے اور امام حاکم نے حضرت ابی بن

کعب ؓ سے روایت کرتے ہوئے صحیح کہا۔ انہوں نے فرمایا

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا ذهب ثلثا الليل قام فقال يا ايها الناس اذكرو الله جاء ت الراجفة تتبعها الرادفة جاءت الموت بمافيه فقال ابى : فقلت يا رسول الله انى اكثر الصلاة عليک فكم اجعل لک من صلاتى؟ قال : ماشئت قلت الربع؟ قال : ماشئت وان زدت فهو خير لک قلت : فالثلثين؟ قال : ماشئت وان زدت فهو خيرلک قلت : اجعل لک صلاتى كلها قال : اذا تكفى همک ويغفر ذنبک

رسول اللہ ﷺ تہائی رات گزرنے کے بعد کھڑے ہوئے اور فرمایا اے لوگو اللہ کو یاد کرو حضرت ابی نے کہا کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ پر زیادہ درود پڑھنا چاہتا ہوں تو میں کتنا آپ ﷺ پر درود پڑھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جتنا تو چاہے' میں نے کہا چوتھا حصہ (کل وظائف کا) فرمایا جتنا تو چاہے اگر تو اس کو زیادہ کرے تو تیرے لئے بہتر ہے۔ میں نے عرض کی دو ثلث فرمایا جتنا تو چاہے اگر زیادہ کرے تو تیرے لئے بہتر ہے۔میں نے عرض کی میں ہر وقت آپ ﷺ پر درود ہی پڑھا کروں گا تو فرمایا پھر تو تیرے تمام غموں کو یہ کافی ہو گا اور تیرے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔

اور امام احمد' ابن ابی عاصم اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے

قال رجل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارایت ان جعلت صلاتی کلھا علیک قال اذا یکفیک اللہ ھمک من دنیاک و آخرتک

ایک آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر میں تمام اوقات آپ ﷺ پر درود ہی پڑھتا رہوں تو آپ ﷺ کا کیا خیال ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا پھر تو اللہ تعالیٰ تیرے تمام دنیا و آخرت کے غموں کو کافی ہو گا۔ (یعنی دور فرما دے گا)

پس جب یہ ظاہر و ثابت ہو گیا کہ درود و سلام دنیا و آخرت کی مشکلات کے رفع کا سبب ہے تو مسافر روضہ مقدسہ دنیاوی سفر کی مشکلات کی کفایت کا ظاہر ہے کہ محتاج ہے اور اخروی مشکلات یعنی اس زیارت کی قبولیت کا محتاج ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی نظر التفات اور امداد کا خواہاں ہے۔

تو جب وہ (زائر) راستہ میں درود و سلام کی کثرت کرے گا تو آپ ﷺ سے ان تمام مقاصد کی امید رکھے گا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ کثرت درود و سلام آپ ﷺ کی محبت کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے۔ اور یہ (درود و سلام) حصول شفاعت کا کفیل ہے۔

حدیث نمبر ۲

جیسا کہ ایک ایسی حدیث میں مروی ہے کہ جس کی سند میں کوئی حرج نہیں ۔ آپ ﷺ نے فرمایا

من صل علی عشرۃ صلی اللہ علیہ مائۃ ومن صلی علی

جس نے مجھ پر دس مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر ایک سو

مائة صلی اللہ علیه الفا ومن زاد صبابة وشوقا كنت له شفیعا و شهیدا یوم القیامة

رحمتیں فرمائے گا اور جس نے مجھ پر ایک سو (۱۰۰) مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر ایک ہزار رحمتیں فرمائے گا اور جس نے محبت و شوق سے اس سے زیادہ پڑھا میں قیامت کے دن اس کا شافع اور گواہ ہوں گا۔

حدیث نمبر ۳

اور آپ ﷺ سے بسند حسن مروی ہے: آپ ﷺ نے فرمایا

من قال اللهم صلی علی محمد وانزله المقعد المقرب عندک یوم القیامة وجبت له شفاعتی

جس نے یہ درود شریف پڑھا اللھم صلی علی محمد وانزله المقعد المقرب....... تو قیامت کے دن اس پر میری شفاعت واجب ہو گئی۔

حدیث نمبر ۴

اور بسند ضعیف مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا

من سره ان یلقی اللہ راضیا (وفی روایة) وھو عنه راض فلیکثر من الصلاة علی

جو یہ چاہتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملاقات کرے کہ اللہ اس سے راضی ہو تو مجھ پر زیادہ درود پڑھا کرے۔

پس جب زیادہ درود شریف اللہ کی رضا کا سبب ہے تو یہ آپ ﷺ کی بھی رضا کا سبب ہے۔ لہٰذا جو شخص راستہ میں درود شریف کی کثرت کرے گا۔

پس وہ اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ وہ راضی ہوں پس اسی لئے زائر کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ راستہ میں درود شریف کی کثرت کرے تاکہ وہ جب آپ ﷺ کی بارگاہ مقدس میں حاضر ہو تو آپ ﷺ اس سے راضی ہوں اور زائر کو نظر رحمت و شفقت سے ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حدیث نمبر۵

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایسی سند کے ساتھ کہ جس میں ایک راوی متہم ہے مروی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اللہ کا قرب اللہ کے ذکر سے حاصل نہیں کیا بلکہ نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام سے اللہ کا قرب حاصل کیا ہے کیونکہ میں نے آپ ﷺ سے سنا' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

قال جبرائیل: یا محمد ان اللہ عزوجل یقول من صل علیک عشر مرات استوجب الامان من سخطی

حضرت جبرائیل امین نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے آپ ﷺ پر دس مرتبہ درود پڑھا اس کو میں نے اپنی ناراضی سے امان بخش دی۔

اور جس کو اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے امان مل گئی اس کو نبی اکرم ﷺ کی ناراضی سے بھی امان مل گئی۔ پس جب زائر راستہ میں درود و سلام کی کثرت کرے گا تو اسے یقیناً یہ چیز حاصل ہو گی اور وہ مواجہ شریف کے سامنے کھڑا ہونے کا اہل ہو جائے گا۔

حدیث نمبر۶

اور آپ ﷺ سے بسند حسن غریب مروی ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

من صلی علی فی کل یوم مائة مرة قضی اللہ له مائة حاجة سبعین لاخرته وثلاثین لدنیاه

جس نے مجھ پر ایک دن میں سو مرتبہ درود شریف پڑھا اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائے گا ۷۰ آخرت کی اور تیس اس دنیا کی۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ زائر کی دینی اور دنیاوی حاجات ہیں۔ پس جب وہ راستہ میں کثرت کے ساتھ درود و سلام پڑھے گا تو یہ اس کی قضائے حاجات کے لئے کافی ہو گا۔

(حدیث نمبر۷)

اور آپ ﷺ سے بسند حسن غریب مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

ان اولی الناس بی یوم القیامة اکثر هم علی صلاة فی الدنیا

قیامت کے روز لوگوں میں سے وہ شخص میرے سب سے زیادہ قریب ہو گا جو دنیا میں مجھ پر زیادہ درود پڑھے گا۔

حدیث نمبر۸

اور بسند ضعیف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا

اوحی اللہ عزوجل الی موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلاة والسلام اننی جعلت فیک عشرة آلاف

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی طرف وحی فرمائی کہ اے موسیٰ اگر میں تجھے دس ہزار زبانیں عطا

لسان حتی اجبتنی واحب ما تکون الی واقربہ اذا اکثرت الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

فرماؤں جن سے تو مجھے جواب دے (میری تسبیحات بولے) تو میرا قرب اس وقت حاصل کرے گا جب تو میرے حبیب پر درود کثرت کے ساتھ پڑھے گا۔

اور ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں اور میرے زیادہ قریب تو اس وقت ہو گا جب نبی اکرم ﷺ پر زیادہ درود شریف پڑھے گا۔

اے میرے بھائی اس میں غور و فکر کر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ حال ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا قرب آپ ﷺ پر کثرت درود شریف کے ذریعے حاصل کرتے ہیں تو ہم تو زیادہ حق دار ہیں کیونکہ ہم آپ ﷺ کے غلام اور امتی ہیں۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا کہ انہوں نے ——— ایک حاجی کو دیکھا جو مناسک حج میں درود شریف کثرت سے پڑھ رہا تھا' آپ نے فرمایا۔ یہ جگہ اللہ کی ثنا کی ہے۔ تو اس حاجی نے آپ کو بتلایا کہ جب اس کے بھائی پر آخری وقت آیا اور وہ فوت ہوا تو اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔ جس سے وہ (حاجی) بڑا غمگین اور پریشان ہوا۔ وہ اسی حالت میں تھا کہ اس کے قریب ایک ایسی شخصیت تشریف لائی کہ جس کا چہرہ مبارک سورج کی طرح چمک رہا تھا تو اس نے اس مرنے والے کے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو اس کی سیاہی دور ہو گئی اور وہ چاند کی طرح چمکنے لگا۔ پس وہ خوش ہوا اور اس نے آنے والے سے اس کا اسم گرامی دریافت کیا تو اس نے فرمایا "میں وہ موکل فرشتہ ہوں کہ جس کی ڈیوٹی درود شریف پڑھنے والے پر لگی ہوئی ہے۔ میں ہر درود شریف پڑھنے والے کے ساتھ یہی سلوک کرتا ہوں۔ تیرا یہ بھائی رسول اللہ ﷺ پر درود شریف کی کثرت کیا کرتا تھا پس اس لئے اللہ تعالیٰ

نے تیرے بھائی کی سیاہی زائل فرما دی ہے اور اس کو یہ جمال عطا فرمایا ہے۔"

اور ایسے ہی مروی ہے کہ ایک شخص فوت ہو گیا تو اس کا چہرہ تبدیل ہو کر گدھے کا سا چہرہ ہو گیا۔ کیونکہ وہ سود خور تھا۔ اس کے بیٹے نے پیارے آقا ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ یہ میرے اوپر ہر روز سونے سے پہلے ایک سو مرتبہ درود شریف پڑھا کرتا تھا پس جب مجھے موکل فرشتے کہ جو میری امت کا درود شریف میرے پاس پہنچایا کرتا تھا نے مجھے خبر دی تو میں نے اللہ تعالٰی سے دعا فرمائی پس اللہ تعالٰی نے میری وجہ سے اس کو نجات و شفا عطا فرما دی ہے۔ پس جب وہ جاگا تو اس نے اپنے والد کا چہرہ دیکھا وہ ایسے تھا جیسا کہ چودھویں رات کا چاند۔

اس قسم کی بے شمار حکایات ہیں جن کو میں نے اپنی کتاب " الدر المنضود" میں بیان کر دیا ہے۔

اے قاری جب تیرے لئے یہ ظاہر ہو گیا تو اب تو دن رات' صبح و شام سوتے جاگتے اپنا وظیفہ درود و سلام کو بنا لے اور اس سے بھاگ مت' اپنی استطاعت و طاقت کے برابر اس کو اپنا' کیونکہ یہی تیرے لئے خیر و بھلائی و قبولیت کی انتہا ہے۔ اور یہ کام کرنے والا آپ ﷺ کی بارگاہ کا مقبول ہے اور آپ ﷺ کی شفاعت کے ساتھ کامیاب ہے۔ اور آپ ﷺ کی محبت کے ساتھ بھرپور ہے اور جس کو یہ فوائد مل جائیں تو وہ اپنے دل سے اہل و مال کی محبت نکالنے کی دعا کرے۔ تو کیا اس سے زیادہ سہل اور آسان کام حصول مقصد کا کوئی اور ہے؟ پس اس کے ترک کرنے سے بچ' پھر بچ' کیونکہ یہ شقاوت و بدبختی کی واضح علامت ہے۔ (والعیاذ باللہ تعالٰی)

اور مزید تاکید ہے کہ زائر مدینہ پر یہ چیز ہے کہ جب آپ ﷺ کے آثار مبارکہ دیکھے بالخصوص کہ جہاں آپ ﷺ رہتے تھے' یا آپ ﷺ کی نماز

کی جگہیں تو صلاۃ و سلام کی اور زیادتی کرے۔ کیونکہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما جب حجروں سے گزرتی تو کہا کرتی تھیں

صلی اللہ وسلم علی رسولہ لقد نزلناھھنا — اللہ اپنے رسول پر درود نازل فرمائے ہم یہاں اترے تھے۔

اس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

اور امام احمد نے حضرت انس ﷜ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے لوگوں کے لئے آپ ﷺ کا پیالہ مبارک نکالا اور اس میں پانی تھا۔ پس انہوں نے اس سے پیا اور اپنے سروں اور چہروں پر ڈالا اور آپ ﷺ پر درود پڑھا۔

اہم تنبیہات

صلاۃ و سلام بالجہر پڑھنا چاہیے یا بالسر

مسئلہ نمبرا

کیا درود و سلام بلند آواز سے پڑھے یا آہستہ؟

جس طرح سے اس میں خشوع زیادہ ہو وہ اس طریقہ سے صلاۃ و سلام عرض کرے کیونکہ اس کے حق میں وہی بہتر ہے۔ ہاں جہر میں یہ شرط ضرور ہے کہ اس میں ریاکاری نہ پیدا ہو اور نہ ہی اس کے جہر کی وجہ سے نمازی کی نماز اور سونے والے کی نیند اور ذکر کرنے والے کے ذکر میں خلل واقع ہو۔

اور اگر وہ جہر و سر دونوں میں سے کسی ایک میں خشوع کی زیادتی کی تمیز نہ کر سکے اور ریا سے بھی بری ہو اور اس کا درود و سلام سن کر کسی دوسرے کو بھی ترغیب ہو تو اس کے لئے جہر (بلند آواز) سے پڑھنا افضل ہے۔ اور اگر ایسا نہیں تو پھر آہستہ یعنی سرا پڑھنا اولیٰ ہے۔ کیونکہ یہ

دکھلاوے سے دور ہے اور مندرجہ بالا کوئی صورت اس کے متعارض بھی نہیں ہے۔ یہی مسئلہ تمام اذکار اور قرات قرآن میں ہے۔ اس تفصیل کا اگرچہ علماء نے عام ذکر نہیں فرمایا لیکن اس کا ظاہر معنی بڑا جید ہے پس اس پر اعتماد کرنا چاہیے۔

درود و سلام افضل ہے یا قرأتِ قرآن

مسئلہ نمبر۲

زائر کے لئے راستہ میں درود و سلام کی کثرت کرنا قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے سے افضل ہے یا کہ اس کے الٹ یعنی قرآن کی تلاوت درود و سلام سے افضل ہے۔ ایسے ہی جمعرات کو یا ہر اس وقت کہ جس میں درود و سلام کی کثرت کرنے کا حکم ہے۔ یا پھر یہ دونوں (درود و سلام و تلاوت) برابر ہیں؟

اس میں ہر ایک کا احتمال ہے اور اس پر کلام جمعہ کے باب میں ہے۔ بعض اوقات بعض حضرات نے تلاوت قرآن کے افضل ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ لیکن میرے نزدیک پہلا ظاہر ہے۔ (یعنی درود و سلام تلاوت قرآن سے افضل ہے) کیونکہ اس کو محل مخصوص میں طلب کیا گیا ہے۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ تلاوت قرآن ایسے ذکر سے افضل ہے کہ جس کو مخصوص نہ کیا گیا ہو اور جس ذکر کو مخصوص کر دیا گیا ہو وہ بہرحال تلاوت قرآن سے افضل ہے اور جس مسئلہ میں ہم گفتگو کر رہے ہیں یہاں درود و سلام مخصوص ہے لہٰذا چاہیے کہ یہاں ان علمائے کرام کے قول کے مطابق بھی درود و سلام ہی افضل ہے۔

مسئلہ نمبر۳

علماء کے سابق قول کہ زائر روضہ شریف کی زیارت کی نیت کے ساتھ

مسجد نبوی کی زیارت اور اس میں نماز و اعتکاف کی بھی نیت کرے۔ اس سے یہ وہم نہیں ہونا چاہیے کہ اس میں شراکت و اختلاط نقصان دہ ہے۔ اس سلسلہ میں دوسری فصل کے شروع میں حدیث شریف کہ "جو میری زیارت کے لئے آیا اور اسے سوائے میری زیارت کے اور کوئی حاجت نہ تھی" کے تحت ذکر کر دیا گیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴

علماء کے قول سابق کہ جب زائر کی نظر مدینہ شریف کے درختوں' حرم اور ہر اس چیز کہ جس کو دیکھ کر مدینہ پہچانا جائے پر پڑے تو درود و سلام کی کثرت کرے تو اس وقت وہ اس پہاڑ پر مسرت کے ساتھ چڑھے جس کو عام لوگ پہاڑ فرحت کہتے ہیں تاکہ اس کا شوق زیادہ ہو اور وہ زیادہ درود و سلام پڑھ سکے اور اس کا خشوع اور توسل اور دعا کی زیادتی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

بلکہ یہ سنت ہے کیونکہ یہ ان عظیم نیکیوں کا وسیلہ ہے اور یہ اصول تو عام ہے کہ وسائل مقاصد کے حکم میں ہوتے ہیں لیکن یہ جو عام لوگوں میں مشہور ہے کہ وہ جب اس کو دیکھتے ہیں اگرچہ اندھیرے میں ہو اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے میں افراط سے کام لیتے ہیں اور جانور (سواریاں) دوڑاتے ہیں اور ہر وہ تکلیف اٹھاتے ہیں کہ جو طاقت سے زیادہ ہو تو یہ بدعت ہے صرف مقدور بھر ہی کام کرنا چاہیے۔

زائرِ مدینہ کے لئے مسنون افعال

زائر کے لئے مسنون ہے کہ وہ راستہ میں ان امور کو بجا لائے بلکہ بہت ضروری ہے مگر ذوالحلیفہ جو کہ وادیِ بطحا میں ہے پر آپ ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے نماز پڑھے اور ظاہر ہے کہ یہاں نماز نزولِ مدینہ کے لئے ہے اور یہ

وقت مکروہ میں بھی جائز ہے۔

حضرت امام سبکی نے فرمایا ہمارے اصحاب (شوافع) میں اس کے مندوب ہونے پر کسی کو کوئی کلام نہیں ہے۔ بلکہ یہ سنت مؤکدہ ہونی چاہیے اور یہاں نماز زیادہ اہم ہے ان جگہوں میں سے کہ جن مقامات میں آپ ﷺ نے راستہ میں اتفاقاً نماز ادا فرمائی ہے۔ اور اس کے وجوب کا قول بعید (صحیح نہیں) ہے۔ شائد جس نے وجوب کا قول کیا ہے اس کی اس سے مراد اہل مدینہ کے لئے زیادہ مؤکد ہونا ہو۔ اور یہی ظاہر بلکہ صحیح ہے جیسا کہ مالکیوں میں سے ابن فرحون کا کلام اس بارے میں صریح ہے۔ انہوں نے فرمایا

"کہ جب وہ بطحا میں پہنچے تو رسول اللہ ﷺ کے اترنے کی جگہ اترے اور اس سے تجاوز نہ کرے یہاں تک کہ وہ وہاں ٹھہرے اور دو رکعتیں پڑھے کیونکہ یہ سنت میں سے ہے۔ اور اگر اس جگہ ایسے وقت میں داخل ہو کہ وہ نماز کا وقت نہ ہو تو وہاں ٹھہرے اور جب مکروہ وقت گزر جائے تو پھر دو نفل ادا کرے اور پھر وہاں سے کوچ کرے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ جب حج یا عمرہ کا ارادہ فرماتے تو ذو الحلیفہ میں بطحا کے مقام پر اونٹنی بٹھاتے اور وہاں نماز ادا فرماتے۔"

حضرت امام نافع نے فرمایا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کرتے۔

امام مالک نے فرمایا

میں یہ کسی کے لئے بھی پسند نہیں کرتا کہ وہ اس کو ترک کرے۔ رات یہاں گزارنی اور نماز پڑھنا سنت ہے۔ (انتہیٰ)

اور ابن فرحون کا یہ فرمانا کہ "وہاں ٹھہرے یہاں تک کہ وقت مکروہ نکل جائے۔" یہ ان کا مذہب (مالکی) ہے اور ہمارے مذہب (شافعی) میں جب بھی یہاں پہنچے تو فوراً نماز ادا کرے جیسا کہ ابھی گزرا۔

اور انہی سنن میں سے ہے کہ جب زائر مدینہ' مدینہ شریف کے قریب پہنچے تو داخل ہونے سے پہلے غسل کرے۔
اور اس کی صراحت احناف' مالکیہ اور حنابلہ نے بھی کی ہے۔ اور ایسے ہی حرم نبی ﷺ میں داخل ہونے سے پہلے بھی حرم مکہ پر قیاس کرتے ہوئے غسل کرے۔ اور حرم مکہ میں داخلہ کے لئے غسل مندوب ہے چاہے آدمی بغیر احرام کے ہی کیوں نہ ہو اور اگرچہ مسجد میں داخل ہونے کا ارادہ نہ ہو۔ اور جس کے بدن میں تغیر نہ ہو تو اس تنعیم (مسجد عائشہ) سے غسل کافی ہے۔ اور جو اس سے عاجز ہو وہ تیمم کر لے۔ اور جس کو پانی میسر ہو تو اس کے لئے تیمم کافی نہیں اور معذور کہ جس کے بدن میں کوئی تکلیف ہو وہ پہلے اس جگہ کو دھوئے پھر اعضاء وضو کو پھر سر اور اس کے ساتھ ملا ہوا حصہ پھر باقی جسم کا تیمم کرے۔

امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا

زائر کے لئے مستحب ہے کہ وہ بئر حرہ سے غسل کرے۔
سید نے فرمایا کہ بئر حرہ سے مراد بئر سقیا ہے جو کہ حرہ کے مقام پر ہے جو کہ مدینہ شریف میں داخلہ کے راستہ میں ہے۔ پھر یہ غسل مدینہ منورہ میں داخلہ کے لئے سنت ہے جیسا کہ تمام علماء نے بیان فرمایا ہے۔
تو کیا جب یہ فوت ہو جائے تو اس کا تدارک کرنا مستحب ہے؟
اس میں دونوں طرف کا احتمال ہے اور میں دوسری طرف مائل ہوں یعنی اس کا تدارک کرنا چاہیے۔ جیسا کہ مکہ شریف اور حرم میں دخول کے لئے غسل کے بارے میں حکم ہے۔ اور پھر میں نے بعض احناف سے اس کی صراحت بھی دیکھی ہے۔ کہ انہوں نے مدینہ شریف کے لئے ایسے ہی بیان فرمایا ہے۔

مدینہ شریف میں داخلہ کے وقت کپڑے نئے ہوں

اسی طرح زائر کے لئے سنت ہے کہ وہ داخلہ کے وقت صاف ستھرے کپڑے پہنے۔

تو کیا اعلیٰ کپڑے قیمت کے لحاظ سے ہوں جیسا کہ عید میں ہوتے ہیں؟

یا سفید ہوں جیسا کہ جمعہ کے دن ہوتے ہیں؟

اس میں ہر ایک کا احتمال ہے اور دوسرے یعنی سفید اقرب ہیں۔ کیونکہ یہ تواضع کے زیادہ قریب ہیں۔

پھر میں نے اس بارے میں تصریح دیکھی ہے کہ سفید کپڑے ہر مسجد میں جانے کے لئے مندوب ہیں اور یہ صریح ہے جو کہ میں نے ذکر کیا۔ کیونکہ یہاں بھی وہ مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہو گا اور اپنے پیارے نبی آقا و مولا ﷺ کے حضور کھڑا ہو گا اور یہ بہترین اور مکمل ترین احوال میں سے ہے۔

اور حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

اسرعوا بالدخول　　　　داخلہ میں جلدی کرو۔

اور آپ سے ثابت ہے کہ وہ سفر کی تھکاوٹ کے آثار دور کر کے نیا لباس پہنتے تھے اور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں وقار اور ادب کے ساتھ حاضر ہوتے تھے۔ اور آپ ﷺ نے ان کے لئے اس کو پسند فرمایا اور ان الفاظ کے ساتھ ان کی تعریف فرمائی۔ کہ "تجھ میں دو خصلتیں ہیں جن کو اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) پسند فرماتے ہیں۔ بردباری اور وقار"

مدینہ شریف میں داخلہ کے لئے خوشبو لگانا

زائر کے لئے مسنون ہے کہ وہ داخلہ سے پہلے خوشبو استعمال کرے۔ یعنی بدبو دور کرنے کے بعد اور ایسے ہی اس کے لئے بغلوں کے بال اور موئے زیر ناف اور ناخن اتروانے اور ہر وہ کام جو حرم مکہ میں داخل ہوتے

وقت کرنا مسنون ہے یہاں بھی سنت ہے۔ یعنی جو کام صفائی و ستھرائی کے حرم مکہ میں دخول کے وقت کرنے چاہئیں یہاں بھی وہ تمام کام کرنے چاہئیں۔ اور بعض جاہل لوگ کپڑے اتار کر حاضر ہوتے ہیں جیسے کہ محرم آدمی تو یہ فعل حرام ہے اس سے منع کرنا واجب ہے۔ اور ان کو خوب روکنا چاہیے حتیٰ کہ وہ اور ان کی مثل دیگر لوگ ایسی بدعت قبیحہ سے بچ سکیں۔

پیدل چلنا

زائر کے لئے مسنون ہے کہ جب وہ مدینہ طیبہ یا اس کے حرم پاک کو دیکھے تو سواری سے اتر جائے۔ جیسا کہ مالکیہ نے صراحت کی ہے۔ اور اس کو چاہیے کہ امام بدر بن جماعہ کے قول پر محمول کیا جائے۔ اس لئے جو لوگ اپنی سواریوں سے مدینہ شریف کو دیکھتے ہی اتر جاتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ جب وفد عبدالقیس نے آپ ﷺ کو دیکھا تھا تو وہ اپنی سواریوں سے نیچے کود پڑے اور آپ ﷺ نے ان کو اس فعل سے منع نہیں فرمایا تھا اور ان پر انکار نہیں کیا تھا۔ اور آپ ﷺ کی تعظیم و حرمت اور آپ ﷺ کے حرم مقدس کی عزت و تکریم اسی طرح سے ہے جیسی کہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات مبارک میں تھی۔

اور ان کا یہ کہنا کہ سواریوں سے اتر پڑے یعنی اپنی سواریوں سے جلدی سے کود جائے اور ان پر ٹھہرا نہ رہے اور جلدی سے آپ ﷺ کی طرف چلے۔ جیسا کہ بہت سارے علماء نے بیان فرمایا ہے۔

اور وہ جو امام نووی نے بیان فرمایا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ جب وہ مدینہ شریف کے قریب پہنچیں تو آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کی جلدی کریں اور اپنے سامان باندھ کر اپنی سواری کو رسی کے ساتھ باندھے اور اچھے کپڑے پہنے پھر آپ ﷺ کی بارگاہ میں جائے پس اس کی تعریف کی گئی ہے

کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اس میں دو خصلتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (ﷺ) پسند فرماتے ہیں اور وہ دونوں حلم اور وقار ہیں۔" یعنی ترک عجلت' قاضی عیاض نے فرمایا اور اسی کی اتباع امام نووی نے کی۔

وقار کہ جس کی اللہؐ کے رسول ﷺ نے تعریف فرمائی' یہ ہے کہ آدمی ٹھہرے اور اپنے مصالح میں اور اپنی جماعت کے مصالح میں نظر کرے اور عجلت سے کام نہ لے۔ (انتھٰی)

اور یہ ترک عجلت ہر کام میں آدمی کے لئے بہتر ہے سوائے تین چیزوں کے

۱۔ نماز کہ جب اس کا وقت آ جائے۔

۲۔ قرض کی ادائیگی کہ جب آدمی اس پر قادر ہو جائے۔

۳۔ کہ جب بچی جوان ہو جائے تو اس کے نکاح میں۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس میں تفصیل ہے۔ بالخصوص اس وقت کہ جب انسان کسی اور سے غیر متعلق ہو یا اس کے مال کی حفاظت کرنے والا کوئی اور ہو تو اس کے لئے افضل ہے۔ کہ وہ اپنی سواری سے جلدی اترے اور ننگے پاؤں خشوع کے ساتھ کسی حاجت کی طرف نظر نہ کرتے ہوئے قبر مکرم کی طرف نظریں نیچی کئے ہوئے چلے۔

یہ اسی کی مثل ہے جیسا کہ مکہ مکرمہ میں طواف قدوم کی طرف آدمی جلدی سے عاجزی کے ساتھ چلتا ہے۔ اور اگر اس قافلے کا کوئی سردار ہو کہ اگر وہ گیا تو ان کا سامان گم ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کے لئے افضل ہے کہ وہ قافلہ والوں کے سامان کے پاس ٹھہرے یہاں تک کہ اس کی جگہ کوئی اور آ کر یہ کام سنبھال لے۔ پھر وہ قبر مکرم کی طرف چلے کیونکہ اس میں دوسرے کے لئے نفع کی انتہا اور اپنے نفس کو مارنا ہے۔ (فتدبر) (پس اس سے غافل نہ ہونا)

بہتر یہ ہے کہ جب سواری سے اترے تو اگر گندگی کا ڈر نہ ہو تو ننگے

پاؤں چلے جیسا کہ حرم مکہ میں داخلہ کے وقت علماء نے بیان فرمایا ہے۔

حرم مدینہ میں داخلہ کی دعا

زائر مدینہ منورہ کو چاہیے کہ جب وہ حرم مدینہ میں داخل ہو تو یہ دعا مانگے

اللھم ھذا حرم رسولک محمد صلی اللہ علیہ وسلم الذی حرمتہ علی لسانہ ودعاک ان تجعل فیہ من الخیر والبرکۃ مثلی ماھو فی بیت الحرام' فحتر منی علی النار' وامنی من عذابک یوم تبعث عبادک وارزقنی من برکاتہ ما رزقتہ اولیاءک واھل طاعتک' وارزقنی فیہ حسن الادب' فعل الخیرات و ترک المنکرات	اے میرے اللہ! یہ تیرے محبوب رسول حضرت محمد ﷺ کا پاک حرم ہے جس کو تو نے آپ ﷺ کی زبان پر حرمت دی۔ میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ میرے لئے اس میں حرم مکہ کی مثل خیر و برکت عطا فرما اور مجھے آگ (جہنم) پر حرام فرما اور روز محشر مجھے عذاب سے نجات فرما اور مجھے اس کی ان برکات سے حصہ عنایت فرما کہ جو برکات تو نے اپنے اولیاء کرام اور نیک لوگوں کو عطا فرمائیں اور مجھے یہاں حسن ادب عطا فرما اور نیکی و بھلائی کرنے اور منکرات سے بچنے کی توفیق فرما۔

اس دعا کو بہت سارے علماء نے بیان فرمایا ہے لہٰذا اس میں کوئی حرج نہیں اگرچہ اس میں کچھ بھی صحیح ثابت نہ ہو سکے۔ گویا کہ اس کے قائل نے دخول حرم مکہ کی دعا پر قیاس کر لیا ہے۔

چھٹی فصل

مدینہ شریف میں داخلہ کے بعد اور مسجد نبوی شریف میں داخلہ سے پہلے کے اعمال

(اسماء مدینہ شریف)

مدینہ شریف کے بہت سارے نام ہیں جو کہ تقریباً ایک ہزار تک پہنچتے ہیں جیسا کہ بعض متاخرین نے ان کو بیان کیا ہے۔ اور یہ ناممکن بھی نہیں ہے کہ کیونکہ ہر وہ شرف جو کچھ مدینہ شریف میں موجود ہے۔ اسی کی مناسبت سے اس کو وہ نام دے دیا گیا اور یہ صحیح ہے۔

مدینہ شریف کے مشہور ناموں میں سے مندرجہ ذیل نام ہیں۔

مدینہ شریف

جیسا کہ آیت کریمہ میں وارد ہوا ہے۔

ما کان لاهل المدینة ومن حولهم من الاعراب ان یتخلفوا عن رسول الله	مدینہ والوں اور ان کے گرد دیہات والوں کو یہ لائق نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ سے پیچھے بیٹھ رہیں۔

(سورۃ توبہ ـ ۱۲۰)

من دان اطاع	جو اطاعت کے قریب ہو

کیونکہ اس کے رہنے والوں کی یہ شان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے مطیع ہیں لہذا اس لئے اس کو مدینہ کہا جاتا ہے۔

طابہ اور طیبہ

جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں وارد ہے۔

ان اللہ سمی المدینۃ طابہ — اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے

اور ایک نسخہ میں طابہ کی بجائے طیبہ کے لفظ ہیں۔
یعنی شرک سے پاک اور خالص باعتبار امرِ آخر کے۔یا اس کو طابہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کے ساکین پاکیزہ لوگ ہیں۔ یعنی غالب کے اعتبار سے یا اصل کے اعتبار سے وہ لوگ بہت پاکیزہ ہیں۔ یا پھر اس میں رہائش کی پاکیزگی ہے باعتبار اس کے کہ وہاں انس و محبت بہت زیادہ ہے۔ اور یہ خشوع و برکت اس عظیم روضہ شریف کی برکت سے ہے۔ کیونکہ ہر صبح و شام اس کی زیارت ہوتی ہے۔ بلکہ ہر وقت اس روضہ کے حسن و جمال کی شعاعیں ہر اس دل پر پڑتی ہیں کہ جو متقی ہے۔

الدار

جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرمایا ہے۔

والذین تبوء والدار والایمان (سورۃ الحشر۔ ۹) — اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنا دیا۔

یثرب

جیسا کہ آیت کریمہ میں آیا ہے۔

واذ قالت طائفۃ منھم یا اھل یثرب لا مقام لکم فارجعوا (الاحزاب۔ ۹) — اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا، اے مدینہ والو! یہاں تمہارے ٹھہرنے کی جگہ نہیں۔

اس نام پر اعتراض ہوتا ہے کہ دور جہالت کا نام ہے۔ اور قرآن میں اس کا وارد ہونا تو یہ منافقین سے حکایتًا بیان کیا گیا ہے جیسا کہ ان سے کفر بیان کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس میں کوئی حجت نہیں۔

اس کو بعد میں آپ ﷺ نے تبدیل فرما دیا تھا جیسا کہ آپ ﷺ کی یہ عادت کریمہ تھی کہ آپ ﷺ برے اور قبیح اسما کو تبدیل فرما دیا کرتے تھے۔ جب کہ اس میں ملامت اور غم کا پہلو پایا جاتا ہے۔ اور صحیح حدیث شریف میں آیا ہے۔

یقولون یثرب وھی المدینۃ	وہ لوگ اس کو یثرب کہتے ہیں حالانکہ یہ مدینہ ہے۔

لہٰذا اس نام میں کراہت ظاہر ہے کیونکہ یہ دور جہالت کا نام ہے اور اس کی جگہ دوسرا نام رکھ دیا گیا ہے۔

اس فصل کے دیگر مسائل

یہ معراج کا سماں ہے کہاں پہنچے ہو زائرو
کرسی سے اونچی کرسی اس پاک در کی ہے

پہلا مسئلہ: مدینہ شریف میں داخل ہوتے وقت کی دعا

مدینہ شریف میں داخل ہونے والے کے لئے سنت ہے کہ وہ یہ دعا پڑھے

بسم اللہ ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا' حسبی اللہ آمنت باللہ توکلت	اللہ کے نام کے ساتھ جو وہ چاہے اللہ ہی کے لئے قوت ہے اے میرے رب! مجھے داخل فرما مقام صدق میں اور میرا نکلنا مبارک فرما اور میرے لئے اپنی جناب

علی اللّٰہ لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ‘
اللھم الیک خرجت وانت
اخرجتنی‘ اللھم سلمنی وسلم
منی وزدنی سالما فی دینی کما
اخرجتنی‘ اللھم انی اعوذبک من
ان اضل او اضل وازل او ازل او
اظلم او اظلم او اجھل او یجھل
علی‘ عز جاءک‘ وجل ثناء ک
وتبارک اسمک‘ ولا الہ غیرک‘
اللھم انی اسألک بحق السائلین
علیک‘ وبحق ممشای ھذا الیک
فانی لم اخرج بطراً ولا اشرا ولا
ریا‘ ولا سمعہ‘ خرجت اتقاء
سخطک وابتغاء مرضاتک‘
اسئلک ان تفقذنی من النار وان
تغفرلی ذنوبی انہ لا یغفر الذنوب
الا انت یا ارحم الراحمین یا
اکرم الاکرمین

سے مددگار عطا فرما۔ مجھے اللہ کافی
ہے میں اللہ پر ایمان لایا اسی پر
توکل کیا کوئی برائی سے روکنے اور
نیکی کی توفیق دینے والا اللہ کے
سوا نہیں۔ اے میرے اللہ! میں
تیری طرف نکلا اور تو نے مجھے
نکالا اے میرے اللہ! مجھے سلامت
رکھ اور مجھ سے سلامتی قبول فرما
اور مجھے میرے دین میں سلامتی
کے ساتھ زیادتی عطا فرما جیسا کہ
تو نے مجھے نکالا۔ اے اللہ! میں
تیری پناہ میں آتا ہوں یہ کہ میں
گمراہ ہوں یا گمراہ کروں میں
پھسلوں یا لوگوں کو راہ حق سے
پھسلاؤں‘ میں ظلم کروں یا مجھ پر
ظلم کیا جائے۔ میں جہالت
پھیلاؤں یا جاہل بنوں۔ اے اللہ!
میں تجھ سے سائلین کے صدقہ
سے سوال کرتا ہوں اور تیری
طرف چلنے والوں کے صدقے دعا
کرتا ہوں یہ کہ نہ نکلوں میں
نافرمانی کرتے اور برائی کرتے
ہوئے اور نہ ریا اور دکھلاوا کرتے

ہوئے۔ میں نکلا تیری ناراضگی
سے ڈرتا ہوا اور تیری رضا چاہتا
ہوا' میں دعا کرتا ہوں کہ مجھے
آگ سے بچا اور میرے گناہ بخش
دے۔ بے شک تیرے سوا کوئی
گناہوں کا بخشنے والا نہیں اے
ارحم الراحمین اے اکرم الاکرمین
(آمین)

اس دعا کو بھی بہت سارے علمائے کرام نے ذکر فرمایا ہے۔ اور اس کو پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں اگرچہ اس میں صحیح ثابت کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ اسی کی مثال ہے جیسا کہ گزرا کہ حرم شریف میں داخلہ کے وقت دعا مانگی جاتی ہے۔

اور اس کے شروع میں تسمیہ (بسم اللہ) ہے اور حرم مکہ کی دعا میں بھی تسمیہ ہے۔ اس کے مندوب ہونے کی اصل وہ حدیث شریف ہے کہ
لکل امر ذی بال .... ہر وہ کام بے برکت ہے جو بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے۔ اور یہ اس میں قطعی ہے۔
اور رب ادخلنی مدخل صدق یہ مناسب ہے کہ کیونکہ "صدق" مدینہ شریف کے ناموں میں سے نام ہے۔ اور پھر یہ آیت کریمہ میں بھی وارد ہوا ہے۔ (سورۃ الاسراء ۸۰)

تنبیہہ

زائر کو چاہیے کہ اپنے اس قول فانی لم اخرج ...... کو سچا کر دکھائے اور اس کی تصدیق کرے وگرنہ وہ جھوٹا تصور ہو گا اور اس پر اللہ کی طرف سے

ناراضگی اور دوری کا سبب ہو گا کیونکہ وہ تو آنکھوں کی خیانتیں اور سینوں کی چھپی ہوئی اشیاء کو جانتا ہے۔ اور اس کی مثال نمازی کے اس قول کی مثال ہے کہ جو وہ نماز کے شروع میں کہتا ہے کہ

وجهت وجهی للذی فطر السموت والارض.........

یا وہ رکوع میں کہتا ہے

فتح لک سمعی و بصری ومخی و عظمی و عصبی..........

رکوع کرنے والے کو چاہیے کہ اپنا چہرہ اول سے لے کر آخر تک اللہ تعالیٰ کے سامنے رکھے جیسا کہ ابتداء نماز میں رکھا تھا۔ اور رکوع خشوع و خضوع برقرار رکھے وگرنہ وہ جھوٹا ہو گا کیونکہ اس نے دعا میں کہہ تو دیا لیکن عملی طور پر نہ تو چہرہ سیدھا کیا اور نہ ہی خشوع کیا۔

اور یہ چاہیے کہ یہ دعا ہر مسجد میں جاتے وقت پڑھ لی جائے کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب آدمی یہ دعا پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے اس پر موکل فرماتا ہے جو کہ اس کے لئے استغفار کرتے ہیں۔

دوسرا مسئلہ : حضور قلب

" زائر مدینہ پر ضروری ہے کہ مدینہ شریف میں داخل ہوتے وقت بڑے دھیان اور حضور قلب کے ساتھ داخل ہو کیونکہ اس کا شرف اور خصوصیت رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے ہے اور آپ ﷺ نے اس کو حرمت والا قرار دیا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مکہ کے لئے یہی چیز ظاہر ہوئی اور یہ حرم کوئی نیا نہیں بلکہ اس کی حرمت کا ثبوت اس دن سے ہے جس دن کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان تخلیق فرمائے تھے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اور اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے۔

علماء کی ایک جماعت کے نزدیک ان میں سے امام مالک بھی ہیں کے

نزدیک یہ علی الاطلاق ساری زمین سے افضل ہے۔ اور عند اکثر اہل العلم کے یہ مکہ کے بعد تمام زمین سے افضل ہے۔ اور جس ذات نے اس کو یہ شرف بخشا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے افضل ہے۔

تیسرا مسئلہ: عزت و عظمت مدینہ

زائر جب مدینہ شریف بلکہ حرم مدینہ میں داخل ہونے لگے تو چاہیے کہ اس سے آپ ﷺ کی تعظیم و عظمت ظاہر ہو اور اس کا دل آپ ﷺ کی ہیبت سے بھرپور ہو۔ گویا کہ وہ آپ ﷺ کو دیکھ رہا ہے۔ لہٰذا اس طرح وہ خشوع و خضوع کے ساتھ آپ ﷺ کی تعظیم کرے اور عبادت کی کثرت کرے اور شہوات نفسانیہ اور آپ ﷺ کی مخالفت سے دور رہے۔ اس کا اخلاق اچھا اور نفس مطمئن ہو اور اس پر آپ ﷺ کا کرم ظاہر ہو اور ندامت میں افراط کی حد تک زیادتی کرے۔ اور آپ ﷺ کی زیارت دنیا میں نہ ہونے پر افسوس کا اظہار کرے کیونکہ یہ آخرت میں قبیح اعمال کی وجہ سے عظیم خطرہ ہے اور بہت بڑی گمراہی ہے۔

اور عنقریب آئے گا کہ آپ فرماتے ہیں کہ

ہر انسان پر واجب ہے کہ وہ آپ ﷺ کے فراق و جدائی پر غمگین ہو اور آپ ﷺ کا اس ظاہری دنیا سے تشریف لے جانا۔ یہ ہر آدمی کے ماں باپ اور اولاد کے چلے جانے سے زیادہ غم ہے۔"

مسئلہ نمبر۴: صدقہ کرنا

زائر کے لئے مسنون ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مدنظر رکھتے ہوئے کہ

یا ایھا الذین امنوا اذا ناجیتم   اے ایمان والو! جب تم رسول

الرسول فقدموا بين يدی نجواکم صدقة ذالک خیر لکم واطهر فان لم تجدوا فان اللہ غفور رحیم

کریم (ﷺ) سے بات کرنا چاہو تو پہلے صدقہ دیا کرو یہ تمہارے لئے بہتر اور زیادہ پاکیزہ عمل ہے اور اگر تم نے صدقہ نہ دیا تو اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

مدینہ شریف داخل ہونے کے بعد اور مسجد نبوی میں داخل ہونے سے پہلے صدقہ کرے اگرچہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

حیات النبی ﷺ

کیونکہ آپ ﷺ وصال کے بعد زندہ ہیں اور ایسے ہی ہیں جیسے کہ وصال سے پہلے تھے۔ اور زائر کو چاہیے کہ شہوات و مخالفات کی گندگیوں سے بچتا رہے۔ پس مناسب نہیں کہ آدمی آپ ﷺ سے مخاطب ہو یا آپ ﷺ کے در پر کھڑا ہو جب تک کہ اس شے کا توسل نہ پیش کرے جس کے توسل کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔

اور جب وہ اپنے حلال و طیب مال سے خوش دلی کے ساتھ صدقہ کرے گا تو یہ اس کے صدقہ کے قبول ہونے اور زیارت کے مکمل ہونے کا سبب ہو گا۔ اور وہ آپ ﷺ کے مواجہہ شریف میں کھڑا ہونے' آپ ﷺ سے مخاطب ہونے اور آپ ﷺ کے جواب کے اہل ہو جائے گا۔ اور آپ ﷺ اس کے لئے اللہ کی بارگاہ میں خود وسیلہ بن جائیں گے اور اس کے لئے شفاعت طلب فرمانے والے ہو جائیں گے۔

تنبیہہ

اہل مدینہ کو صدقہ دینا ہر حالت میں افضل ہے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ آپ کی

ہمسائیگی میں ہیں۔ اور ان کے لئے ہمسائیگی کا شرف ثابت ہے ان کی برابری سے اعراض کرنا واجب ہے اور ان کی عزت و حرمت کی طرف نظر کرنا ضروری ہے کہ وہ اس عظیم ہمسائیگی کے شرف سے مشرف ہیں اور بہت ساری احادیث صحیحہ میں ان کے لئے برکت کی دعا کی گئی ہے۔ اور جو ان کی طرف برائی کا ارادہ کرے تو یہ بہت بری ہلاکت اور تباہی و فضیحت ہے۔ ان تمام کا بیان میں نے اپنی کتاب "الزواجر عن اقتراف الکبائر" میں مفصل بیان کر دیا ہے۔

پھر یہ ظاہر ہے کہ جو لوگ مدینہ شریف میں کسی دوسری جگہ سے آ کر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اس کے صدقہ کے اہل وہ لوگ ہیں کیونکہ وہ مقامی لوگوں سے زیادہ حق دار ہیں کہ پردیسی ہیں۔ جب تک کہ مقامی لوگ ان سے زیادہ حاجت مند نہ ہوں اور اگر وہ زیادہ حاجت مند ہوں تو پھر جو زیادہ ضرورت مند ہو گا اس کو صدقہ دیا جائے گا۔ (جیسا حکم فقراء حرم مکہ کے بارے میں ہے)

مسئلہ نمبر۵

زائر پر ضروری ہے کہ وہ ضرورت شدیدہ کے سوا مسجد نبوی سے دور نہ جائے یعنی زیادہ وقت مسجد نبوی شریف میں گزارے سوائے کسی مجبوری کے مثلاً یہ کہ اس کا احترام نہ کر سکے گا وغیرہ وغیرہ۔

اور عورت کو چاہیے کہ وہ زیارت کو رات تک مؤخر کرے کیونکہ اس کے لئے یہ زیادہ ستر والی بات ہے۔ (لیکن چونکہ آج کل عورتوں کے لئے نماز صبح اور بعد نماز ظہر علیحدہ زیارت کا انتظام کیا جاتا ہے لہٰذا اب تو انہی اوقات میں عورت کے لئے مناسب ہے بلکہ مجبوری کے ساتھ ساتھ ستر بھی اسی میں ہے۔ مترجم) یہ تمام احکام حرم مکہ میں داخلہ سے اخذ کئے گئے ہیں۔

ہاں بوڑھی عورت پورے کپڑوں کے ساتھ مذکر کے حکم میں ہی ہے۔ جیسا کہ باجماعت نماز اور عید کی نماز میں ہے۔

مسئلہ نمبر۶: فضائلِ مسجدِ نبوی

مسجد نبوی کو دیکھتے وقت ضروری ہے کہ زائر کے دل میں اس کی جلالتِ شان موجزن رہے اور اس کے حال اور ہمسائیگی کا خیال رکھے۔
زائر کے ذہن میں رہے کہ یہ مہبطِ وحی ہے اور وہ مقام عالی شان ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کی مدت اقامت جو تقریباً دس سال ہے میں عبادت کے لئے پسند و اختیار فرمایا ہے۔ اور آپ ﷺ نے اس مسجد کی بنیاد بنفس نفیس رکھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مٹی اور گارا خود اٹھایا اور اللہ تعالیٰ نے اس جگہ کو آپ ﷺ کے لئے وحی کے لئے متعین فرمایا اور مدینہ شریف کی بقیہ جگہوں کو چھوڑ کر اسے اختیار فرمایا۔ حالانکہ یہاں پہلے کھجوروں کے بوسیدہ درخت اور مشرکین کی قبریں تھیں۔ تو آپ ﷺ نے کھجوروں کو کاٹنے اور مشرکین کی قبور کو اکھاڑ کر ہڈیوں کو منتقل کرنے کا حکم فرمایا۔ پھر اس جگہ کو صاف فرمایا اور وہاں مسجد شریف کی بنیاد رکھی۔ اس میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عظیم فضائل کے بھی دلائل ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے ثواب کہ جس کی کوئی حد و انتہا ہی نہیں ہے اس میں پنہاں ہیں' جیسا کہ اہل سیرت نے نقل فرمایا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے بنی نجار سے یہ جگہ خریدنی چاہی تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے مال سے اس کی قیمت ادا فرمائی تھی۔ پھر آپ ﷺ نے اس کو مسجد بنایا۔
اور یہ بھی زائر کے ذہن میں رہے کہ آپ ﷺ ہمیشہ اکثر اوقات یہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی راہنمائی اور ہدایت و تربیت کے لئے سنت و شریعت مبارکہ کے آداب کے ساتھ تشریف فرما رہے۔ اور اس کے باطنی و

ظاہری احکام کہ جن کے سبب دنیا و آخرت میں امت محمدیہ کامیاب و کامران ہوئی۔ اور یہ علوم و معارف ان (امت محمدیہ) کے فوائد کے لئے ہیں کہ جن کی کوئی حد اور غایت نہیں ہے کہ جن میں سے بعض کو ہماری طرف سے نقل کیا گیا ہے۔ جس کی طرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اشارہ فرمایا ہے۔

اس مسجد نبوی شریف کے فضائل میں سے یہ بھی ہے جن کا زائر اور نمازی کو خیال رکھنا ضروری ہے کہ اس مسجد شریف کی عزت و وقار کہ جو عزت اس کو آپ ﷺ نے عطا فرمائی ہے کو ہمیشہ مدنظر رکھے جیسا کہ صحیح حدیث شریف میں موجود ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

خیر ما رکبت الیه الرواحل مسجدی هذا والبیت العتیق

سب سے افضل جس کی طرف سواریاں چلائی جائیں میری مسجد اور بیت اللہ شریف ہے۔

اور ایک روایت کہ جس کی سند صحیح یا حسن ہے' میں ہے

خیر ما رکبت الیه الرواحل مسجد ابراہیم و مسجد محمد صلی اللّٰه علیه وسلم

سب سے افضل کہ جس کی طرف سواریاں دوڑائی جائیں مسجد ابراہیم اور مسجد نبوی شریف ہیں۔

حضرت ارقم رضی اللہ عنہ جو کہ بدری صحابی ہیں سے بھی ایسے ہی صحیح روایت مروی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا

جئت لرسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لاودعه واردت الخروج الی بیت المقدس فقال صلی اللّٰه علیه وسلم وما یخرجک الیه افی

میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تاکہ آپ ﷺ سے الوداعی ملاقات کر سکوں کیونکہ میں نے بیت المقدس جانے کا ارادہ کیا تھا

تجارة قلت : لا' ولكن اصلی فيه فقال صلی الله عليه وسلم صلاة ههنا خير من الف صلاة

تو آپ ﷺ نے فرمایا تو بیت المقدس کیوں جانا چاہتا ہے؟ کیا تجارت کا ارادہ ہے تو میں نے عرض کیا نہیں میں تو اس میں نماز پڑھنے کے لئے جا رہا ہوں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہاں (مسجد نبوی میں) نماز پڑھنا ہزار نمازوں سے افضل ہے۔

اور ایسے ہی صحیح حدیث میں مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا

من صلی فی مسجدی اربعين صلاة لا تفوته صلاة كتبت له براة من النار ومن براة من العذاب وبراة من النفاق

جس نے میری مسجد میں چالیس نمازیں متواتر اس طرح پڑھیں کہ ایک نماز بھی فوت نہ ہو تو اس کے لئے جہنم کے عذاب اور نفاق سے برأت لکھ دی جاتی ہے۔

اور ایک روایت میں ہے

من دخل مسجدی ليتعلم خيرا ليعلمه فهو بمنزله المجاهد فی سبيل الله ومن جاء لغير ذالک فهو بمنزله الرجل ينظر الی متاع غيره

جو میری مسجد میں اس نیت سے داخل ہوا کہ وہ بھلائی سیکھے یا سکھلائے تو وہ مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح ہے اور جو اس کے سوا کسی اور ارادے سے آیا تو وہ اس شخص کی مانند ہے کہ جو دوسرے کے مال کی حفاظت کرتا ہے۔

(مسئلہ نمبر ۷) امام مالک اور ادبِ مدینہ منورہ

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقعہ ہے او جانے والے

زائرِ مدینہ کو چاہیے کہ وہ قیام مدینہ کے دوران سواری پر سوار نہ ہو۔ نہ ہی مدینہ شریف میں داخلہ کے وقت اور نہ ہی نکلتے وقت۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا

"مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے کہ میں اس مٹی کو روندوں کہ جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے ہوں۔"

بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ پیدل ننگے پاؤں نہایت تواضع اور خشوع و خضوع و انکسار کے ساتھ مسجد نبوی شریف کی طرف حاضر ہوتے تھے۔ کیونکہ اس بارگاہ مقدسہ میں سے ہر شخص اپنی استعداد و تواضع کے مطابق ہی کچھ حاصل کر سکتا ہے۔

اے میرے بھائی بچ اس چیز سے کہ اس عالی مرتبت دربار میں حاضری کے وقت تیرے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی کبر اور غرور ہو یا اس کے حال و قال میں یا عمل و مال میں کوئی دکھلاوا ہو۔ کیونکہ یہ تیری حرماں نصیبی کا سبب ہو گا۔ اور مقصد تک پہنچنے سے مایوسی ہو گی۔ پس ان چیزوں سے دور رہ جو کہ ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں۔

(مسئلہ نمبر ۸) تجدیدِ توبہ

اور زائر کو چاہیے کہ جب مسجد نبوی کے دروازہ کے قریب پہنچے تو دوبارہ اپنی توبہ کی تجدید کرے اور غفلت کو چھوڑ دے اور مسجد نبوی کی شرائط پوری کرنے کی اپنے دل میں کوشش کرے۔ خصوصاً جب وہ مخلوق کے

ظواہر و بواطن کی ظلمات سے نکل کر آئے۔ اور جب وہ اس سے عاجز ہو تو اپنے دل میں ان ظلمات کے چھوڑنے کا مصمم ارادہ کرے اور بقدر استطاعت صدق دل سے ممکن حد تک کوشش کرے۔

اور مسجد نبوی شریف میں داخل ہوتے وقت ایک لحظہ ٹھہرے اور اپنے دل میں جان اور سوچ لے کہ کیا وہ تمام چیزیں میں نے پوری کر دی ہیں جو کہ پوری کرنی تھیں۔ اور گناہوں سے پاک اور مہلک چیزوں سے بچ گیا ہوں کیونکہ یہ اس کا نظیف ترین اکمل و اشرف اور افضل حال ہو گا۔

(مسئلہ نمبر۹) استمدادِ نبوی (ﷺ) کے حصول کا ذریعہ

زائر کو چاہیے کہ اپنے دل کو ہر قسم کے دنیاوی علائق و خیالات اور ہر اس چیز سے خالی کرے جو زیارت کے متعلق نہیں ہے۔ تاکہ اس کا دل آپ ﷺ سے استمداد کے قابل ہو جائے۔

کیونکہ یہ تو دل والوں اور عوارف و غیوب کے حقائق کا مکاشفہ کرنے والوں کے نزدیک طے شدہ امر ہے کہ دنیا کے شہوات و گندگیوں اور ارادوں کا دل میں ہونا آپ ﷺ کی مدد تک پہنچنے سے محروم کر دیتا ہے۔

بلکہ بعض اوقات ڈر ہے کہ جب وہ آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو اور اس کا دل دنیاوی اشیاء سے بھرپور ہو تو آپ ﷺ اس سے اعراض فرمائیں اور یہ اس کی بدقسمتی اور حرماں نصیبی ہے۔ (والعیاذ باللہ) پس چاہیے کہ وہ پوری کوشش کرے اور جہاں تک ممکن ہو سکے اپنے دل کو ان علائق سے پاک کرے تاکہ وہ آپ ﷺ کی امداد کو آپ ﷺ کی وسعت عفو و شفقت کو ملاحظہ کر سکے اور آپ ﷺ اس سے صدق دل کی وجہ سے اس کو ان اشیاء سے معاف فرما دیں جو وہ اپنے دل سے نکالنے سے عاجز ہے اور وہ شخص عدمِ عتاب کا امیدوار ہو سکے۔ آپ ﷺ اس کی تقصیر و غلطی سے درگزر و تجاوز فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور اس زائر کو اپنی نعمتیں اور کرم عطا فرمائے۔

آمین یا رب العالمین۔

(مسئلہ نمبر۱۰) ملکوت و ملک میں کیا ہے جو ان پر عیاں نہیں؟

زائر کو چاہیے کہ وہ تمام چیزیں ذہن میں رکھے جو کہ ہم نے فصل ثانی میں آپ ﷺ کی حیات فی القبر کے بارے میں بیان کی ہیں اور وہ یہ کہ آپ ﷺ اپنے زائرین کے احوال و درجات کے اختلاف کو جانتے اور ان کے اعمال اور دل کے ارادوں کا آپ ﷺ کو علم ہے۔ اور آپ ﷺ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ حسب درجات پیش آتے اور مدد فرماتے ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے وہ خلیفۂ اعظم ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام خزانے اور نعمتوں کے دفاتر ان کے ہاتھ میں اور ارادہ کے تحت فرما دیئے ہیں۔ جس کو جو چاہیں جتنا چاہیں عطا فرماتے ہیں اور جس سے چاہیں روک لیتے ہیں۔

ملتا نہیں کیا کیا دو جہاں کو تیرے در سے
اک لفظ "نہیں" ہے جو تیرے لب پہ نہیں ہے

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی (ﷺ)

لہٰذا یہ مناسب نہیں کہ ان کی بارگاہ اقدس میں آدمی غیر مناسب طریقہ سے حاضر ہو۔ اور اگر وہ (زائر) اپنے دل میں کوئی معین دنیاوی لالچ سمائے ہے تو یہ اس کی حرماں نصیبی اور بدبختی ہو گی۔ اور یہ سراسر قباحت اور نقصان ہو گا۔

نبی اکرم ﷺ کے وسیلہ کے بغیر اللہ تک پہنچنا ناممکن ہے۔

بعض صالحین نے اللہ کے پیارے محبوب ﷺ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ آپ ابن سینا کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا' وہ ایسا شخص ہے کہ جس نے ہماری ذات و وسیلہ کے بغیر اللہ تک پہنچنا چاہا تھا پس

ہم نے اس کو قطع کر دیا۔" اور اس کے شاہد یہ ہے کہ حضرات علمائے محققین نے اس کے کفر اور شقاوت پر فتویٰ دیا ہے۔

علاماتِ محبت

زائر مدینہ اور مسجد نبوی ﷺ کے نمازی اہل مدینہ کو چاہیے کہ ہر ممکن حد تک منکر چیز کو زائل کرنے کی کوشش کرے۔ بالخصوص جب مسجد شریف میں کوئی بے ادبی کی چیز ملاحظہ فرمائے تو اس کو ضرور برضرور دور کرنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ یہ علامات محبت میں سے ہے کہ محب محبوب پر غیرت کرتا ہے' کیونکہ لوگوں میں سے قوی تر وہ شخص ہے کہ جو زیادہ غیرت مند ہو اور جو کسی کے ساتھ غیرت سے خالی ہے وہ اس کے ساتھ محبت سے خالی ہے۔ اور وہ مخالفت سے بھرپور ہے۔ اور جو آپ ﷺ کے ساتھ غیرت نہیں رکھتا اور نہ ممکن حد تک منکر کے ازالہ کی کوشش کرتا ہے تو اس پر بدقسمتی ذلت اور نقصان کا خوف ہے۔ (نعوذ باللہ تعالیٰ)

ساتویں فصل

مسجد نبوی شریف میں رہتے ہوئے جو چیزیں ضروری ہیں

اس فصل میں کئی مسائل ہیں۔

(مسئلہ نمبر۱)

جب مسجد نبوی شریف کے دروازے پر پہنچے تو سنت یہ ہے کہ اپنا دایاں پاؤں پہلے مسجد کے اندر رکھے اور اس وقت وہ یہ دعا پڑھے:

اعوذ باللّٰہ العظیم وبوجھه (ای ذاته) الکریم وسلطانه القدیم من الشیطان الرجیم' بسم اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ' ما شاء اللّٰہ لا قوۃ الا باللّٰہ' اللھم صلی علی محمد و آل محمد وصحبه وسلم' اللھم اغفرلی ذنوبی و افتح لی ابواب رحمتک

اور بعض نے یہ زیادہ کیا ہے۔

رب وفقنی وسددنی واصلحنی واعننی علی ما یرضیک عنی ومن علی بحسن الادب فی ھذه الحضرۃ الشریفة' السلام علیک ایھا النبی و رحمة اللّٰہ وبرکاته السلام علینا وعلی عباد اللّٰہ الصالحین۔

اور جب مسجد شریف سے باہر نکلے تو بایاں پاؤں پہلے نکالے اور یہی دعا پڑھے مگر اس کے ساتھ یہ کہے افتح لی ابواب فضلک اور اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ ذکر صحیح احادیث میں آیا ہے اور میں نے اس کو شرح مشکوۃ میں حکمت سمیت ذکر کر دیا ہے۔ کہ داخل ہوتے وقت "ابواب رحمتک" اور خارج ہوتے وقت "ابواب فضلک" کیوں فرمایا گیا ہے؟

حاصل کلام یہ کہ مساجد بندوں کے لئے اللہ کی رحمت کا مسکن و محل ہیں۔ جو کہ ان کو میسر آتی ہے جو مساجد کی طرف قصد اور عبادت کرنے کے لئے جاتے ہیں اور یہ رحمت داخل ہوتے وقت طلب کی جاتی ہے۔ اور مساجد سے

خروج کے بعد وہ خاص رحمت کے اسباب و اکتساب تو محال ہو گئے لہٰذا اللہ تعالیٰ سے رزق اور لوگوں سے بے پرواہی طلب کی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ مظاہر فضل سے ہے کہ اللہ نے اس کو اپنے بندوں پر فضیلت دی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔

فاذا قضیت الصلاة فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل الله	پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

(سورۃ جمعہ ۔ ۱۰)

پس اللہ تعالیٰ سے توجہ طلب کرے تاکہ اس پر اللہ رحم و فضل فرمائے کہ اس سے خشوع اور لوگوں سے انقطاع اور اللہ سے وصل میسر ہو۔ اس ذکر کی دلیل اس حدیث شریف میں ہے کہ جس کی سند حسن ہے لیکن غیر متصل ہے کہ

انه کان اذا دخل المسجد صلی علی محمد وسلم ثم قال اللهم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک واذا خرج صلی علی محمد وسلم ثم قال اللهم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب فضلک	آپ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو فرماتے "اللهم صلی علی محمد وسلم" پھر فرماتے اے میرے اللہ! مجھے معاف فرما اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب مسجد سے خارج ہوتے تو فرماتے "وصلی علی محمد وسلم" اور پھر کہتے اے اللہ! مجھے معاف فرما اور میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے

اور ایک ضعیف روایت میں ہے۔

كان اذا دخل المسجد قال بسم الله صلى الله على محمد واذا خرج قال بسم الله صلى الله على محمد

جب آپ ﷺ مسجد میں داخل ہوتے تو فرماتے "بسم اللہ صلی اللہ علی محمد" اور جب خارج ہوتے تو فرماتے "بسم اللہ صلی اللہ علی محمد"

اور ایک روایت میں ہے

اذا دخل احد کم المسجد فليسلم على النبى صلى الله عليه وسلم وليقل اللهم افتح لى ابواب رحمتک واذا خرج فليسلم على النبى صلى الله عليه وسلم وليقل اللهم اعصمنى من الشيطان

تم میں سے جب کوئی مسجد میں داخل ہو تو اس کو چاہیے کہ نبی اکرم ﷺ پر سلام بھیجے اور کہے اے اللہ! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب باہر نکلے تو نبی اکرم ﷺ پر (درود اور) سلام عرض کرے اور کہے اے اللہ! مجھے شیطان سے محفوظ رکھ۔

امام حاکم نے کہا کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے لیکن امام حاکم کا رد کیا گیا ہے کیونکہ اس میں ایک خفیہ علت ہے۔ لیکن اس کے شواہد ہیں جن کی بنا پر یہ حسن ہے۔

اور سلام کے بارے میں وارد ہے کہ اس طرح کہے۔ "السلام علیک ایھا النبی" (یعنی حاضر کے صیغے سے) اور ہر اس شخص کے لئے سنت ہے جو مسجد نبوی (و دیگر مساجد) میں داخل ہو' چاہے وہ اہل مدینہ میں سے ہی ہو۔

(مسئلہ نمبر۲)

بعض حضرات نے بیان فرمایا کہ جب آدمی مسجد نبوی کے دروازے پر جائے تو تھوڑی سی دیر ٹھہر جائے۔ جیسا کہ بڑے لوگوں کے دروازوں پر اجازت لینے کے لئے ٹھہرا جاتا ہے۔

لیکن اس میں اعتراض ہے کیونکہ اس کی اصل کوئی نہیں ہے۔ نہ ہی حال اور ادب اس کا تقاضہ کرتا ہے۔

جیسا کہ بعض حضرات نے کہا کہ اس کا خیال رکھے کہ یہ مسجد ابوالفتوح جبرائیل علیہ السلام کا مھبط ہے اور ابوالغنائم میکائیل علیہ السلام کی منزل ہے۔ یہ بھی مردود ہے کیونکہ ان دونوں فرشتوں کی یہ کنیتیں ثابت نہیں اس میں کوئی صحیح حدیث و اثر مروی نہیں ہے اور نہ ہی حضرت میکائیل علیہ السلام آپ ﷺ پر مدینہ شریف میں نازل ہوئے۔

(مسئلہ نمبر۳)

مسجد نبوی شریف میں کس دروازے سے داخل ہوا جائے؟

امام جمال الطبری (امام محب طبری کی طرح) نے فرمایا کہ مسجد نبوی شریف میں باب جبرائیل سے داخل ہونا چاہیے۔ کیونکہ آپ ﷺ اس سے داخل ہوا کرتے تھے۔ (انتھٰی)

اس امام کی جلالت قدر اس کا تقاضہ کرتی ہے کہ یقیناً انہوں نے اس پر دلالت کی علت پر اطلاع کے بعد ہی بات کہی ہوگی۔ اس دروازے کی اس نام کے ساتھ تخصیص جیسا کہ تواتر سے ثابت ہے وہ جو انہوں نے فرمایا اس پر دلالت کرتی ہے۔ اور یہی دروازہ ہے کہ جس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام بنی قریظہ کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم لے کر ابلق گھوڑے پر سوار ہو کر آئے تھے۔ اور اس کے سر پر نشانی تھی حتی کہ وہ باب الجنائز میں آکر رکے اور وہ

یہی دروازہ ہے کہ جس کا نام آج کل "باب جرائیل" ہے۔ اور یہی نام اہل مدینہ کی زبانوں پر قوم در قوم آ رہا ہے۔ جو کہ اس پر دلالت کرتا ہے۔ اور آپ ﷺ کے دور مبارکہ میں اس دروازے کے علاوہ دیگر دروازوں کا وجود جو ذکر کیا گیا اس کے منافی نہیں ہے۔

لیکن علماء کا کسی ایک دروازے کو مخصوص کرنے پر خاموشی اختیار کرنا اس بات کا فیصلہ ہے کہ تمام دروازے اس سلسلہ میں برابر ہیں۔ جس طرف سے آدمی حاضر ہو اسی دروازے سے داخل ہو جائے کسی دوسرے دروازے کا تکلف نہ کرے۔ دونوں باتوں میں (کہ باب جبریل سے داخل ہو یا جس سے چاہے) جمع ہو سکتا ہے کہ یہ بیان اصل فضیلت کا ہے جیسا کہ امام طبری کے کلام میں گزرا۔ لیکن اس بات کا یہ تقاضہ ہو کہ اس دروازے کا نام اسی وجہ سے رکھا گیا ہے تو یہ اختلافی بات ہے۔ کیونکہ اس کا یہ نام اس وجہ سے ہے کہ یہاں حضرت جرائیل علیہ السلام بنی قریظہ کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم لے کر آئے تھے۔ اور اگر کہا جائے کہ ہمیں جرائیل علیہ السلام کی اتباع کا حکم نہیں دیا گیا تو یہ بھی قابل نزاع بات ہے۔

اور ہمارے آئمہ (شوافع) نے کتب اصول میں تصریح کی ہے کہ مجرد فرشتہ کے فعل کی اقتداء نہیں کی جائے گی۔ امام طبری کے کلام میں کہ اس دروازہ سے داخل ہونے کی فضیلت کی خصوصیت پر کوئی واضح دلیل دلالت نہیں کرتی۔

(مسئلہ نمبر۴)

آنکھیں بچھا سر کے بل چل

زہے مقدر حضور حق سے سلام آیا پیام آیا
جھکاؤ نظریں بچھاؤ پلکیں ادب کا اعلیٰ مقام آیا

اگر باب جرائیل سے داخل ہو تو مسنون ہے کہ ہیبت و وقار کی چادر

اوڑھے ہوئے خشیت و انکسار کا لباس زیب تن کیے ہوئے روضہ شریف کا قصد حجرہ شریف کی پچھلی طرف سے کرے۔ پھر تحیۃ المسجد کے دو خفیف سے نفل اس طرح ادا کرے کہ پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون اور دوسری میں سورۃ اخلاص کی تلاوت کرے اور افضل یہ ہے کہ مصلیٰ رسول اللہ ﷺ پر نوافل ادا کرے کہ جہاں آپ ﷺ ہمیشہ آخر تک نماز ادا فرماتے رہے ہیں۔

اور اس کی علامات آئمہ کرام نے اپنی کتب میں بیان فرمائی ہیں۔ اب وہ جگہ بعینہٖ تو موجود نہیں لیکن وہاں محراب بنا دیا گیا ہے کہ جہاں شافعی امام نماز پڑھاتا ہے۔ لیکن اس میں تھوڑا سا انحراف ہے پس چاہیے کہ جانب غربی میں کھڑا ہو۔ یہ بزرگی اور عزت والا مقام صاحب محراب ﷺ کے حوض مبارک کے مشابہ ہے۔ اس طرح محراب اس کے بائیں طرف ہو گا۔ پس یہ آپ ﷺ کے نماز کے لئے کھڑا ہونے کا مبارک مقام و محل ہے۔

اور اگر وہاں رش یا کسی اور وجہ سے جگہ نہ مل سکے تو جس طرف سے منبر شریف روضہ مبارک کے قریب ہے اس کے قریب نوافل پڑھنے کی کوشش کرے پھر اس کے قریب پھر اس کے قریب (یعنی قریب تر جہاں بھی جگہ میسر آئے)

اور مکمل تحیت تو زیارت کے بعد ہی ہو گی۔ جیسا کہ امام مالک نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا

"میں سفر سے آیا تو رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ ﷺ مسجد کے صحن میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تو مسجد میں گیا اور نماز ادا کی؟ میں نے عرض کی نہیں یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا جا مسجد میں داخل ہو اور نماز پڑھ پھر مجھے آ کر سلام کر"

اس سے بعض حضرات کے اس قول کا رد معلوم ہوا کہ "اگر وہ مواجہہ شریف سے نہ گزرے تو پہلے تحیۃ المسجد ادا کرے اور اگر اس کے خلاف سے گزرے

تو پہلے زیارت کرے۔" بلکہ مطلقاً تحیتہ سے شروع کرنا ہی اکمل ہے۔

اور اگر وہ مواجہ شریف سے گزرے تو وہاں تھوڑی دیر ٹھہرے اور سلام عرض کرے پھر وہاں سے آگے بڑھ کر نماز پڑھے پھر مکمل زیارت کے لئے دوبارہ حاضر ہو۔ حدیث مذکور اس پر دلالت کرتی ہے تو اس کا خلاف اس کا معول نہیں ہو گا۔ اور تحیت المسجد آپ ﷺ کے موقف پر ادا کرنا مطلقاً افضل ہے۔ کیونکہ اس میں آپ ﷺ کے اتباع کا عنصر موجود ہے۔ اس لئے کہ ساری مسجد شریف سے اس جگہ کو اس نے اس لئے اختیار کیا کہ آپ ﷺ نے یہاں ہیشگی فرمائی۔ اور اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ کو یہاں وفات دینے میں ایک سر (بعید) ہے۔ اور پھر یہ تمام مسجد شریف میں سب سے زیادہ ہر نماز کے لئے پسندیدہ اور پیاری جگہ ہے۔ جبکہ اس کے معارض صف اول کی فضیلت نہ ہو۔ پس اگر ایسا ہو تو آگے بڑھ جانا افضل ہے۔ بخلاف اس کے کہ جس کی طرف امام زرکشی نے اشارہ فرمایا ہے۔

"اگر جماعت نہ کھڑی ہو تو تحیت المسجد میں مشغول ہونا بہتر ہے اور جماعت کھڑی ہے تو اس کے ساتھ مل جانا چاہیے یا فرض نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو' اگر ایسا ہو تو فرض نماز پڑھے اور تحیت المسجد اس کے ضمن میں آ جائے گی۔"

یعنی اس سے تحیت المسجد ساقط ہو جائے گی اگرچہ اس نے تحیت المسجد کی نیت نہ بھی کی ہو جیسا کہ شرح العباب میں اس جگہ تفصیل سے بیان کر دیا گیا۔

مسئلہ نمبر ۵

جب تحیتہ المسجد سے فارغ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کا اس مبارک وعظیم نعمت پر شکر ادا کرے۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے اپنے اس مقصد کے اتمام اور قبولیت زیارت کی دعا کرے۔

تنبیہہ

یہ شکر زبان اور دل سے ہونا چاہیے نہ کہ سجود کے ساتھ اور وہ جو امام جمال طبری نے بیان کیا ہے کہ تحیۃ المسجد کے فراغ کے بعد اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ کرے تو اس میں اعتراض ہے کیونکہ یہ قیاس ہمارے مذہب کے مطابق نہیں ہے۔ یہ مذہب احناف ہے۔ (چونکہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ شافعی المذہب ہیں اس لئے وہ اپنا نقطۂ نظر بیان فرما رہے ہیں۔ احناف کو اپنے مذہب کے مطابق عمل کرنا چاہیے جس کے بہت سے دلائل ہیں۔ مترجم غفرلہ)

بلکہ ہمارے مذہب کا قیاس اس کے ناجائز ہونے پر ہے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک اس کے خلاف زیادہ صحیح ہے۔ بلاسبب اللہ تعالیٰ کا تقرب سجود کے ساتھ حرام ہے اور سجدۂ شکر کی شروط مجموع وغیرہ کتب میں موجود ہیں اگرچہ بعض متأخرین (شافعیہ) نے اس میں اختلاف کیا ہے۔

سجدۂ شکر ایسی نعمت پر ہوتا ہے کہ جو بغیر اکتساب و احتساب کے حاصل ہو اور یہ نعمت ایسی نہیں ہے کیونکہ اس کا حصول آدمی کے فعل اور سفر کا مرہون منت ہے۔ یہ ہمیشہ نہیں کہ یہ من حیث لایحتسب ہو۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا شکر کرنا بھی اس کی دلیل نہیں بن سکتا۔ کہ جب انہوں نے یمامہ کی فتح کی خبر سننے پر کیا تھا۔ کیونکہ اس میں تصریح ہے کہ یہ فتح اللہ کی طرف سے دشمن پر اللہ کی مدد تھی جس پر آپ رضی اللہ عنہ نے سجدہ کیا۔ کیونکہ یہ نعمت من حیث لا یحتسب ہے۔ یہ آدمی کے اپنے اکتساب کا اس میں عمل دخل نہیں۔ کیونکہ اس میں اسباب و واقعات اس کے حصول کا ذریعہ نہیں بنتے۔ کتنے ہی قلیل لوگ کثیر لوگوں پر غالب آ جاتے ہیں۔ ایسے ہی بچہ کا حصول بھی سبب کا متقاضی نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی مدد و اعانت سے یہ سب میں نے "شرح العباب" میں مفصل بیان کر دیا ہے۔ اور متاخرین کے توہم کا خوب رد کیا ہے۔

طبری تو اصول سے حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں پر کعبہ شریف کی زیارت کے وقت سجدۂ شکر لازم قرار دے دے گا۔ لیکن نہ تو یہ آپ ﷺ سے اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ اگر یہ وقوع پذیر ہوتا تو اس کی نقل کے بے شمار دواعی ہیں۔

(مسئلہ نمبر۶)

مسجد نبوی شریف آنے کے بعد روضۂ مبارک پر حاضری مسنون ہے

بعض حضرات نے فرمایا بہتر یہ ہے کہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قدموں کی طرف سے آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو۔ کیونکہ سر اقدس کی طرف سے آنے کی بجائے اس میں ادب کا پہلو زیادہ ہے۔ (انتہٰی)

اس کو اگر تسلیم کر لیا جائے تو صرف اتنا ہے کہ اس میں سر اقدس کی طرف سے آنے کی بجائے ادب زیادہ ہے۔ لیکن ظاہر اس کے خلاف ہے کیونکہ بعض اکابر اہل بیت حضرات سے جو مروی ہے وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ سر اقدس کی طرف سے حاضری کی ابتدا کرنا اولیٰ ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے قول سابق (سنت یہ ہے کہ قبلہ کی طرف سے حاضر ہوا جائے) یہ اس مسئلہ میں صریح ہے جو کہ ہم نے لکھا اور بیان کیا (اللہ تعالیٰ تجھے فائدہ بخشے اور سنت مبارکہ کی اتباع کی ہدایت دے)

اور اگر کہا جائے کہ اس بات پر بھی غور و فکر کرنا چاہیے کہ شیخین حضرات رضی اللہ عنہما کے قدموں کی طرف سے حاضری کی ابتدا میں ان دونوں حضرات کو آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں شفیع اور توسل کے طور پر پیش کیا جائے تاکہ زیارت قبول ہو جائے۔ تو ہم (مصنف) کہتے ہیں: کہ اس

طرف سے آنے میں کوئی کلام و اعتراض نہیں ہے ہم تو صرف یہ کہتے ہیں کہ سر اقدس (مواجہہ شریف) کی طرف سے ابتدا میں زیادہ عزت و احترام ہے لہٰذا اس کو مقدم کرنا زیادہ بہتر ہے۔

(مسئلہ نمبر۷)

ہے کعبے کا کعبہ ہمارا نبی (ﷺ)

سنت یہ ہے کہ روضۂ منورہ پر حاضری دی جائے تو قبلہ کی طرف پشت کی جائے اور آپ ﷺ کے مواجہہ شریف کی طرف چہرہ کیا جائے اور آپ ﷺ کے مواجہہ شریف کی علمائے کرام نے علامات و نشانیاں اپنی کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک نشانی ابھی (مصنف کے دور) تک باقی ہے وہ یہ کہ ایک بڑی سے چاندی کی کیل ہے کہ جس پر سونے کا پانی چڑھا ہوا ہے اور یہ سنگ سرخ کے ایک ٹکڑے میں ہے جو کہ بالکل آپ ﷺ کے مواجہہ شریف کے سامنے ہے۔ پس جس شخص نے اس کیل کی طرف چہرہ کیا تو آپ ﷺ کے مواجہہ مبارک کی طرف چہرہ کیا۔

تنبیہہ

معراج کا سماں ہے کہاں پہنچے ہو زائر
کرسی سے اونچی کرسی اس پاک در کی ہے

افضل یہ ہے کہ چہرہ آپ ﷺ کے مواجہہ شریف کی طرف کیا جائے اور پیٹھ قبلہ کی طرف۔ یہ ہمارا (شوافع) اور جمہور علماء کا مذہب مہذب ہے۔ اور دوسرے علماء نے فرمایا کہ قبلہ شریف کی طرف چہرہ کرے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایک یہ روایت ہے۔ لیکن آپ سے دوسری روایت ہمارے موافق ہے۔ اور اسی روایت کو محقق علی الاطلاق امام ابن الھمام نے قبول کیا ہے اور اس کو ترجیح دی ہے۔

اور امام ابوحنیفہ سے یہ جو روایت نقل کی گئی ہے کہ زائر قبلہ کی طرف چہرہ کرے تو یہ مردود ہے۔ کیونکہ حضرت امام ابو حنیفہ ؓ نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا

من السنۃ استقبال القبر المکرم وجعل الظهر للقبلۃ

سنت یہ ہے کہ قبر مکرم کی طرف منہ کیا جائے اور قبلہ شریف کی طرف پیٹھ کی جائے۔

اور امام ابن ہمام سے پہلے ہمارے اصحاب (شوافع) میں سے ابن جماعہ نے یہی فرمایا اور اس کو احناف کا مذہب بھی بتلایا۔ اور امام کرمانی نے احناف میں سے اس دوسرے قول کو رد کیا اور کہا کہ یہ کچھ نہیں ہے۔ اور پہلے قول کے لئے استدلال کیا اور کہا کہ ہم اس پر متفق ہیں کہ آپ ﷺ اپنے روضہ منورہ میں زندہ ہیں اور زائر کو جانتے ہیں اور جب آپ ﷺ زندہ ہیں تو پھر زائر کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ وہ آپ ﷺ کی طرف چہرہ کرے اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرے۔

اور یہ علماء اس میں بھی متفق ہیں کہ مسجد حرام میں معلمین و مدرسین حضرات درس دیتے ہوئے طلباء کی طرف چہرہ اور قبلہ کی طرف پشت کرتے ہیں تو روضہ شریف پر کیا ہے کہ ایسا نہ کیا جائے جبکہ آپ ﷺ اس کے زیادہ حق دار ہیں۔

امام مالک کا فرمان خلیفہ منصور کے لئے

جو ابھی بیان ہو گا۔ اگرچہ وہ مسئلہ تو اور ہے لیکن اس سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ منصور نے امام مالک سے پوچھا: میں قبلہ کی طرف چہرہ کروں یا نبی اکرم ﷺ کی طرف منہ کر کے دعا کروں تو امام مالک نے فرمایا۔ آپ ﷺ سے چہرہ نہ پھیر وہ تیرے اور تیرے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں۔

امام مطوعی نے اسلاف سے نقل کیا کہ وہ حجرات مبارکہ کے مسجد شریف میں داخل ہونے سے پہلے روضہ شریف پر آپ ﷺ کے سر اقدس کی طرف کھڑے ہوا کرتے تھے۔ اور اسلاف سے یہ صحیح سند سے ثابت ہے کہ وہ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر صلاۃ و سلام عرض کرتے تھے۔ کیونکہ اس وقت مواجہہ شریف میں کھڑے ہونا ممکن نہیں تھا۔ پھر جب ازواج مطہرات کے حجرات مسجد میں داخل کر دیئے گئے تو مواجہہ شریف میں وسعت ہو گئی تو پھر وہ وہاں آپ ﷺ کی طرف چہرہ اور قبلہ کی طرف پشت کرتے تھے۔

اور جب خطبہ کے وقت پشت قبلہ کی طرف اور سامعین کی طرف چہرہ کیا جاتا ہے تو پھر آپ ﷺ تو اس کے زیادہ حق دار ہیں۔

(مسئلہ نمبر۸)

روضہ شریف کے سامنے بیٹھنے کی بجائے باادب کھڑا ہو

جب آپ ﷺ کے مواجہہ شریف میں آپ ﷺ کی طرف چہرہ کیا جائے تو پھر آپ ﷺ کے سامنے باادب طریقہ سے کھڑا ہو کیونکہ یہ بیٹھنے سے افضل ہے۔ علماء کے کلام کا یہی تقاضہ ہے۔ اور یہ ظاہر بلکہ ماثور ہے اور ادب کے زیادہ قریب ہے۔ اور کچھ علماء نے اس میں اختیار دیا ہے جیسا کہ امام ابو موسیٰ الاصفہانی اور ان سے امام نووی نے مجموعہ میں نقل کیا اور اس پر سکوت کیا۔ شائد انہوں نے ان دونوں (بیٹھنے اور کھڑے ہونے) کو جواز میں برابر قرار دیا ہے۔ پھر میں نے محدثین کا کلام دیکھا اور وہ ہمارے ذکر کردہ کلام کے موافق ہے۔ اور وہ یہ کہ اگر درود و سلام کے لئے زیادہ وقت ٹھہرنا ہو تو پھر بیٹھ جائے اور بہتر یہ ہے کہ وہ قعدہ کی صورت یا چوتڑوں یا گھٹنوں کے بل دو زانو ہو کر بیٹھے کیونکہ آپ ﷺ کی بارگاہ زیادہ ادب کے

لائق ہے اور پھر تربع کے طور پر بیٹھے۔

(مسئلہ نمبر ۹)

لے سانس بھی آہستہ کہ دربار نبی (ﷺ) ہے

زائر کے لئے مسنون ہے کہ جب مواجہ شریف میں کھڑا ہو تو اپنی نظریں روضہ شریف کی مواجہ شریف والی دیوار کے سامنے زمین پر رکھے اور نظروں کو ادھر ادھر جھانکنے سے روکے اور زیب و زینت اور دیگر حضرات سے صرف نظر کرے کیونکہ یہ مقام ہیبت و جلال ہے۔ دنیا کے علائق سے اپنے دل کو خالی کرے اور اپنے دل میں اس عزت و جلال والے مقام کا خیال رکھے اور یہ سوچے کہ میں کس جگہ حاضر ہوں اور آپ ﷺ زندہ ہیں۔

ناظر نبی (ﷺ)

زائر یہ ذہن نشین رکھے کہ آپ ﷺ زندہ ہیں اور وہ اس کی طرف دیکھ رہے ہیں اور اس سے مطلع ہیں اور اس کے دل اور جو دل میں ہے اس کو جانتے ہیں اور اس کو یوں ذہن نشین رکھے جیسے رکھنے کا حق ہے۔ اور ہر دنیاوی تعلق توڑ دے تاکہ اس کے لئے ہر کمال حاصل ہو سکے۔

تنبیہہ

میرے (مصنف کے) ذہن میں اس مسئلہ کے متعلق تردد تھا کہ روضہ شریف پر کھڑے ہوتے ہوئے دعا کے علاوہ وقت میں ہاتھ کھلے چھوڑے جائیں یا نماز کی طرح دایاں ہاتھ بائیں پر باندھ کر حاضر ہو۔

کیونکہ نماز کے کچھ ایسے امور ہیں کہ جو دوسری عبادات سے اس کو ممتاز کرتے ہیں اور ایسے ہی تمام اعضاء کا بھی ہر عبادت میں ایک وظیفہ و طریقہ ہے۔ پس ہر عضو مخصوص حالت میں دوسرے سے جدا ہوتا ہے۔ کیا تو

نہیں دیکھتا کہ نیت' قیام' رکوع' اعتدال' سجود اور جلوس میں ہاتھوں کی کیفیت مختلف ہوتی رہتی ہے۔ اور جب یہ علم ہو گیا کہ زیارت اس کی مثل نہیں تو پھر اس میں ارسال الیدین ہی بہتر ہے۔

پھر میں نے امام کرمانی حنفی کی عبارت دیکھی انہوں نے فرمایا کہ زیارت کے وقت نماز کی طرح دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر رکھے۔ پس دونوں میں فرق واضح ہے اور دوسرا قول ہے۔

(مسئلہ نمبر۱۰)

روضہ شریف پر کہاں کھڑے ہو کر صلاۃ و سلام عرض کرے؟

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ کیا روضہ منورہ کے قریب کھڑا ہونا یا دور کھڑا ہونا افضل ہے۔ اور اگر دور کھڑا ہو تو کتنی دور؟

چار ہاتھ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو جیسا کہ امام نووی نے "ایضاح" میں بیان فرمایا کہ "تین ہاتھ" جس کا کہ ابن عبدالسلام نے اعتبار کیا؟ لیکن ہمارے نزدیک قابل اعتماد یہ ہے کہ بعد (دوری) اولیٰ و افضل ہے۔ مالکیوں کے نزدیک قرب اولیٰ ہے۔ امام نووی نے "ایضاح" میں بیان فرمایا "صحیح یہ ہے کہ جس کو علماء نے پسند فرمایا ہے کہ قبر شریف سے اتنا دور کھڑا ہو جتنا کہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات مبارک میں دور کھڑا ہوا جاتا تھا" اور اس کی تائید ہمارے علماء کا قول کرتا ہے کہ "میت کے اتنا قریب ہوا جائے جتنا کہ اس کی زندگی میں قریب ہوا جاتا ہے۔" پس یہاں اشخاص کے احوال کے مطابق اختلاف ہو گا۔

احیاء العلوم میں زائر کے کھڑے ہونے کا مقام چار ہاتھ دور بیان کیا گیا ہے۔ چاہیے یہ کہ میت کی زیارت اس طرح کی جائے جیسا کہ اس کی زیارت زندگی میں کی جاتی ہے۔

تو آپ ﷺ کے روضۂ منورہ سے اتنا ہی قریب ہوا جائے جتنا کہ آپ ﷺ کی ذات کریم کے قریب ہونا جائز ہے جبکہ آپ ﷺ ظاہری حیاتی کے ساتھ موجود تھے۔ دیگر علماء نے بیان فرمایا کہ دوری کی کم از کم مقدار چار ہاتھ ہے۔ اور اس مبارک بارگاہ میں یہی ادب ہے۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ بُعد چار ہاتھ یا تین ہاتھ کا فاصلہ اس وقت تھا کہ جب آپ ﷺ کے روضہ شریف کی اصلی دیوار کے باہر لوگ درود و سلام عرض کرتے تھے اور آج کل چونکہ آپ ﷺ کے روضہ شریف کے باہر ایک اور دیوار ہے جو کہ آپ ﷺ کے روضہ شریف کی اصل دیوار تک یا اس کے قریب زائرین کو جانے سے مانع ہے۔ اب زائر سونے کی جالی جو کہ روضہ کے باہر والی دیوار میں ہے کے پیچھے کھڑا ہوتا ہے۔ پس اگر اس میں داخل ہونا ممکن ہو تو یہ افضل ہے۔ کیونکہ یہ اسلاف کے کھڑا ہونے کی جگہ ہے۔ اور یہ جو بیان ہوا کہ چار ہاتھ دور کھڑا ہو یا تین ہاتھ تو یہ برابر ہے۔ جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ دوری افضل ہے۔ کیونکہ یہ ادب کے زیادہ لائق ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۱

لے سانس بھی آہستہ کہ دربار نبی (ﷺ) ہے

جب زائر روضہ شریف کے سامنے کھڑا ہو یا بیٹھے پھر صلاۃ و سلام عرض کرے اور آواز بلند نہ کرے اور یوں عرض کرے

السلام علیک ایها النبی و رحمة الله وبرکاته ، السلام علیک یا رسول الله

السلام علیک یا نبی الله

السلام علیک یا خیرة الله ، السلام علیک یا صفوة الله

السلام علیک یا حبیب الله

السلام علیک یا نبی الرحمة ، السلام علیک یا ھادی الامة
السلام علیک یا بشیر یا نذیر یا ظھیر یا ظاھر
السلام علیک یا ماحی یا عاقب و یا رؤف یا رحیم یا حاشر
السلام علیک یا رسول رب العلمین ، السلام علیک یا سید المرسلین
السلام علیک یا شفیع المذنبین
السلام علیک یا من وصفه ربه عزوجل بقوله تعالٰی وانک لعلی خلق عظیم و بقوله تعالٰی عزمن قائل بالمؤمنین رؤف رحیم
السلام علیک یا خاتم النبیین ، السلام علیک یا خیر الخلائق اجمعین السلام علیک یا قائد الغر المحجلین
السلام علیک وعلی آلک وعلی سائر الانبیاء واہل بیتک وازواجک وصحابتک اجمعین
السلام علیک وعلی سائر الانبیاء والمرسلین والملئکة المقربین وجمیع عباد الله الصالحین جزاک الله عنا یا رسول الله افضل ما جزی نبیا و رسولا عن امته وصلی الله علیک وسلم کلما ذکرک ذاکر و غفل عن ذکرک غافل افضل و اکمل واطیب واطھر وازکی وانمی ما صل علی احد من الخلق اجمعین
اشھد انک عبده و رسوله قد بلغت الرسالة وادیت الامانة ونصحت الامة واقمت الحجة و اوضحت المحجة وجاھدت فی الله حق جھاده
اللھم اته الوسیلة والفضیلة والدرجة العالیة الرفیعة وابعثه المقام المحمود الذی وعدته واته نہایة ما ینبغی ان یسأله السائلون
اللھم صل علی محمد عبدک ورسولک النبی الامی وعلی آل محمد وازواجه امھات المؤمنین وذریته واہل بیته کما صلیت علی ابراہیم

وعلی آل ابراہیم فی العالمین انک حمید مجید' وبارک علی محمد عبدک ورسولک النبی الامی وعلی آل محمد و ازواجه امہات المومنین وذریته واہل بیته کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم فی العالمین انک حمید مجید
کما یلیق بعظیم شرفه وکماله ورضاک عنه وما تحب وترضی له دائما ابداً' بعدد معلوماتک ومداد کلماتک' ورضا نفسک' وزینة عرشک' افضل صلاة واکملها واتمها' کلما ذکرک وذکره الذاکرون وغفل عن ذکرک وذکره الغافلون' وسلم تسلیما کذالک وعلینا معهم
اور جو شخص یہ دعا اور صلاۃ و سلام حفظ نہ کر سکے یا اتنا وقت ہی نہ ہو کہ اتنا طویل کلام پڑھ سکے تو اس میں سے کچھ پر ہی اکتفاء کر لے اور اس کو مختصر کر کے یوں عرض کرے السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم
اور علمائے شوافع نے ان اوصاف کے علاوہ بھی بہت سارے اوصاف نبی اکرم ﷺ کے نام کے ساتھ بیان فرمائے ہیں اور کچھ حضرات نے انہی پر اکتفاء کیا ہے جتنا ہم نے اوپر بیان کر دیا ہے۔
کیونکہ آپ ﷺ کے اوصاف تو حد و شمار سے بالا تر ہیں ان میں سے کچھ زیادہ مشہور ہیں۔ جو مستحضر ہوں ان کو ذکر کر دے اور اگر طویل کرے تو یہ اکثر علماء کے قول کے مطابق ہوں گے۔

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

(مسئلہ نمبر ۱۲):

اس مسئلہ میں علماء میں اختلاف ہے کہ صلاۃ و سلام طویل عرض کی جائے یا کہ مختصر؟

امام ابن عساکر نے فرمایا کہ ہمیں جو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر اسلاف متقدمین سے معلوم ہوا وہ اختصار ہے اور امام محب طبری بھی اس طرف مائل ہیں۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ اگر زائر طویل سلام بھی عرض کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ مگر اختصار بہتر ہے اور انہوں نے امام حلیمی کے اس قول سے استدلال کیا کہ اگر آپ ﷺ کا یہ ارشاد مبارک نہ ہوتا

لا تطرونی کما اطرت النصاری المسیح — مجھے اتنا نہ بڑھاؤ جتنا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بڑھایا ہے۔

تو ہم آپ ﷺ کی تعریف میں وہ کلام کرتے کہ زبانیں اس کی سیاہی تک پہنچنے سے عاجز آ جاتیں لیکن آپ ﷺ کی طرف سے ممانعت کے پیش نظر بالخصوص آپ ﷺ کی بارگاہ میں اجتناب ہی بہتر ہے۔ پس دعا میں صلاۃ و سلام کے ساتھ میانہ روی ہی بہتر ہے۔ (امام محب طبری کا کلام ختم ہوا)

اور (اے قاری) تو جانتا ہے کہ جس سے آپ ﷺ نے منع فرمایا وہ مطلقاً بڑھانا (اطرئی) نہیں بلکہ ایسا بڑھانا منع ہے جس طرح عیسائیوں نے اپنے نبی ﷺ کو بڑھایا ہے کیونکہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا قرار دے دیا۔ تو ان کی مشابہت منع ہے۔

بہتر وہ ہے جو کہ امام نووی نے فرمایا ہے اور اکثر علماء نے اس کی اتباع کی ہے کہ صلوۃ و سلام میں طوالت کرنی چاہیے۔ ہاں یہاں یہ مسئلہ ضرور ہے کہ جب تک دل حاضر رہے اور ہیبت و جلال طاری رہے اور عجز و انکسار آدمی پر موجود ہو تو طوالت بہتر ہے اور جب یہ اشیاء مفقود ہوں تو پھر اختصار بہتر ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۴۳

مدینے والے سے میرا سلام کہہ دینا
کہ تڑپ رہا ہے تمہارا غلام کہہ دینا

سنت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نبی اکرم ﷺ پر سلام کی وصیت کرے تو وہ وہاں جا کر یوں عرض کرے یا رسول اللہ ﷺ فلاں بن فلاں کی طرف سے آپ ﷺ پر صلاۃ و سلام ہو۔ یا یوں عرض کرے کہ یا رسول اللہ ﷺ فلاں بن فلاں آپ ﷺ کو سلام عرض کرتا ہے۔

اگر کہا جائے کہ یہاں پر سنت کہنے پر اشکال ہے کیونکہ جب کوئی انسان کسی دوسرے انسان کی طرف کسی کے ہاتھ سلام بھیجے تو اس پر واجب ہوتا ہے کہ وہ سلام آگے پہنچائے۔ اگرچہ اس کے عدم قبول کی تصریح نہ کرے جیساکہ ظاہر ہے۔ اور اس کو زبان سے جواب دینا بھی فورا واجب ہے جبکہ سلام کہنے والا حاضر ہو۔ اور آپ ﷺ اپنے روضۂ منورہ میں زندہ ہیں تو کیوں نہ سلام اٹھانے والے پر واجب ہو گا کہ وہ سلام پیش کرے جیساکہ عام جگہوں پر مشہور و مقرر ہے۔ ۱

تو ہم کہیں گے کہ ان دونوں میں فرق ہے کیونکہ سلام کے ساتھ ابتدا کا قصد کیا جاتا ہے اور زندوں سے اس کا جواب تو اصل اور عدم قطع ہے جو کہ عام طور پر احیاء (زندوں) میں پایا جاتا ہے۔ اس لئے غائب کو سلام بھیجنے سے مواصلت قائم کرنا اور قطع رحمی کو چھوڑنا ہے۔ جب اس میں یہ مسئلہ ہے تو پھر سلام کا ترک کرنا قطع رحمی کرنے کے مترادف ہو گا۔ کیونکہ وسائل مقاصد کا حکم رکھتے ہیں لہٰذا سلام کا نہ پہنچانا حرام ہو گا۔

اور آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں سلام آپ ﷺ سے استمداد کا قصد کرنا ہے اور اس سے مسلمانوں پر برکت عود کرتی ہے تو اس کا ترک صرف غیر کی

فضیلت کا عدم اکتساب ہو گا۔ لہٰذا اس سبب سے یہ حرام نہیں ہو گا۔ اور یہ سلام پہنچانا سنت ہو گا واجب نہیں ہو گا۔

اور اگر یہ سوال ہو کہ علماء نے صراحت کی ہے کہ غیر سے فضیلت کا فوت کرنا حرام ہے جیسا کہ شہید سے خون کا زائل کرنا اور روزہ دار کو بعد زوال منہ کی بو کو دور کرنا حرام ہے۔ (شوافع کے نزدیک)

تو ہم کہتے ہیں: یہ صرف اشتباہ ہے جبکہ غیر سے فضیلت کے زائل کرنے اور غیر سے فضیلت کا عدم اکتساب کرنے میں واضح فرق موجود ہے۔ پس جس نے اسؒ تفویت کو حرام قرار دیا اس نے اس اکتساب کے ترک کو حرام قرار نہیں دیا۔

(مسئلہ نمبر ۱۴)

صدیق و عمر رضی اللہ عنہما کی بارگاہ میں سلام

کیا مقدر ہے صدیق و فاروق کا
جن کا گھر رحمتوں کے خزینے میں ہے

مسنون بلکہ بہت زیادہ ضروری ہے کہ جب آپ ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں سلام سے فارغ ہو تو ایک ہاتھ اپنی دائیں طرف ہٹ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں سلام عرض کرے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کا سر اقدس نبی اکرم ﷺ کے کندھے کے قریب ہے اور یوں عرض کرے

السلام علیک یا ابا بکر صفی اللہ و خلیفتہ وثانیہ فی الغار' ومن لو لا لما عبد اللہ بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم جزاک اللہ عن امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خیراً ورضی عنک وارضاک

پھر ایک ہاتھ اپنی دائیں طرف ہٹ جائے تاکہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں سلام پڑھ سکے۔ کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کا سر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کندھے کے

برابر ہے۔ اور سلام عرض کرتے ہوئے یوں عرض کرے

السلام علیک یا عمر یا من اعزاللہ بہ الاسلام جزاک اللہ عن امۃ نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خیرا ورضی عنک وارضاک

اور تینوں مقابر مقدسہ کی صورت صحیح تر قول کے مطابق اس طرح ہے اور جمہور علماء اس کے قائل ہیں

عمر الفاروق رضي الله عنه
أبو بكر الصديق رضي الله عنه
نبي الله سيدنا محمد صلى الله عليه وسلم

ہم نے اس کیفیت کو اس لئے اختیار کیا ہے کہ زائر کے کھڑے ہوتے وقت یہ اسی طرح سامنے واقع ہوتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قبور کی کیفیت اس صفت کے علاوہ ہے۔

اور مؤرخین نے قبور مقدسہ کی کئی کیفیات بیان کی ہیں۔ ہم نے طوالت سے بچنے کے لئے ان سے اعراض کیا ہے۔ اور پھر جب آدمی مواجہہ شریف میں کھڑا ہو گا تو اس کے سامنے تو یہی صورت ہو گی جو ہم نے بیان کر دی دوسری صورتوں اور کیفیات کی اس کو احتیاج نہیں رہے گی لہٰذا ہم نے ان کو یہاں ضبط (لکھا) نہیں کیا ہے۔

اور یہ جو ہم نے کہا ہے اس کی دلیل حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہم کی وہ صحیح روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی اے امی جان! مجھے رسول اللہ ﷺ کے روضہ منورہ کی زیارت کروائی جائے تو انہوں نے میرے لئے دروازہ کھولا۔ یہ تینوں قبور نہ تو بہت زیادہ بلند تھیں اور نہ ہی زمین کے

ساتھ ملی ہوئی تھیں اور ان پر بطحا کے سرخ کنکر تھے۔ تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ مقدم ہیں اور حضرت ابوبکر کا سر آپ ﷺ کے کندھوں کے برابر جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تقریباً آپ ﷺ کے قدموں کے قریب تھے۔

یعنی جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سر نبی اکرم ﷺ کے کندھوں کے پاس ہو گا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تقریباً آپ ﷺ کے قدموں کے پاس ہی آئیں گے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

یہ جو حضرات شیخین کے بارے میں فرداً فرداً سلام پیش کرنے کا کہا گیا ہے تو یہ ہمارے اصحاب (شوافع) نے بیان فرمایا ہے کہ یہ افضل و بہتر ہے۔

اور بعض مالکیہ نے کہا کہ یوں سلام عرض کرے۔ السلام علیکما یا صاحبی رسول اللہ (ﷺ) آخر تک ایسے ہی کہے۔ اور صاف ظاہر ہے کہ یہ مفضول ہے۔ (افضل پہلا ہی ہے)

اور اگر یہ کہا جائے کہ ان دونوں حضرات پر سلام عرض کرنے کے بعد آپ ﷺ کے مواجہ شریف میں پہنچنے سے پہلے حضرات شیخین کی بارگاہ میں متوجہ ہو۔ آپ ﷺ کی بارگاہ میں سفارش ٹھہراتے ہوئے تاکہ آپ ﷺ اس کی سفارش اللہ جل مجدہ الکریم کی بارگاہ میں فرمائیں۔ اگرچہ اس کا ذکر کسی نے بھی نہیں کیا کیونکہ آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس سے استمداد طلب کرتے ہوئے اکثر لوگ صدق و یقین کو ہی پیش کرتے ہیں حالانکہ ان دونوں حضرات سے آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں کوئی وسیلہ افضل نہیں ہے۔ اگر ان دونوں کے ساتھ تمسک کرے تو یہ حصول مقصود کے لئے زیادہ اقرب ہے۔

(مسئلہ نمبر ۱۵)

مجرم بلائے آئے ہیں جاؤک ہے گواہ

جب حضرات شیخین کی بارگاہ میں سلام عرض کرے تو پھر آپ ﷺ کی بارگاہ میں دوبارہ حاضر ہونے کے لئے متوجہ ہونا مسنون ہے۔ تاکہ آپ ﷺ کی ذات

مقدسہ کے ساتھ اپنے لئے توسل کرے اور آپ ﷺ سے رب کی بارگاہ میں اپنے اور اپنے احباب کے لئے شفاعت طلب کرے۔ ہمارے اصحاب اور دیگر مذاہب کے مناسک پر لکھنے والوں نے تحریر کیا ہے۔ اور سب سے بہتر وہ ہے جس کو امام محمد عتبی نے فرمایا وہ ابن عیینہ سے روایت کرتے ہیں اور بعض نے امام شافعی کے شیوخ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا

میں نبی اکرم ﷺ کی قبر شریف کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور آ کر عرض کیا السلام علیک یا رسول اللہ میں نے سنا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے (اور ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں) اے افضل الرسل بے شک اللہ نے آپ ﷺ پر سچی کتاب نازل فرمائی اور اس میں فرمایا

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفرلهم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما

(سورۃ النساء - ٦٤)

اور جب کبھی وہ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں تو اے پیارے محبوب! (ﷺ) وہ آپ (ﷺ) کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں اور اللہ سے معافی طلب کریں اور رسول اللہ (ﷺ) بھی ان کے لئے معافی طلب فرمائیں تو وہ اللہ کو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا رحم فرمانے والا پائیں گے۔

یا رسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ کے پاس اپنے گناہوں سے معافی طلب کرتا ہوا' آپ ﷺ کی ذات کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفیع بناتا ہوا حاضر ہوا ہوں۔ ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں : میں آپ ﷺ کی بارگاہ میں آپ ﷺ کے رب سے معافی مانگتا ہوا حاضر ہوں پھر وہ رویا اور یوں عرض گزار ہوا۔

يا خير من دفنت بالقاع اعظمه
فطاب من طيبهن القاع والاكم
نفس الفداء لقبر انت ساكنه فيه
العفاف و فيه الجود والكرم

اے زمین میں مدفون ہونے والوں میں سے بہتر و افضل شخصیت (ﷺ) آپ (ﷺ) کی خوشبو سے میدان اور فضائیں معطر ہو گئیں۔ میری جان اس روضۂ انور پر فدا ہو۔ جہاں آپ ﷺ محو استراحت ہیں اس روضہ شریف میں پاکیزگی ہے اور یہ سراپا سخاوت و بخشش ہے۔

رسول اللہ توں صدقے جان میری اے فانی زندگی قربان میری

پھر اس نے استغفار کیا اور لوٹ گیا تو مجھے اونگھ آئی اور میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اے عتبی اس اعرابی کو مل اور اس کو بشارت دے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا ہے۔" پس میں اس کے پیچھے بھاگا لیکن اس کو نہ ڈھونڈ سکا۔

اور بعض حفاظ حدیث نے امام ابو سعید سمعانی سے روایت کی وہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے دفن ہونے کے تین دن بعد ایک اعرابی آیا اور آپ ﷺ کی قبر مبارکہ کے ساتھ لپٹ گیا اور اس کی مٹی اپنے سر پر ڈال لی اور یوں عرض گزار ہوا۔

یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے فرمایا اور ہم نے آپ ﷺ کا فرمان سنا اور جو کتاب اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی اس میں یہ فرمان مقدسہ بھی ہے

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک (الخ) میں نے اپنی ذات پر ظلم کیا ہے اور میں آپ ﷺ کی بارگاہ میں معافی طلب کرتا ہوں اللہ

تبارک و تعالٰی کی بارگاہ میں آپ ﷺ کو اپنا شفیع ٹھہراتا ہوں۔"

تو روضۂ منورہ سے آواز آئی کہ تجھے بخش دیا گیا۔ یہ روایت حضرت علی ﷺ سے ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس مبارک جگہ پر تجدید توبہ بہت ضروری ہے اور اللہ سے سوال کرے کہ اس کی اس توبہ کو توبۃ النصوح بنا دے اور اس کی قبولیت کے لئے آپ ﷺ کو رب کی بارگاہ میں بطور توسل پیش کرے اور زیادہ استغفار اور آہ و زاری کرے۔ اس آیت کریمہ کے پڑھنے کے بعد یوں عرض گزار ہو۔

یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر خدمت ہوئے اور آپ ﷺ کی زیارت کی۔ ہم آپ ﷺ کے حق کی ادائیگی کے لئے اور آپ ﷺ کی زیارت سے تبرک حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔ ہم آپ ﷺ سے اپنی کمروں کے بوجھ اور دل کی اندھیروں و ظلمتوں کے بارے امتداد طلب کرتے ہیں۔

یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کے سوا ہمارا کوئی شفیع اور آپ ﷺ کے دروازے کے سوا ہماری کوئی امیدگاہ نہیں۔ ہمارے لئے استغفار فرمائیے اور اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت فرمایئے اور ہمارے لئے رب قدیر سے ہماری تمام مطلوبہ چیزوں کا سوال کیجئے۔ اور یہ کہ وہ ہمارا نیک بندوں اور علماء کے زمرے میں حشر فرمائے۔

امام اصمعی سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک اعرابی کو دیکھا کہ وہ قبر شریف پر آیا اور عرض گزار ہوا۔

اے اللہ! یہ تیرا حبیب (ﷺ) ہے اور میں تیرا بندہ ہوں۔ شیطان تیرا دشمن ہے۔ اگر تو مجھے بخش دے تو تیرا حبیب (ﷺ) خوش ہو گا اور تیرا بندہ کامیاب ہو گا اور تیرا دشمن (شیطان) غصے میں جلے گا۔ اور اگر تو نے مجھے معاف نہ فرمایا تو تیرا محبوب پریشان ہو گا اور تیرا دشمن

(شیطان) خوش ہو گا اور تیرا بندہ ہلاک ہو جائے گا۔

اے اللہ! تبارک و تعالیٰ تو جانتا ہے کہ عرب کے عزت والے لوگوں میں سے جب کوئی سردار فوت ہو جاتا ہے تو اس کی قبر پر وہ لوگ غلام آزاد کرتے ہیں اور یہ سید المرسلین ﷺ ہیں مجھے ان کے روضہ انور کے صدقے جہنم سے آزادی فرما دے یا ارحم الراحمین۔

امام اصمعی نے فرمایا:۔ میں نے اس اعرابی کو کہا اے عربی بھائی! بے شک اللہ تعالیٰ نے تجھ کو اس سوال کی خوبصورتی کے سبب بخش دیا اور تجھے آزادی عطا فرما دی۔

(مسئلہ نمبر۱۶)

زائر کے لئے مسنون ہے کہ جب وہ اپنے والدین' اساتذہ اور ہر وہ شخص دینی بھائیوں میں سے کہ جس نے وصیت کی' کے بارے میں دعا سے فارغ ہو جائے تو آپ ﷺ کے سر اقدس کی طرف جائے اور آج کل سر اقدس کی طرف علامت کے طور پر ایک صندوق ہے جو کہ چاندی کے ساتھ مرصع کی گئی ہے اور یہ روضہ کے بالکل ساتھ ملے ہوئے ستون جو کہ قبلہ کی طرف اسطوانہ توبہ کے قریب ہے کہ جس کا بیان عنقریب ہو گا۔ پس روضہ شریف اور اس ستون کے درمیان کھڑا ہو اور ستون کو اپنی بائیں جانب کرے تو جو اس کے سامنے ستون ہے اور روضہ شریف کے ساتھ گول دائرے میں ملا ہوا ہے وہ اس کے دائیں جانب ہو گا۔ اور قبلہ کی طرف منہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی ممکن حد تک تعریف میں مبالغہ کرے پھر آپ ﷺ پر درود و سلام پڑھے۔ پھر اپنے حق میں جو پسند کرے اور دنیا و آخرت کی بھلائی و خیر کے لئے دعا کرے' اور اسی طرح اپنے والدین' اولاد اور دیگر عزیز و اقارب اور زندہ و وفات شدگان مسلمان بھائیوں اور ہر اس شخص کے لئے کہ جس نے اسے دعا و سلام کی وصیت کی تھی کے لئے

دعائے خیر کرے۔ پھر صلاۃ و سلام عرض کرے پھر اسی طرح دعا کرے پھر صلاۃ و سلام عرض کرے اور زیارت کا اختتام کرے۔

تنبیہہ

امام العزبن جماعہ نے اس جگہ سلام کے بعد لوٹنے سے انکار کیا ہے۔ جیسا کہ سلام کے بعد شیخین حضرات پر سلام عرض کرنے کے بعد پہلی جگہ پر دوبارہ آنے کا انکار کیا ہے اور انہوں نے دلیل یہ دی ہے کہ یہ صحابہ و تابعین سے ثابت نہیں ہے۔ اور ان کا رد کیا گیا ہے کہ اس جگہ آپ ﷺ سے توسل اور دعا کرنا یہ اسلاف سے ثابت ہے اور جو انہوں نے نہیں کیا تو وہ صرف یہ ترتیب مخصوص ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو سلام عرض کرنے کے بعد دعا اور توسل طلب کرنا تاکہ اسلاف کے موقف کہ حجرہ شریف کو مسجد میں داخل کرنے سے جو پہلے تھا کیونکہ اس وقت جو بھی آتا تھا تو آپ ﷺ کے سر اقدس کی طرف کھڑا ہوتا تھا۔ اور جو موقف آج کل ہے ان دونوں میں جمع کا حصول ہو سکے تو یہ بہتر ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے جب اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دفن فرمایا تو ان کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا "السلام علیکم" اور یہ ظاہر ہے کہ سلام سر کی طرف سے ہو۔

(دوسری تنبیہہ)

یہ جو ہم نے ذکر کیا کہ دعا کی حالت میں وہاں کھڑے ہو کر قبلہ کی طرف منہ کرے تو یہ ہمارا (شوافع) اور جمہور کا مذہب ہے اور بعض مالکی بھی یہی کہتے ہیں حالانکہ امام مالک نے اس کی مخالفت فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اولیٰ یہ ہے کہ حالت دعا میں آپ ﷺ کے چہرے مبارک کی طرف منہ کیا جائے۔ جیسا کہ خلیفہ منصور نے ان سے دریافت کیا
کہ اے ابو عبداللہ میں قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کروں یا رسول اللہ ﷺ کی

طرف؟

تو امام مالک ﷺ نے ارشاد فرمایا

تو آپ ﷺ سے کیوں چہرہ پھیرتا ہے؟ حالانکہ وہ تیرا اور تیرے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا اللہ کی بارگاہ میں قیامت کے دن وسیلہ ہیں۔ تو آپ ﷺ کی طرف منہ کر کے ان سے شفاعت و استغاثہ طلب کر اللہ تجھے معاف فرما دے گا۔

کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے:

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم (الخ)

اور ابن تیمیہ کا اس واقعہ سے انکار حتیٰ کہ آپ ﷺ سے توسل اور تشفع کا انکار یہ اس (ابن تیمیہ) کی خرافات و سینہ زوری ہے۔

حالانکہ اس واقعہ کی سند صحیح ہے اور اس میں کوئی طعن نہیں ہے۔

اور امام مالک کا قول کہ آپ ﷺ کے مواجہ شریف میں سوائے صلاۃ و سلام کے نہ ٹھہرا جائے تو یہ دونوں اقوال اس طرح جمع ہو سکتے ہیں کہ جو شخص آداب دعا اور اس کی شروط و محظورات کو جانتا ہے وہ دعا کے لئے مواجہ شریف میں ٹھہر سکتا ہے۔ اور دوسرا قول اس سے جاہل کے حق میں ہے۔ کیونکہ ایسے شخص سے خوف ہے کہ کہیں وہ اس معظم و مبارک جگہ اس طرح نہ آئے کہ جو اس کے شایان شان نہ ہو۔

(خاتمہ)

گزرے ہوئے کلام کے کچھ فوائد کہ جن کے ذکر میں کوئی حرج نہیں تاکہ ان کو یاد کر لیا جائے اور ان سے فائدہ حاصل کیا جائے۔

(تنبیہہ نمبر۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر اسلاف سے مروی ہے کہ وہ

آپ ﷺ کے روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر سلام عرض کیا کرتے تھے۔ بلکہ حضرت امام مجد الدین فیروز آبادی نے فرمایا کہ آپ ﷺ کی قبر شریف کے پاس صلاۃ و سلام افضل ہے۔ یعنی فصل ثانی میں جو احادیث گزری ہیں ان کے مطابق اور ان میں سے یہ حدیث شریف

ما من احد یسلم علی عند قبری الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام

تم میں سے کوئی شخص جب مجھ پر میری قبر کے پاس سلام کہتا ہے تو اللہ تعالٰی میری روح کو میری طرف لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کا جواب دیتا ہوں۔

اور اس کے متعارض یہ کہ اللہ تعالٰی اور اس کے فرشتے آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اور آپ ﷺ پر ایک مرتبہ درود پڑھنے والے پر اللہ تعالٰی دس رحمتیں فرماتا ہے اور دوسری روایت کے مطابق سو (۱۰۰) رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ اور یہ بھی گزرا کہ آپ ﷺ سلام کی طرح درود بھی لوٹاتے اور اس کا بھی جواب دیتے ہیں جیسا کہ سلام کا جواب دیتے ہیں۔

پس چاہیے کہ سلام کو افضل قرار دیا جائے کیونکہ یہ ملاقات کی تحیت اور شعار ہے۔ اور ہر ملاقات کے وقت سلام ہی مخصوص ہے پس جب سلام عرض کر لیا جائے تو پھر استمرار سلام سے درود افضل ہے اگرچہ زیارت کے مقام پر ہی آدمی باقی کھڑا رہے اور اس پر علماء کا عمل دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے ذکر کیا کہ زیارت سلام سے شروع کی جائے اور صلاۃ پر ختم کی جائے۔

(تنبیہہ نمبر۲)

ہر دم کہو یا رسول اللہ یا حبیب اللہ ﷺ

امام بیہقی نے ابن فدیک سے روایت کی انہوں نے فرمایا میں نے بہت

سارے فضلاء کو پایا وہ فرماتے ہیں ہمیں معلوم ہوا کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ کے روضۂ اقدس کے قریب کھڑے ہو کر آیت کریمہ ان اللہ و ملئکته یصلون علی النبی (الخ) پڑھے پھر یوں صلی اللہ علی محمد وسلم (اور ایک روایت میں یوں ہے) صلی اللہ علیک یا محمد ستر مرتبہ عرض کرے تو فرشتہ اس کو ندا دیتا ہے اور کہتا ہے صلی اللہ علیک یا فلاں اے فلاں تجھ پر اللہ کی رحمت ہو۔ آج تیری ہر حاجت پوری کی جائے گی۔

اس میں آپ ﷺ کو ذاتی نام اقدس کے ساتھ پکارنے کے جواز کی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارے آئمہ نے اس کو ناجائز فرمایا ہے۔ کیونکہ یہ آپ ﷺ کے ادب اور تعظیم کے خلاف ہے جبکہ ہم میں سے بعض بعض کو نام لے کر بلاتا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔

لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا (سورۂ نور ۔ ٦٣)	اور رسول اللہ ﷺ کے بلانے کو ایسا نہ بنا لو جیسے تم میں سے بعض بعض کو بلاتا ہے۔

ہمارے آئمہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کو یوں مخاطب کیا جانا چاہیے۔ "یا نبی اللہ ' یا رسول اللہ" (ﷺ)

امام زین الدین المراغی نے فرمایا:

"جس نے اس مذکورہ بالا اثر پر عمل کرنا ہے اس کے لئے بہتر ہے کہ وہ یا محمد (ﷺ) کی بجائے یا رسول اللہ (ﷺ) کہے۔ یہ وہم ہے بہتر نہیں بلکہ واجب ہے کہ وہ اس طرح عرض کرے۔"

حضرت امام شیخ الاسلام والحفاظ نے فتح الباری میں فرمایا:

کہ آپ ﷺ کے اسماء اور کنئی ہیں ان میں سے کسی کے ساتھ نداء نہیں چاہیے۔ کنیت بھی نام ہی کی طرح ہے۔ لہذا اس کے ساتھ بھی ندا ناجائز

ہے۔"

اور اس کی تائید امام ضحاک کا وہ قول ہے جو انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لوگ آپ ﷺ کو یا ابو القاسم اے ابو القاسم کہہ کر پکارتے تھے پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی عزت و تکریم کی خاطر اس سے منع فرما دیا اور فرمایا یوں عرض کیا کرو۔ یا نبی اللہ (ﷺ) ' یا رسول اللہ (ﷺ) اور اسی طرح اور صفات عالیہ کے ساتھ پکارو۔

حضرت امام مجاہد امام سعید بن جبیر اور امام مقاتل نے فرمایا

"جب آپ ﷺ کو ندا کرو تو یا محمد (ﷺ) نہ کہو اور نہ ہی یا ابن عبد اللہ (ﷺ) کہو بلکہ تعظیم و تکریم کے ساتھ یا رسول اللہ ' یا نبی اللہ (ﷺ) کہو۔

اور حضرت امام قتادہ نے فرمایا

اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ پر اپنا سب کچھ قربان کر دو اور یہ کہ اس کی تعظیم و تکریم کرو اور جب ان کا نام لو تو سیدنا کہو۔

امام مالک نے زید بن اسلم سے روایت کی

اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ پیارے محبوب کی بزرگی بیان کرو۔

یہ تمام آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی کنیت آپ ﷺ کے نام ہی کی طرح ہے۔

اور آنے والی صحیح حدیث جو کہ نماز حاجت میں مروی ہے اس کے متعارض نہیں ہے۔ جس میں یہ الفاظ ہیں۔

یا محمد انی متوجه بک الی ربی . لانه صاحب الحق فله ان یتصرف کیف شاء ولا یقاس به غیره

اے محمد! میں آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ کیونکہ آپ ﷺ صاحب الحق ہیں جسے جہاں تصرف فرمائیں آپ ﷺ

پر کسی غیر کو قیاس نہیں کیا جائے
گا۔

اور بعض صحابہ کا اس کی دوسروں کو تعلیم دینا ظاہر ہے کہ ان کا یہ مذہب ہے یا یہ کہ دعاؤں اور اذکار کے الفاظ ماثور ہی رہنے چاہئیں اور ان میں تبدیلی نہیں ہونی چاہیے۔

(تنبیہہ نمبر۳)

سلام کے بغیر صرف درود پڑھنا مکروہ ہے

سلام کے بغیر صرف درود شریف پر ہی اکتفا و اختصار کرنا مکروہ ہے۔ اور اسی طرح اس کے الٹ صرف سلام پر ہی اکتفا کرنا بھی مکروہ ہے۔ جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے علماء سے نقل فرمایا ہے کیونکہ قرآن پاک میں دونوں کا حکم دیا گیا ہے۔

شجرو حجر بھی پکاریں الصلاۃ و السلام علیک یا رسول اللہ

اور اس پر اعتراض ہوتا ہے جس کا میں نے اپنی کتاب "الدرا لمنضود" میں جواب دے دیا ہے۔ اعتراض یہ ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں سلام کی فضیلت پر حدیث شجر گزر چکی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

لما كانت ليلة اسرى بی ما مررت بشجر ولا حجر الا قال السلام عليک يا رسول الله	معراج کی رات میں جس درخت اور پتھر کے قریب سے گزرتا تو وہ مجھے السلام علیک یا رسول اللہ (ﷺ) کہہ کر پکارتا۔

اور ایک حدیث شریف میں ہے

انی لاعرف حجرا بمكة كان يسلم علی قبل ان ابعث	میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں کہ جو مجھے قبل بعثت سلام کہتا تھا۔

اور ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں

ان بمکۃ حجرا کان یسلم علی لیالی بعثت انی لاعرفہ اذا مررت علیہ

بے شک مکہ مکرمہ میں ایک پتھر ہے جو بعثت کی راتوں میں مجھ پر سلام پڑھتا تھا میں جب اس کے قریب سے گزرتا ہوں تو اس کو پہچانتا ہوں۔

اور اس میں اشارہ ہے اس کی طرف جو کہ اسلاف میں خلق عام کی زبانوں پر مشہور ہے کہ وہ پتھر آج بھی (مصنف کے دور تک) مرفق کی گلی میں ظاہر ہے ! کیونکہ آپ ﷺ وہاں حضرت خدیجہؓ کے گھر کی طرف تشریف لے جایا کرتے تھے۔

اور وہ حدیث شریف کہ

علم جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف یتوضأ فتوضأ ثم صلی رکعتین ثم انصرف فلم یمر صلی اللہ علیہ وسلم علی حجر ولا مدد الا وھو یسلم علیہ یقول سلام علیک

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھایا کہ کیسے وضو کیا جاتا ہے پس آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور دو رکعتیں ادا فرمائیں پھر آپ ﷺ لوٹے پس آپ ﷺ جس پتھر اور مٹی کے ڈھیلے کے قریب سے گزرتے تو وہ آپ ﷺ پر سلام پڑھتے ہوئے عرض گزار ہوتا "سلام علیک یا رسول اللہ ﷺ"

(تنبیہہ نمبر۴)

صلاۃ و سلام کا معنی و مفہوم

صلاۃ و سلام کے مفہوم و معنی میں اختلاف ہے اس میں کئی اقوال ہیں جن کو میں نے "الدر المنضود" میں تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ اللہ کی طرف سے آپ ﷺ پر درود کا مطلب یہ ہے کہ تعظیم کے ساتھ ملی ہوئی رحمت۔

اور فرشتوں اور انسانوں کی طرف سے درود اللہ تعالیٰ سے رحمت و برکت کا سوال کرنا ہے۔ اور سلام کا مطلب ہر قسم کے نقائص و مذائم سے سلامتی طلب کرنا۔

پس اللھم سلم علیہ کا معنی ہو گا اے اللہ! آپ ﷺ کی دعوت و امت اور ذکر کو نقائص سے سلامت رکھ۔ پس آپ ﷺ کی دعوت کو دنوں کے گزرنے کے ساتھ ساتھ مزید بلندی و زیادتی عطا فرما۔ اور آپ ﷺ کی امت کی کثرت اور آپ ﷺ کے ذکر کو بلند فرما۔ اب اس بلندی کا معنی یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر اس کا حکم فرمائے اور پورا فرمائے۔

تو اللہ تعالیٰ کا حکم بندے پر اللہ کی بادشاہی اور حکومت کے مطابق نافذ ہو گا جو اس پر حاصل ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ علی لک کی نسبت زیادہ بلیغ ہے۔

(تنبیہہ نمبر۵)

صلاۃ و سلام کی ترتیب

نماز کے تشہد میں آیت کے برعکس سلام پہلے ہے اور درود شریف بعد میں ہے۔ یہاں تعلیم کی غرض مقصود ہے یا پھر مامور بہ کا بجا لانا ہے یعنی نبی اکرم ﷺ سے اسی طرح مروی ہے لہٰذا اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ عام طور پر

زیادہ اہم اور احق کو مقدم کرنا چاہیے اور وہ درود ہے۔ لہٰذا صلاۃ کا مقام سلام سے زیادہ ہے کیونکہ وہ اللہ اور فرشتوں کے ساتھ مخصوص ہے یعنی درود کو اللہ نے اپنے اور فرشتوں کے لئے فرمایا جب کہ بندوں کو اس کے ساتھ ساتھ سلام کا حکم بھی فرمایا لہٰذا یہ سلام یعنی تحیت اور سلامتی کی دعا کو بھی مستلزم ہے۔ بخلاف سلام کے کیونکہ اس کے معانی میں اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو لانا مناسب نہیں۔ کیونکہ یہ تابع کے حکم میں ہے لہٰذا یہ صلاۃ کو مستلزم نہیں ہوگی کیونکہ یہ مرتبہ میں اس سے کم ہے۔

اور زیارت کے وقت تحیت سے شروع کرنا چاہیے کیونکہ تحیت تو حالت حیات کی طرح ہے اور چونکہ نماز ارکان والی عبادت ہے بلکہ زیارت بھی ایسے ہی لہٰذا یہاں ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی کی جاتی ہے (یعنی سلام پہلے اور صلاۃ بعد میں) جیسا کہ میں نے اس کو نماز کی نسبت سے "الدر المنفود" میں بیان کر دیا ہے۔

اور زیارت کی نسبت سے اس کا بیان یہ ہے کہ زائر چونکہ طالب اور مستمد و متوسل ہوتا ہے اور جو بھی اس حالت میں ہو گا تو وہ اسباب کے ساتھ ہی ترقی کرے گا جو کہ اس کو منزل مقصود تک پہنچا دیں۔ اور وہ ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف بڑھے گا یہاں تک کہ وہ اپنے مطلوب و مرغوب تک پہنچ جائے۔

(تنبیہ نمبر٦)

غیر انبیاء پر درود بھیجنا

ہماری طرف سے انبیاء و ملائکہ کے سوا دوسروں پر درود خلاف اولیٰ ہے۔ چونکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے آپ ﷺ نے فرمایا

لا تنبغی الصلاۃ من احد علی احد الا علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم

کسی آدمی کی طرف سے کسی ایک پر درود نہیں پڑھنا چاہیے سوائے نبی اکرم ﷺ کے۔

اور ایک روایت میں "تنبغی" کی بجائے "لا تصلح" کے الفاظ ہیں۔

اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے بسند حسن یا صحیح مروی ہے کہ انہوں نے اپنے گورنر کو لکھا

ان ناسا من القصاص قد احدثوا فی الصلاۃ علی خلفائھم وامرائھم عدل صلاتھم علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاذا جاء کتابی ھذا فمرھم ان تکون صلاتھم علی النبیین خاصۃ و دعاؤھم للمسلمین عامۃ ویدعوا ماسوی ذلک

کہ قصہ گویوں میں سے کچھ لوگوں نے خلفاء اور امراء پر درود پڑھنے کی بدعت جاری کر دی ہے حالانکہ ان کی صلاۃ نبی اکرم ﷺ پر ہونی چاہیے لیکن انہوں نے آپ ﷺ کی بجائے دوسروں پر شروع کر دی۔ جب میرا یہ خط تمہارے تک پہنچے تو ان کو حکم دو کہ وہ درود صرف انبیاء کرام پر پڑھیں اور عام مسلمانوں کے لئے ان کی دعائیں ہوں (یعنی رضی اللہ عنہ) اور ان

کے سوا پر دعائے رحمت یعنی
رحمتہ اللہ علیہ کہیں۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ بلاکراہت جائز ہے اور اس کو اکثر علما نے نقل کیا ہے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے خود کئی صحابہ ﷺ پر صلاۃ بھیجی ہے۔ مثلاً آپ ﷺ نے فرمایا اللھم صل علی ابن ابی اوفٰی۔

اور اس دلیل کو رد کرتے ہوئے اس کا جواب دیا گیا ہے کہ یہ تو صاحب حق کا خود اپنا حق استعمال کرنا ہے۔ اور وہ پیارے آقا ﷺ ہیں' تو انہوں نے اپنا یہ حق صحابہ پر استعمال فرمایا تو اس پر کسی غیر کو قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ بالخصوص انبیاء اور فرشتوں کے علاوہ دیگر حضرات پر استقلالاً درود شریف بھیجنے کے مسئلہ میں' کیونکہ یہ امر معروف نہیں ہے۔

اور اس کی ابتدا دولت بنی ہاشم کے دور میں ہوئی لہٰذا اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ لفظ "صلاۃ" انبیاء کرام کا شعار اور ان کی تعظیم و توقیر کے لئے ہے۔ لہٰذا یہ اس کے غیر پر استقلالاً نہیں کہا جائے گا۔ اگرچہ اس کا معنی صحیح ہے اور کیونکہ یہ بدعتیوں (روافضی وغیرہ) کا شعار ہے۔ اور ہمیں ان کے شعار سے منع فرمایا گیا ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ "صلاۃ" سوائے نبی اکرم ﷺ کے کسی پر بھی جائز نہیں ہے۔ اور ایک قول کے مطابق تبعاً" جائز ہے اور استقلالاً ناجائز ہے۔ اور سلام "صلاۃ" کی ہی طرح ہے مگر یہ تحیت ہے حاضر اور زندہ و غائب کے لئے۔

(تنبیہہ نمبر۷)

کیفیات درود شریف اور افضل درود شریف

پچھلے صفحات میں ہم نے گیارہویں مسئلہ کے تحت کیفیت درود شریف کے بارے میں تحریر کر دیا ہے۔ اور اس میں تمام درود شریف کی کیفیات کو جمع فرما

دیا ہے۔ بلکہ کئی دیگر کیفیات و طریقے کہ جن کا مختلف علماء کرام نے استنباط فرمایا ہے۔ اور ہر ایک کا دعویٰ ہے کہ یہ کیفیت و صیغہ سب سے افضل ہے۔ میں نے ان تمام صیغوں کو "الدر المنضود" میں بیان فرما دیا ہے بلکہ ان صیغوں پر کچھ زیادات بلیغہ بھی کی ہیں۔

پس زائر کو چاہیے کہ آپ ﷺ کے سامنے تمام کیفیات کو پڑھے بلکہ مطلقاً ان پر عمل رکھنا چاہیے۔ مدینہ شریف میں ہو یا نہ ہو۔ اور تیرے لئے تمام کیفیات تشہد والے درود شریف کے ضمن میں آتی ہیں۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ ہماری طرف سے آپ ﷺ پر درود کا کیا معنی ہے۔ یعنی جو ایک مرتبہ درود شریف پڑھے تو اس پر اللہ دس یا سو مرتبہ درود پڑھتا ہے۔ اور آپ ﷺ کی امت کی طرف سے اس کی استدعا کا کیا معنی ہے؟ تو آپ کے جواب کا ماحصل کچھ زیادت کے ساتھ یہ بنتا ہے۔

اللہ کی طرف سے آپ ﷺ پر اور درود شریف پڑھنے والوں پر درود پڑھنا آپ ﷺ اور درود پڑھنے والوں کی عزت و کرامات میں اضافہ اور نعمتوں کے لطائف اور ان کے حسب حال فضل و کرم فرمانا ہے یعنی جو آپ ﷺ کے حسب حال ہے وہ ان کو اور جو درود شریف پڑھنے والوں کے حسب حال ہے۔ وہ ان کو عطا فرماتا ہے۔

اور ہماری اور فرشتوں کی طرف سے درود شریف کا معنی اللہ تبارک و تعالیٰ سے ان اشیاء کے حصول کا سوال کرنا ہے۔

اور امت کی طرف سے درود کی استدعا کرنا تو اس میں تین امور ہیں

(نمبر۱)

بے شک دعائیں اللہ کے فضل اور اس کی نعمتوں کے حصول میں مؤثر ہیں بالخصوص مجمع کثیر میں بجا لانا کیونکہ جب نفس اور خواہشات سے علیحدہ غم اکٹھے ہو جائیں تو وہ ملائکہ اسفل کی روحانیت کے ساتھ اکٹھے ہو جائیں گے کیونکہ ان

کے درمیان مناسبتِ ناشئ ہے۔ شہوات کی کدورات سے خالی ہونے کی صورت میں۔ اسی لئے جب آدمی غلطی کرتا ہے تو مجمع عام میں دعا کرتا یعنی استسقاء وغیرہ میں۔

(نمبر۲)

آپ ﷺ کا اس پر خوش ہونا
جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے۔

انی اباھی بکم الامم — تمہارے ساتھ امتوں پر فخر کروں گا۔

جیسا کہ عالم اپنی زندگی میں ایسے شاگردوں پر خوش ہوتا ہے اور فخر کرتا ہے کہ جنہوں نے اس کے پاس اپنی تعلیم فلاح اور رشد و ہدایت کی تکمیل کی ہوتی ہے۔

(نمبر۳)

آپ ﷺ کی اپنی امت پر شفقت کہ ان کو نیکی پر ابھارنا بلکہ بہت ساری نیکیوں پر ابھارنا جو کہ درود و سلام میں پائی جاتی ہیں۔

جیسا کہ اللہ جل جلالہ اور پھر اس کے رسول ﷺ پر تجدید ایمان پھر آپ ﷺ کی تعظیم پر عظمتوں اور کرامات کے حصول کی طلب پھر یوم آخرت کیونکہ یہ دن آپ ﷺ کی بہت ساری فضیلتوں اور کرامات کا محل ہے۔
پھر آپ ﷺ کے اصحاب اور آل کا ذکر اور چونکہ صالحین کے ذکر کے وقت اللہ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی تعظیم پھر جو آپ ﷺ کو اللہ کی ذات سے نسبت ہے اور آپ ﷺ کے،اور ان کے اصحاب و عترت کے ساتھ جو محبت کا اظہار اور اس (درود و سلام) کے ساتھ دعا میں ابتہال و زاری اور اس چیز کا اعتراف کہ ہر حکم اللہ.تبارک و تعالیٰ کی طرف

سے ہوتا ہے اور نبی اکرم ﷺ کہ جن کی شان و عظمت تک کوئی ایک بشر بھی نہیں پہنچ سکتا وہ اللہ کے بندے ہیں اور اس کی رحمت اور فضل کے محتاج ہیں۔

(تنبیہہ نمبر۸)

اللھم کا معنیٰ

یہ کلمہ کثرت کے ساتھ دعا میں استعمال ہوتا ہے۔ اور اس کا معنی ہے "یا اللہ"
پس میم یا کے عوض میں ہے۔ اسی لئے یہ دونوں نادر ہی اکٹھے ہوتے ہیں۔
یوں نہیں کہا جائے گا اللھم غفور۔ بلکہ یوں کہا جائے گا اللھم اغفر
امام نضر بن شمیل نے فرمایا جس نے "اللھم" کہا اس نے اللہ کے تمام ناموں کے ساتھ دعا کی۔

شہد سے میٹھا نام محمد (ﷺ)

اور اسم محمد (ﷺ)

یہ اسم مفعول سے منقول ہے اور یہ اس کے لئے نام ہے کہ جس کے خصائل محمودہ بہت زیادہ کثرت سے ہوں۔ اور آپ ﷺ نے اللہ کی اتنی تعریف فرمائی ہے حتیٰ کہ آپ ﷺ صاحب مقام محمود ہو گئے ہیں کہ اس مقام پر تشریف فرماں ہوں گے اور اولیں و آخریں آپ ﷺ کی حمد اور تعریف بیان کریں گے۔ پس آپ ﷺ کے لئے حمد اور اس کی تمام اقسام کے معانی جمع ہو گئے ہیں۔ اور آپ ﷺ کے جھنڈے کا نام "لواء الحمد" ہے اور وہ ایسا جھنڈا ہے کہ جس کے نیچے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بعد آنے والے تمام انبیاء رسل وغیرہ جمع ہوں گے۔

اور موقع عظیم میں آپ ﷺ کی عظمت پر یہ دلیل بھی ہے کہ جب ساری مصیبت کی ماری مخلوق آپ ﷺ کی بارگاہ میں شفاعت طلب کرتی ہوئی حاضر ہو گی کہ

آپ ﷺ ان کو اس عظیم مصیبت اور پسینہ کہ جس میں لوگ غوطے کھا رہے ہوں گے سے نجات کے لئے دعا فرمائیں۔ تو آپ ﷺ عرش معلیٰ کے نیچے سجدہ ریز ہوں گے۔ اس وقت اللہ تبارک و تعالیٰ آپ ﷺ پر ان محامد کے دروازے کھولے گا کہ آپ ﷺ سے پہلے کسی کو بھی ان کا علم نہیں دیا گیا ہو گا۔ پھر آپ ﷺ کو رب تبارک و تعالیٰ فرمائے گا۔

ارفع راسک وسل تعطی وقل یسمع لک واشفع تشفع

اے پیارے محبوب! ﷺ اپنا سر اقدس اٹھائیے سوال کیجئے آپ ﷺ کو دیا جائے گا آپ ﷺ فرمائیں اور آپ کی بات سنی جائے گی شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی۔

آپ ﷺ سے پہلے کسی کا نام احمد اور محمد نہیں ہوا۔ لیکن جب آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے آپ ﷺ کی خبریں مشہور ہوئیں کہ ایک نبی تشریف لانے والا ہے اور اس کا اسم گرامی "محمد" ہو گا تو کئی لوگوں نے اس امید میں اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھا کہ شاید یہ وہی ہو۔ اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ اس نے اپنی رسالت کہاں رکھنی ہے۔

صحیح قول کے مطابق ایسے بچے جن کا نام آپ ﷺ سے پہلے محمد رکھا گیا ان کی تعداد پندرہ ہے۔

امی لقب

الامی : یہ ام کی طرف نسبت ہے اور امی وہ ہوتا ہے کہ جو کسی سے نہ پڑھا ہو اور نہ ہی وہ لکھتا ہو۔

گویا کہ وہ اسی اصل پر ہے کہ جس پر اس کی ماں نے اس کو جنم دیا

تھا۔ کیونکہ عورتوں میں اکثریت نہ لکھنے والیوں کی ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ امی کی نسبت "ام القریٰ" کی طرف ہے اور وہ مكة المكرمه ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ اسی میں پیدا ہوئے اور یہیں پر پرورش پائی اور جوان ہوئے۔

اور آپ ﷺ کا نہ لکھنا آپ ﷺ کا عظیم معجزہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کہ آپ ﷺ کو وہ علوم عطا فرمائے گئے کہ جن کا کوئی حد و شمار اور غایت نہیں ہے۔

اور حدیبیہ کے دن آپ ﷺ سے کتابت کا وقوع تو یہ اختلافی ہے یہ بھی آپ ﷺ کا ایک معجزہ ہے۔

امہات المؤمنین (رضی اللہ عنہن)

اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کا ذکر

حضرت خدیجہ' حضرت سودہ' حضرت عائشہ صدیقہ' حضرت حفصہ' حضرت زینب بنت قدیمہ ھلالیہ' حضرت ام سلمہ' حضرت زینب بنت جحش' حضرت جویریہ بنت الحارث المصطلقیہ' حضرت ریحانہ (بنی نضیر اخوة قریظہ سے) حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان' حضرت صفیہ اسرائیلیہ' حضرت میمونہ ہلالیہ پس بارہ ہیں جو کہ مدخول بھا ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہن)

اور سات کے ساتھ عقد فرمایا کہ لیکن وہ مدخولہ نہ ہوئیں۔

اور صلاۃ کی روایات میں سے ایک روایت میں آیا ہے کہ جیسا کہ گزرا اور اس میں ان کو امہات المومنین کے وصف سے یاد کیا گیا ہے۔ پس ان سے وہ عورت نکل گئی جو کہ مدخول بھا نہیں ہے۔

کیونکہ مقید مطلق کا تقاضہ کرتا ہے۔

اور "ذریۃ" یہ نسل انسانی کو کہتے ہیں وہ مذکر ہو یا مونث اور بعض نے اس

کو عورتوں اور بچوں کے لئے خاص کیا ہے۔ اس کی اصل ذراری المشرکین من الذر ہے اور وہ خلق ہے۔ اور اس سے ہمزہ کثرت استعمال کی وجہ سے حذف ہو گیا ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ یہ "ذر" سے ہے جس کا مطلب "فرق" ہے اور ایک قول کے مطابق "ذر" سے ماخوذ ہے۔ اور "ذر" چھوٹی چیونٹی کو کہتے ہیں۔ کیونکہ پیدائش کے وقت بچہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور ان دونوں صورتوں میں اس میں ہمزہ ہوگا ہی نہیں۔

ذریت :۔ میں بیٹیوں کی اولاد بھی شامل ہو گی مگر امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ بیٹیوں کی اولاد ذریت میں شامل نہیں ہو گی اور امام احمد بن حنبل سے بھی ایک روایت ایسی ہی ہے۔

لیکن اختلاف حضرت سیدہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کے علاوہ ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے۔ حضرت سیدہ کی اولاد رضی اللہ عنہم نبی اکرم ﷺ کی ذریت ہے۔

آل

آل کی اصل : "اھل" یا "اول" ہے اور یہ سوائے تعظیم کے کسی طرف مضاف نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے

حملة القرآن آل اللّٰه — حاملین قرآن اللہ کی آل ہیں۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے "آل فرعون" اور یہ ضمیر کی طرف مضاف ہو گا غیر عاقل کے لئے نہیں۔ اور مضاف الیہ اس کے حکم میں ہو گا۔ جیسا کہ آپ ﷺ کا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو فرمانا

انا آل محمد لا تحل لنا الصدقة — ہم آل محمد سے ہیں ہمارے لئے صدقہ حلال نہیں ہے۔

مگر جب قرینہ پایا جائے تو پھر غیر معظم کی طرف بھی مضاف ہوتا ہے جیسا کہ
فقراء میں بیان کیا جاتا ہے یعنی آل الفقراء و المساکین
اور آل سے مراد امام شافعی اور دیگر جمہور علماء کے نزدیک وہ ہیں کہ جن پر
زکوۃ حرام ہے اور بنی ہاشم و بنی مطلب کے مومن لوگ ہیں۔
اور آل سے آپ ﷺ کی ازواج مطہرات بھی مراد لی گئی ہیں۔ اور تینوں
(آل۔ ذریہ ۔ ازواج) کے درمیان جمع کو رد کیا گیا ہے۔ اور ایک روایت
ہے جو ان میں تغایر پر دلالت کرتی ہے۔
اور ایک قول کے مطابق "آل محمد" صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی
اولاد کے ساتھ خاص ہے اور
یہ بھی کہا گیا ہے۔ حضرت علی' حضرت عباس' حضرت جعفر و عقیل اور حضرت
حمزہ کی ذریت پر یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ اور تمام قریش کو بھی کہا گیا ہے اور
بعض نے تو تمام امت اجابت کو آپ ﷺ کی آل میں شامل کیا ہے۔ اور امام
مالک اسی طرف مائل ہیں۔ امام ازہری نے اسی کو اختیار کیا جیسا کہ بعض
شوافع کا قول ہے اور امام نووی نے شرح مسلم میں اسی کو ترجیح دی ہے۔
لیکن قاضی حسین وغیرہ نے اسے صرف متقی لوگوں کے ساتھ خاص کیا
ہے۔ لیکن اس قول کے ضعف پر یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ ان پر درود بمعنی
دعائے رحمت مطلقہ ہے اور غیر متقی لوگوں کو بھی شامل ہے اور حدیث شریف

آل محمد کل تقی — نبی اکرم ﷺ کی آل پاک کا ہر شخص متقی ہے۔

تو اس کی سند بہت ہی کمزور ہے۔ (واہ جدا)
اور یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بسند ضعیف مروی ہے۔
اور تشہد کے علاوہ آپ ﷺ کی آل کے ساتھ آپ ﷺ کے اصحاب پر
درود پہلی بات پر قیاس کرتے ہوئے سنت ہے۔ کیونکہ وہ غیر صحابہ آل سے

افضل ہیں۔

امام ابن عبدالسلام کا قول کہ جو وارد ہے (یعنی صرف آل پر) اسی پر اکتفا کرنا اولیٰ ہے تو یہ قول ضعیف ہے اور آل اور ازواج میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت پائی جاتی ہے۔

البرکۃ (بارک)

برکت کا معنی ہے۔ بڑھنا' رونق افروز ہونا اور خیر و کرامت کی زیادتی اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے عیب سے پاک کرنا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان تمام اشیاء میں ہیشگی کا پایا جانا۔ اسی سے برکۃ الماء ایسے پانی کو کہتے ہیں کہ جو ہمیشہ رہے۔ پس "بارک علٰی محمد" کا معنی ہو گا آپ ﷺ کو خیر و بزرگی عطا فرما اور پوری فرما اور آپ ﷺ کے ذکر اور شریعت پاک کو دوام عطا فرما اور آپ ﷺ کے متبعین کی کثرت فرما اور ان کے لئے آپ ﷺ کی شفاعت قبول فرما کہ آپ ﷺ کی مہربانی کا اظہار فرما۔ اور ان کے لئے اپنی جنت حلال فرما اور آپ ﷺ کی آل و اصحاب کو خیر و برکت اور جو ان کی شان اقدس کے لائق ہے عطا فرما اور ان عطاؤں کو دوام بخش۔

(ابراہیم)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کہ قرآن میں ان کا "اب" آزر کو کہا گیا ہے اور آزر آپ علیہ السلام کا چچا ہے اور اس پر تمام اہل کتاب کا اجماع ہے۔ اور چچا کو "اب" کہا جاتا ہے۔

وآلہ: اس سے مراد آپ ﷺ کی اولاد حضرت اسماعیل و اسحاق علیہما السلام اور ان کی مومن اولاد ہے۔

العالمون

یہ عالم کی جمع ہے اور صحیح قول کے مطابق عالم ماسوی اللہ کو کہتے ہیں۔

اس کے لفظ میں اس کا واحد نہیں اور جمع میں اس کی اصناف کے اختلاف کے سبب "واؤ" یا "یا" آتی ہے۔

جیسا کہ "فی العالمین" میں اس کی طرف اشارہ ہے اور اس میں "نون" عقلاء کے شرف کے لئے تغلیبًا آیا ہے۔ یعنی حضرت ابراہیم پر درود اور برکت کا ظاہر کرنا اور ان کی عظمت و بزرگی و شرف کو پھیلانا اور مطلوب یہ تمام اشیاء ہمارے نبی اکرم ﷺ کے لئے ہیں اور صلاۃ و برکت عظمت کے مشابہ ہیں۔

الحمید

یہ یا تو محمود کے معنی میں ہے کیونکہ اس میں حمد کی تمام اکمل صفات موجود ہیں یا یہ بمعنیٰ حامد ہے اپنے بندوں کے افعال کے لئے ہے۔

المجید

یہ بمعنیٰ ماجد ہے یعنی کریم اور انہی دونوں اسماء مبارکہ پر درود شریف کو ختم کیا گیا ہے۔ یعنی یہ اپنے ماقبل کے لئے تعلیل کی طرح ہیں۔ اب ان کا معنی ہو گا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ تمام حمدوں اور خوبیوں سراہا ہے کہ جن کا کوئی حد و شمار نہیں۔ ایسا کریم ہے کہ جو اپنے تمام بندوں پر احسان کی کثرت فرماتا ہے۔ لہٰذا ان دونوں کا ماقبل و مطلوب یہ ہے کہ آپ سے اس کے نبی کریم اور حبیب اور پیارے ﷺ کی تعظیم و تکریم و تقرب میں زیادتی کا سوال کیا جائے۔ اور حضرت ابراہیم اور ان کی مومن آل کے ایثار کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے علاوہ کسی میں رحمت و برکت اکٹھی نہیں فرمائی۔ جیسا کہ اسی کا قول مبارک سورۂ ھود شریف میں ہے۔

رحمۃ اللّٰہ و برکاتہ علیکم اھل البیت انہ حمید مجید — اللہ کی رحمت اور برکت ہو تم پر اے اہل بیت خلیل اور وہ اللہ سب خوبیوں سراہا ہے۔ (سورۂ ھود - ۷۲)

اور پھر ہمارے نبی ﷺ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام انبیاء سے افضل

ہیں۔

یا پھر یہ درود شریف میں تمثیل ان کی اس دعا کا صلہ ہے جو کہ آپ علیہ السلام نے امت محمدیہ کے لئے فرمائی تھی۔ جس کا ذکر خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے فرمایا ہے۔

ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم (سورۂ بقرہ - ۱۲۹)
اے ہمارے رب! ان میں اپنا پیارا رسول مبعوث فرما۔

اور اس میں وجہ تشبیہ یہ ہے کہ مشبہ' مشبہ بہ کے سوا ہوتا ہے۔ حالانکہ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ حضرت ابراہیم اور ان کی آل سے افضل ہیں۔

تو اس وجہ تشبیہ میں اختلاف ہے اس کی کئی وجوہ بیان کی جاتی ہیں۔ جن کو میں نے "الدر المنفود" میں بیان کر دیا ہے۔

ان میں سب سے اچھی وجہ ہمارے امام حضرت امام شافعی کا قول ہے کہ

"یہاں تشبیہ صرف آل محمد ﷺ کی طرف راجع ہے نہ کہ آپ ﷺ کی طرف۔ اور بعض اوقات تشبیہ کسی خاص نکتہ میں ہوتی ہے جیسے کہ اس کی شہرت اور فضیلت کے اظہار کے لئے اور یہ اس باب سے ہے کہ جو مشہور نہیں۔ اس کو مشہور کے ساتھ بیان کر دیا جائے۔"

اب کوئی امت باقی نہیں مگر وہ حضرت ابراہیم اور ان کی نبوت کو جانتی ہے۔ اور اس کی مؤید وہ حدیث شریف ہے جو کہ مسلم شریف میں ہے کہ جب اس میں (فی العالمین) کا ذکر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل کے بعد کیا نہ کہ ہمارے نبی ﷺ اور ان کی آل کے بعد۔

یا پھر تشبیہ الاصل بالاصل ہے یا مجموع کی تشبیہ مجموع کے ساتھ ہے۔

اور درود شریف میں "ترحم" کی زیادتی بدعت ہے اگرچہ اس کے بارے میں احادیث وارد ہیں کیونکہ وہ ضعیف ہیں۔ کیونکہ ان کی سندوں میں کذاب یا

پھر متہم با لکذب راوی موجود ہیں۔
اور محمد ﷺ کے اسم گرامی سے پہلے سیدنا کے اضافے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بلکہ یہ آپ ﷺ کے حق میں ادب ہے اگرچہ نماز میں ہی کیوں نہ ہو' یعنی نماز فرض میں بھی یہ جائز ہے۔
ابن تیمیہ نے اس کے ترک پر فتویٰ دیا ہے اور بعض فضلائے شافعیہ اور حنفیہ نے ابن تیمیہ کا خوب رد فرمایا ہے۔

(تنبیہہ نمبر۹)

دعائے وسیلہ اور شفاعت مصطفیٰ ﷺ

صحیح احادیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

فمن سال اللہ لی الوسیلۃ حلت له شفاعتی یوم القیامۃ	پس جس نے اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ کی دعا کی اس پر قیامت کے دن میری شفاعت حلال ہو گئی۔

اور ایک روایت میں "حَلَت" کی بجائے "وَجَبَت" ہے یعنی ایسے سچے کا وعدہ کہ جو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اور ایک روایت میں "علیہ" کے الفاظ ہیں۔ پس "حلت" یعنی نازل ہوتی ہے اور ایک روایت میں "الشفاعۃ یوم القیامۃ" کے الفاظ ہیں اور اس میں خاتمہ بالخیر ہونے کی عظیم بشارت و خوش خبری ہے۔ کیونکہ شفاعت صرف مومنین کی ہی ہو گی اور آپ ﷺ کی شفاعت صرف گنہگاروں کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ بلکہ بعض اوقات بلندی درجات کے لئے ہو گی جیسا کہ عرش معلی کا سایہ نصیب ہونا' بغیر حساب کے جنت میں جانا اور جلدی داخلِ جنت ہونے کے لئے وغیرہ۔
تو آپ ﷺ کے لئے مقام وسیلہ کی دعا کرنے والے کو یہ تمام یا بعض شفاعتیں

حاصل ہوں گیں۔

اور کہا گیا ہے کہ اس کے لئے جو اخلاص سے یہ سوال کرے اس میں ثواب کی نیت بھی نہ ہو۔ لیکن اس قول کا رد کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ صرف تحکم ہے اور اس سلسلہ میں مکمل کلام "من زار قبری وجبت له شفاعتی" کے تحت گزر چکا ہے۔ اور جیسا کہ گزرا کہ آپ ﷺ کی شفاعت صرف گنہگاروں کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ یہ اس شخص کا رد کہ جو کہتا ہے نبی اکرم ﷺ کی شفاعت کے حصول کی دعا نہ کرنی چاہیے اس کا گمان ہے کہ شفاعت صرف گنہگاروں کے لئے ہے تو شفاعت کا سوال اپنے آپ کو گنہگار ثابت کرنا ہے۔

حالانکہ سلف صالح سے طلب شفاعت نقل متواتر سے ثابت ہے اور وہ تمام اس میں رغبت رکھتے تھے۔ ویسے بھی ہر عاقل کی یہ شان ہے کہ وہ اپنے آپ کو گنہگار اور ہلاک ہونے والا خیال کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور لطف و اکرام کے بغیر وہ ہلاک ہی ہو گا اگرچہ اس کے عمل کثیر ہوں۔

اور شفاعت کا سوال نہ کرنے والے پر لازم آئے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کے سوال سے منع کر رہا ہے۔ کیونکہ اس کا گمان ہے کہ یہ دونوں (رحمت و بخشش) صرف گنہگاروں کے لئے ہے اور یہ تمام اسلاف و اخلاف کے معروف کے خلاف ہے کیونکہ وہ تو تمام ان کا اللہ سے سوال کرتے رہے ہیں۔

طلب وسیلہ کا فائدہ

وسیلہ طلب کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ جو اس کی امید رکھے وہ خائب و خاسر نہیں ہو گا۔

اور اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے کہ اس پر مخلوق کی طرف سے کوئی شے واجب نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور اس کا مرتبہ بلند و بالا ہے۔ پس اس

میں تواضع کا عظیم اظہار ہے اور مقتضی کا خوف مزید ترقی اور بلندی کے لئے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ اس دعا میں نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس کے لئے عظیم فائدہ اور ہمارے لئے بھی عظیم فائدہ ہے۔ بخلاف اس کے کہ جو اس کو صرف گنہگاروں کے ساتھ مخصوص کرتا ہے۔

شفاعت اخروی کی اقسام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
نجم و ظہ کے جھرمٹ میں چہرہ رہا

شفاعت اخروی کی پانچ اقسام ہیں۔ اور یہ تمام کی تمام ہمارے آقا ﷺ کے لئے ثابت ہیں۔ اور ان میں سے کچھ آپ ﷺ کے علاوہ دوسروں کے لئے بھی ثابت ہیں۔ لیکن ان میں بھی آپ ﷺ ان کے ساتھ شامل بلکہ ان سے مقدم ہیں۔ پس یہ تمام شفاعتیں آپ ﷺ کی شفاعت کی طرف راجع ہیں۔ اور آپ ﷺ علی الاطلاق صاحب شفاعت ہیں۔

پس آپ ﷺ کا فرمان "وجبت له شفاعتی" تو اس میں اسی شفاعت کی طرف اشارہ ہے جو کہ آپ ﷺ کے ساتھ مختص ہے یا پھر یہ عموم کے لئے ہے یا پھر اس سے جنس شفاعت مراد ہے اور وہ تمام کی تمام آپ ﷺ ہی کی طرف منسوب ہے۔ کیونکہ احادیث میں ہے کہ اس دن آپ ﷺ تمام انبیاء کے امام ہوں گے اور ان کے صاحب شفاعت ہوں گے جو بھی شفاعت ان تمام کے لئے ثابت ہو گی وہ آپ ﷺ ہی کی طرف منسوب ہو گی۔ تو آپ ﷺ کی شفاعت سے کوئی شی بھی خارج نہ ہو گی نہ تو انواع شفاعت میں سے اور نہ ہی ان اشخاص میں سے کہ جن کو شفاعتوں سے حصہ ملے گا وہ چاہے تو آپ ﷺ کے امتی ہوں یا نہ ہوں۔ کیونکہ جب آپ ﷺ انبیاء کے بھی صاحب شفاعت ہیں اور تمام آپ ﷺ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے تو ان کی شفاعت کی قبولیت آپ ﷺ

ہی کی شفاعت کی قبولیت ہے۔ پس جو بھی حضرات انبیاء کرام کی شفاعت کے تحت آئے گا وہ آپ ﷺ ہی کی شفاعت کے تحت داخل ہو گا۔ لہٰذا یہ مومنین کے لئے تو بطریق اولیٰ ثابت ہوئی۔ پس آپ ﷺ شفیع الشفعاء یعنی تمام شفاعت کرنے والوں کے شفاعتُ کرنے والے ہیں۔ پس آپ ﷺ کی شفاعت کے احاطہ سے کوئی شفاعت خارج نہیں ہے۔ لہٰذا تمام شفاعت کرنے والے درحقیقت آپ ﷺ کے نائب ہیں۔ اور ان تمام کی شفاعتوں سے آپ ﷺ کی شفاعت ممتاز ہے اور تمام پر حاوی ہے۔

الوسیلة

یہ جنت میں ایک اعلیٰ درجے کا نام ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے۔ اور لغت میں اس کی اصل ہر وہ چیز جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ یا بادشاہ یا سودار کا قرب حاصل کیا جائے۔

امام جلیل القصری کی کتاب "شعب الایمان" میں وسیلہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا وسیلہ جو کہ ہمارے آقا نبی مکرم ﷺ کے ساتھ مختص ہے وہ توسل ہے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ جنت میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور ایسے ہوں گے جیسا کہ بادشاہ کا وزیر بلا مثال و تمثیل ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بلند و بڑا ہے تو اس دن کسی کو کوئی شے اللہ تعالیٰ کی عطاؤں سے سوائے آپ ﷺ کے وسیلہ کے نہیں پہنچے گی۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بیان کرنے کے بعد فرمایا

اسی طرح آپ ﷺ کی شفاعت جنت میں درجات کی بلندی کے لئے ہو گی اور یہ آپ ﷺ ہی کے ساتھ ہے اس میں آپ ﷺ کا کوئی شریک نہیں ہے۔

المقام المحمود

مقام محمود وہ شفاعت عظمیٰ ہے جو کہ ہمارے آقا ﷺ کو حاصل ہے کہ وہاں پہلے اور تمام پچھلے آپ ﷺ کی حمد و تعریف بیان کریں گے۔ اسی لئے احادیث

میں اس کی شفاعت کے ساتھ تفسیر کی گئی ہے۔ اور اس پر جیسا کہ واحدی نے بیان کیا تمام مفسرین کا اجماع ہے۔
اور کہا گیا ہے کہ مقام محمود سے مراد آپ ﷺ کا اپنی امت پر اور امت کے لئے گواہی دینا ہے۔
اور ایک قول کے مطابق آپ ﷺ کو قیامت کے دن "لواء الحمد" کی عطائیگی کا نام مقام محمود ہے۔ اور ایک قول کے مطابق مقام محمود سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو عرش عظیم پر بٹھائے گا۔
اور صحیح ابن حبان میں ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا
"اللہ تعالیٰ قیامت کے روز لوگوں کو اٹھائے گا تو مجھے سبز حلہ پہنائے گا پس میں اللہ کی حمد میں وہ بیان کروں گا جو اللہ چاہے گا۔ پس یہ مقام محمود ہے۔"
تو یہ پہلے قول کے خلاف نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے یہ سبز حلہ مبارکہ آپ ﷺ کو اذن شفاعت عظمیٰ کی علامت ہو گا۔
قاضی عیاض نے فرمایا ان تمام احادیث کریمہ سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ مقام محمود وہ عزت والا مقام ہے کہ حضرت آدم اور ان کے ساتھ تمام کائنات قیامت کے دن صور پھونکنے سے لے کر دخول جنت اور جنم سے خارج ہونے والوں کے اخراج تک آپ ﷺ کے جھنڈے کے نیچے ہو گی۔

پس ان مقامات میں سے اول مقام ندا کی قبولیت اور رب تعالیٰ کی حمد و ثناء ہے اس کے بعد اس مشکل وقت اور کرب محشر سے چھٹکارے کی شفاعت' پس یہ مقام محمود ہے کہ جہاں تمام اولین و آخرین آپ ﷺ کی تعریف و حمد کریں گے۔ پھر ان لوگوں کی شفاعت کہ جو بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔ پھر جن پر جنم واجب ہو چکی ہو گی ان کے اخراج کی شفاعت حتیٰ کہ کوئی ایک شخص بھی کہ جس کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو گا وہ جنم میں نہیں رہے گا پھر اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا کہ آپ ﷺ ان کی شفاعت

فرمائیں گے کہ جنہوں نے صرف لا الہ الا اللہ پڑھا ہو گا یعنی صرف توحید کے قائل ہوں گے اور انہوں نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کیا ہو گا۔ اور جہنم میں صرف ہمیشہ رہنے والے ہی رہ جائیں گے اور یہ قیامت کے آخری مواقع ہوں گے پس یہ تمام چیزیں آپ ﷺ کے لئے مقام محمود ہوں گی اور " لواء الحمد " کا مبارک جھنڈا آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہو گا۔

(تنبیہہ نمبر۱۰)

مسجد نبوی شریف میں آواز کو پست رکھنا

ے لے سانس بھی آہستہ کہ دربار نبی ہے

زائر پر بہت ضروری ہے کہ مسجد نبوی شریف میں آواز قطعاً بلند نہ کرے کیونکہ یہ صحیح سند سے ثابت ہے کہ خلیفہ منصور نے امام مالک سے گفتگو کی تو امام مالک نے فرمایا کہ اے خلیفہ مسجد نبوی شریف میں آواز بلند نہ کر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قوم کو ادب سکھلاتے ہوئے ارشاد فرمایا

لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی — اپنی آوازیں نبی اکرم (ﷺ) کی آواز سے بلند نہ کرو۔

اور ایک قوم کی تعریف و مدح کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

ان الذین یغضون اصواتهم عند رسول اللہ .. — بے شک وہ لوگ جو اپنی آوازیں رسول اللہ (ﷺ) کے پاس پست رکھتے ہیں۔

اور ایک قوم کی مذمت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

ان الذین ینادونک من وراء الحجرات — بے شک وہ لوگ جو اے پیارے محبوب! آپ ﷺ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے زیادہ بے وقوف ہیں۔

اور آپ ﷺ کی عزت و حرمت بعد از وصال بھی ایسی ہی ہے جیسی کہ ظاہر زندگی میں تھی۔ پس خلیفہ منصور نے اس بات کو قبول کرتے ہوئے معافی طلب کی۔

اے میرے بھائی! دیکھ یہ کتنا عظیم ادب ہے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور خلیفہ منصور سے منقول ہے۔

اور بخاری شریف میں ہے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اہل طائف کے دو آدمیوں کو فرمایا "اگر تم دونوں مدینہ شریف کے رہنے والے ہوتے تو میں تم دونوں کو سزا دیتا کیونکہ تم دونوں مسجد نبوی شریف میں آوازیں بلند کر رہے تھے۔"

(تنبیہہ نمبر ۱۱)

درود و سلام کی کثرت

زائر کو چاہیے کہ وہ جب تک مدینہ شریف میں رہے درود و سلام کی کثرت کرے اور دیگر تمام اذکار کا اس پر ایثار کرے۔

(تنبیہہ نمبر ۱۲)

مسجد نبوی شریف میں رات گزارنا

میں نہ جاؤں گا کہیں بھی در نبی کا چھوڑ کر
مجھ کو کوئے مصطفیٰ کی چاکری اچھی لگی

امام ابن عساکر نے فرمایا کہ

زائر کو چاہیے کہ کوشش کر کے رات مسجد نبوی شریف میں گزارے اگرچہ ایک ہی رات کیوں نہ میسر آئے اور اس رات کو تمام وقت ذکر و دعا اور تلاوت قرآن اور اللہ کی بارگاہ میں عاجزی سے گزارے اور حمد اور شکر کی زیادتی کرے

کہ اللہ نے اس کو یہ فضیلت عطا فرمائی ہے۔
اور اگر ممکن ہو سکے تو ہمیشہ مسجد نبوی شریف میں ہی رہے جتنی دیر تک وہ مدینہ شریف میں ٹھہرے سوائے کسی ضرورت اور مصلحت کے مسجد کو نہ چھوڑے کیونکہ اس میں لاتعداد برکات و خیرات ہیں۔

(تنبیہہ نمبر ۱۳) خرافات ابن تیمیہ

ابن تیمیہ کی خرافات میں سے کہ اس سے پہلے ایسی باتیں کسی عالم دین نے نہیں کہیں۔ حتیٰ کہ وہ اہل اسلام کے درمیان ذلیل و خوار ہو گیا۔ اس نے نبی اکرم ﷺ کی ذات پاک سے استغاثہ اور توسل کا انکار کیا۔ حالانکہ معاملہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ اس نے فتویٰ دیا ہے۔
بلکہ آپ ﷺ سے توسل ہر حال میں آپ ﷺ کی پیدائش سے پہلے اور بعد اور دنیا و آخرت میں جائز بلکہ احسن ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے توسل کا جواز

آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے توسل طلب کرنے پر اسلاف صالحین اور حضرات انبیاء و اولیاء وغیرہم کا عمل دلالت کرتا ہے۔ اور ابن تیمیہ کا کہنا کہ اس کی کوئی اصل نہیں یہ صرف افتراء ہے۔
امام حاکم نے روایت کی اور کہا کہ یہ صحیح ہے
نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

لما اقترف آدم الخطیئۃ قال یا رب اسئلک بحق محمد (ﷺ) الا ما غفرت لی فقال اللہ یا آدم کیف عرضت محمداً ولم اخلقه قال یا رب لما خلقتنی بیدک	جب حضرت آدم علیہ السلام سے بھول کر خطا سرزد ہوئی تو انہوں نے عرض کیا اے میرے رب! میں تجھ سے حضرت محمد ﷺ کے طفیل سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے

(ای بقدرتک) ونفخت فی من روحک (ای من سرک الذی خلقته وشرفته بالاضافة الیک بقولک) ونفخت فیه من روحی رفعت راسی فرأیت علی قوائم العرش مکتوبا لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ فعلمت انک لم تضف الی اسمک الا احب الخلق الیک فقال له اللہ صدقت یا آدم انه لا احب الخلق الی اذا سألتنی بحقه فقد غفرت لک ولولا محمد ما خلقتک

معاف فرما دے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے آدم! تو نے پیارے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا جب کہ ابھی تک میں نے انہیں پیدا نہیں فرمایا تو حضرت آدم نے عرض کی اے اللہ! جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ (یعنی اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ) تخلیق فرمایا اور تو نے مجھ میں اپنی روح پھونکی تو میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو دیکھا کہ عرش کے پایوں پر لکھا ہوا ہے۔ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" تو میں نے جانا کہ جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے وہ یقیناً تجھے محبوب ہو گا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم! تو نے سچ فرمایا وہ مجھے ساری مخلوق سے محبوب ہے جب تو نے مجھ سے اس کے وسیلہ سے دعا مانگی ہے تو میں نے تجھے معاف فرما دیا اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تجھے بھی تخلیق نہ فرماتا۔

یہاں حق سے مراد آپ ﷺ کا اللہ کی بارگاہ میں رتبہ اور منزلت ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں مروی ہے۔

فما حق العباد علی اللہ

بندوں کا اللہ پر (بطور وجوب) کوئی حق نہیں ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کچھ بھی واجب نہیں ہے۔ پھر آپ ﷺ کے طفیل دعا کرنا تو یہ صرف آپ ﷺ کی قدر و منزلت جو کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہے کہ جس ذریعے سوال ہے کیونکہ آپ ﷺ کا اللہ کے ہاں بہت مرتبہ اور جاہ عظیم ہے لہٰذا ان کے طفیل دعا کرنے والا خائب و خاسر نہ ہو گا۔ اور ان کی ذات سے توسل کرنے والا آپ ﷺ کی جاہ و عزت سے توسل کرتا ہے۔ اور آپ ﷺ سے توسل کے منکر کی حرماں نصیبی کے لئے یہی کافی ہے۔

آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں آپ ﷺ سے توسل

امام نسائی نے سنن میں اور امام ترمذی نے روایت کر کے اس کو صحیح کہا ہے اور اس کو غریب کہنا' باعتبار سند کے افراد کے ہے۔

ان ضریرا اتی النبی ﷺ فقال ادع اللہ لی ان یعافینی فقال ان شئت دعوت وان شئت صبرت وھو خیر لک قال فادعہ (وفی روایۃ لیس لی قائد وقد شق علی) فامرہ ان یتوضاء فیحسن وضوءہ ویدعو بھذا الدعا اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک نبیک محمد ﷺ نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فی حاجتی لتقضی لی اللھم شفعہ فی۔

ایک نابینا نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے شفا دے آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں دعا فرماؤں اور اگر تو چاہے تو صبر کر کیونکہ یہ تیرے لئے بہتر ہے (اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ اس نے عرض کیا مجھے کوئی راستہ دکھلانے والا نہیں ہے جس کی وجہ سے مجھے بڑی تکلیف ہوتی ہے) تو آپ ﷺ نے حکم

فرمایا کہ اچھے طریقے سے وضو کر
اور یہ دعا کر۔ اے اللہ! میں تجھ
سے سوال کرتا ہوں اور تیری
طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے نبی
محمد ﷺ کے صدقہ سے۔ یا رسول
اللہ! ﷺ میں آپ ﷺ کی ذات
کے ساتھ اپنے رب کی طرف
متوجہ ہوتا ہوں اپنی اس حاجت
میں تاکہ وہ میری یہ حاجت پوری
فرما دے، اللہ مجھے شفا دے

امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور یہ الفاظ زیادہ کئے ہیں

فقام وقد ابصر — پس وہ کھڑا ہوا تو وہ دیکھ رہا تھا

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں

"اے اللہ! مجھے شفاء دے اور مجھے میری ذات میں تندرستی دے۔"

آپ ﷺ نے اس کو دعا سکھلائی اور خود اس کے لیئے دعا نہ فرمائی۔ تاکہ اس کو توجہ حاصل ہو اور اس میں انکساری اور عاجزی پیدا ہو اور آپ ﷺ سے استغاثہ کرے تاکہ اسے کمال مقصود حاصل ہو اور یہ معنی آپ ﷺ کی حیات اور بعد از وصال حاصل ہیں۔

اور اسلاف اس دعا کو اپنی حاجات میں استعمال کرتے رہے ہیں۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ صحابی رسول نے یہی دعا اس شخص کو سکھلائی کہ جس کو حضرت عثمان بن عفان کے ساتھ ان کے دور خلافت میں کام تھا جو کہ ہو نہیں رہا تھا۔ اور یہ واقعہ آپ ﷺ کی ظاہری زندگی کے بعد کا ہے اس دعا کے بعد اس کی حاجت آسان بلکہ پوری ہو گئی۔

اسی کو طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

امام طبرانی نے بسند جید روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے دعا میں ذکر فرمایا

بحق نبیک والانبیاء الذین من قبلی — اے اللہ! اپنے نبی اور مجھ سے پہلے جتنے انبیاء گزرے ہیں ان کے طفیل میری چچی (فاطمہ بنت اسد) کو بخش دے۔

اور توسل و استغاثہ اور شفاعۃ آپ ﷺ اور دیگر انبیاء سے توجہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور ایسے ہی اولیاء کرام جیسا کہ امام سبکی نے اس پر اتفاق نقل فرمایا ہے۔ اگرچہ حضرات اولیاء کے بارے میں امام عبدالسلام نے منع کا قول کیا ہے۔ بلکہ بعض نے تو اس سے نبی اکرم ﷺ کے سوا میں اختلاف نقل کیا ہے۔ حالانکہ نیک اعمال کے ساتھ توسل کا جواز تو بالاتفاق ثابت ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث' حدیث غار میں وارد ہے۔

حالانکہ ذوات اعمال سے افضل ہیں جیسا کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے استسقاء میں توسل کیا اور صحابہ میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا اور آپ کا نبی اکرم ﷺ کی ذات اور قبر شریف کو چھوڑ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل کرنا نہایت تواضع کا اظہار اور آپ ﷺ کی قرابت کا پاس کرنا ہے۔ پس حقیقت میں یہ نبی اکرم ﷺ سے ہی توسل ہے۔

اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ لفظ توجہ اور استغاثہ سے وہم ہوتا ہے کہ جس کی بارگاہ میں سوال کیا جائے اس سے جس کے صدقے سوال کیا جائے وہ افضل ہو گا۔ کیونکہ "توجہ" "جاہ" سے ہے اور یہ علو منزلت کو کہتے ہیں لہٰذا جس کا توسل پیش کیا جا رہا ہے اس سے وہ افضل ہے جس کی بارگاہ میں توسل پیش کیا جا رہا ہے۔

اور استغاثہ مدد طلب کرنے کے معنی میں ہے۔ لہذا استغیث ۔ مستغاث سے طلب کرنا ہے کہ اسے اس کے سوا سے مدد حاصل ہو اگرچہ وہ اس سے اعلیٰ ہو۔

پس آپ ﷺ سے یا آپ ﷺ کے غیر سے توجہ اور استغاثہ کا معنی مسلمانوں میں سوائے اس کے کوئی اور نہیں ہے اور نہ ہی کوئی مسلمان اس معنی کے علاوہ اور کسی معنی کا قصد کرتا ہے۔ جس کی سمجھ میں یہ معنی نہ آئے تو اس کو چاہیے کہ اس میں غور و فکر کرے اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرے۔

اور حقیقت میں آپ ﷺ سے استغاثہ کرنے والا اللہ تعالیٰ سے ہی استغاثہ کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ تو صرف درمیان میں واسطہ ہیں۔ حقیقت میں مدد دینے والا اللہ ہی ہے۔ اور اس سے مدد خلقاً اور ایجاداً طلب کی جاتی ہے۔ اور نبی اکرم ﷺ مددگار ہیں سبباً اور کسباً لہذا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ روایت اس کے متعارض نہیں کہ انہوں نے فرمایا

"چلو اس منافق کے خلاف نبی اکرم ﷺ سے استعانت کرتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھ سے مدد نہ مانگو بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ سے مدد چاہو۔"

کیونکہ اس حدیث میں ایک راوی ابن لہیعہ ہے۔ جس میں کلام مشہور ہے یعنی ضعیف ہے۔ اور بالفرض اگر یہ ثابت بھی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق ہوگی۔ کہ اللہ نے ارشاد فرمایا

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی (سورۂ انفال ۔ ۱۷)	اور آپ نے نہ پھینکیں جبکہ آپ ﷺ نے پھینکیں بلکہ یہ تو اللہ نے پھینکیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان

ماانا حملتکم ولکن اللہ حملکم	میں نے تم کو سوار نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو سوار کیا۔

یعنی اگر مجھ سے مدد چاہو گے تو حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے ہی مدد چاہو گے۔ اور احادیث مین اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ اور قرآن پاک میں فعل کو کاسب کی طرف کئی مقامات پر منسوب کیا گیا ہے۔

جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان

لن یدخل احد کم الجنۃ بعملہ — کہ تم میں سے کوئی ہرگز اپنے عمل کے سبب جنت میں نہیں جائے گا۔

جبکہ دوسری طرف اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

ادخلو الجنۃ بما کنتم تعملون (نحل ۔ ۳۲) — اپنے اعمال کے سبب جنت میں داخل ہو جاؤ۔

لہٰذا لفظ "استغاثہ" کا اطلاق ہر اس کے لئے جائز ہے کہ جس سے مدد ملے اگرچہ سبباً اور کسباً ہی کیوں نہ ہو اور یہ ایسا امر معلوم ہے کہ اس میں لغوی اور شرعی لحاظ سے کوئی شک نہیں ہے۔ اس میں اور سوال میں کوئی فرق نہیں ہے۔ لہٰذا اب اس حدیث شریف مذکورہ بالا کی تاویل متعین بھی ہو جائے گی۔ بالخصوص جبکہ آپ ﷺ سے حدیث بخاری میں یہ منقول ہے کہ قیامت کے دن شفاعت کے وقت

فبیناھم کذالک استغاثوا بآدم ثم موسیٰ ثم بمحمد ﷺ — کہ اس حال میں ایسے ہی لوگ حضرت آدم علیہ السلام سے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور پھر حضرت محمد ﷺ سے استغاثہ کریں گے' مدد طلب کریں گے۔

اور توسل کا معنی اس سے طلب دعا ہے جبکہ وہ زندہ ہو اور سوال کرنے والے کو جانتا ہو اور طویل حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت امیر المومنین عمر بن

خطاب ؓ کے زمانہ میں قحط پڑ گیا تو ایک شخص روضۂ مبارک نبی ﷺ پر حاضر ہو کر عرض گزار ہوا۔

یا رسول اللہ استسق لامتک فانھم قد ھلکوا فاتاہ ﷺ فی النوم واخبرہ انھم یسقون

یا رسول اللہ! ﷺ اپنی امت کے لئے بارش طلب فرمائیں' وہ ہلاک ہو چکی ہے تو آپ ﷺ اس کی خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ تم کو بارش دی جائے گی۔

اور ایسے ہی ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں

ائت عمر فاقرئہ السلام واخبرہ انھم لیسقون وقل لہ الکیس الکیس ای الرفق لانہ رضی اللہ عنہ کان شدید فی دین اللہ

عمر فاروق کے پاس جاؤ اور انہیں میرا سلام پہنچاؤ اور کہو کہ بارش ہو گی اور ان ۔ کہو کہ "نرمی نرمی" یعنی نرمی کرو کیونکہ آپ ؓ اللہ کے دین میں بڑے سخت تھے۔

پس وہ شخص آیا اور حضرت فاروق اعظم ؓ کو خبر دی تو آپ ؓ رو پڑے اور پھر کہا یا اللہ! اگر تو مجھ پر رحم نہ فرمائے تو میں عاجز ہوں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے خواب میں زیارت کی تھی وہ حضرت بلال بن حارث امزنی صحابی ؓ ہیں۔

تو ثابت ہوا کہ آپ ﷺ سے حاجت روائی کے لئے دعا کرنی اب بھی جائز ہے۔ جیسی کہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں جائز تھی جیسا کہ سوال کرنے والے کے سوال سے ظاہر ہے اور سائل کے سوال کے حصول پر آپ ﷺ قادر ہیں اور اس کی شفاعت اللہ رب تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش فرماتے ہیں اور ہر خیر میں ان سے توسل اس دنیا میں آپ ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے اور اس دنیا میں تشریف لانے کے بعد اور آپ ﷺ

کے وصال کے بعد جیسا کہ روز محشر آپ ﷺ اپنے رب کی بارگاہ میں شفاعت فرمائیں گے اور اس پر اجماع امت منعقد ہے۔ اور اس پر متواتر احادیث وارد ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح روایت میں مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا

اوحی اللہ تعالٰی الی عیسٰی صلوات اللہ علی نبینا وعلیک وسلامه یا عیسٰی آمن بمحمد' وامر من ادرکه من امتک ان یومنوا به فلولا محمد ما خلقت آدم' ولو لا محمد ما خلقت الجنة والنار ولقد خلت العرش علی الماء فاضطرب فکتبت علیه لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ فسکن

اللہ تعالٰی نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی فرمایا اے عیسٰی! حضرت محمد ﷺ پر ایمان لاؤ اور اپنے امتیوں کو حکم کرو کہ جو ان کا مبارک دور پائے ان پر ایمان لائے۔ اگر پیارے محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں حضرت آدم کو پیدا نہ فرماتا اور اگر پیارے محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں جنت اور جہنم کو نہ بناتا جب میں نے عرش کو پانی پر بنایا تو وہ مضطرب تھا میں نے اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھ دیا تو وہ ساکن ہو گیا۔

تو اس عظیم القدر نبی ﷺ کو جس کی اللہ کے ہاں اتنی عزت و تکریم ہے ان کی شفاعت و توسل ان کے مولا و آقا جل جلالہ کے نزدیک کیونکر قبول نہیں ہو گی۔ حالانکہ وہ رب تو ہمیشہ آپ ﷺ کی چاہت و رضا کے مطابق آپ ﷺ پر انعام و اکرام کی بارشیں نازل فرما رہا ہے۔

(تنبیہہ نمبر۱۴)

چھوڑ آیا ظہوری میں دل و جان مدینے میں
اب جینا یہاں مجھ کو دشوار نظر آئے

امام قاضی حسین جو کہ ہمارے اکابر آئمہ (شوافع) میں سے ہیں نے فرمایا
ہر انسان پر واجب ہے کہ آپ ﷺ کے فراق میں غمگین ہو کیونکہ آپ ﷺ کا فراق اپنے والدین و اولاد کے فراق سے زیادہ تکلیف دہ اور اندوہناک ہے اور اس کو کئی دیگر علماء نے قائم رکھا ہے۔ اور اس وجوب کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ کی تعظیم و اجلال اعلیٰ و اجل و اکمل ہے۔ تمام لوگوں کی تعظیم سے حتیٰ کہ والدین اور اولاد سے بھی۔

لہٰذا جب اس آدمی کو آپ ﷺ سے بچھڑنے کا خطرہ ہو (یعنی مدینہ چھوڑنے کا وقت آئے) تو یہ فراق والدین اور اولاد سے بچھڑنے سے بڑا ہے۔ پس قاضی حسین کے کلام کا یہی مطلب ہے۔ یہ معنی نہیں کہ وہ فراق کا تصور کرے، حزن و ملال میں تکلف کرے کیونکہ کسی شخص کی عمر میں یہ فراق آتا ہی نہیں ہے۔

اور جیسا کہ گزرا یہ ہر شخص کے حسب قوت ہے کیونکہ یہ قوت ایمانی پر دلالت کرتا ہے اور محبت کی زیادتی پر دال ہے۔

امام قاضی حسین کا کلام اسی کی صراحت کرتا ہے کہ
واجب ہے کہ آپ ﷺ انسان کو ہر شئی سے زیادہ عزیز اور پیارے ہوں۔

حاصل کلام یہ کہ آپ ﷺ کے اجلال و تکریم کی محبت باپ اور اولاد سے زیادہ ہے کیونکہ یہ تو اصل ایمان ہے۔ اور محبت کا سائل ہونا کا معنی اس کے اسباب میں کوشش کرنا ہے۔ لہٰذا ایمان کے کمال کی شرط آپ ﷺ کی محبت ہے۔ اور امام قاضی مذکور کا کلام اس پر نص کی حیثیت رکھتا ہے۔

(تنبیہہ نمبر۱۵)

روضۂ منورہ کا طواف جائز نہیں ہے جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اکابر علماء سے نقل

فرمایا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح روضہ شریف کی طرف نماز پڑھنے کے حرام ہونے پر اجماع ہے۔ اور یہی آپ ﷺ کی تعظیم ہے اسی طرح آپ ﷺ کے روضہ منورہ کے طواف کرنے کی حرمت پر بھی اجماع ہے۔ کیونکہ طواف بمنزلہ نماز ہے۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے۔ (مگر کچھ دیگر مسائل میں جن کا تعلق ہمارے موضوع سے نہیں ہے)

(تنبیہہ نمبر۱۶)

ہائے یہ آداب محبت کے تقاضے ساغر

ہمارے آئمہ (شوافع) میں سے امام حلیمی وغیرہ نے فرمایا پیٹھ اور پیٹ روضہ شریف کے ساتھ مس کرنا مکروہ ہے۔

اور چاہیے کہ اسی حکم کے ساتھ روضہ شریف کے باہر والی دیوار کو بھی شامل کیا جائے۔ اور قیاس ان دونوں کے ساتھ پیٹھ ملانے کے حرام پر ہے۔

لیکن جو شخص یہ اعمال کر رہا ہے وہ صرف تبرک کے حصول کے لئے کر رہا ہے اور اس بارگاہ مقدسہ کے ادب سے جاہل ہے لہٰذا اس سبب سے اس سے حرمت اٹھ گئی اور صرف کراہت باقی رہ جائے گی۔ اور کراہت کا فتویٰ صرف زجراً دیا جا رہا ہے۔ کیونکہ اس نے وہ کام کیا جس کی اجازت نہیں تھی۔ اور آپ ﷺ کی عظمت تو اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دی ہے لہٰذا اسی پر عمل کرنا چاہیے۔ اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں حد سے بڑھنا تو مقتضی الی الکفر ہے۔ لہٰذا ممکن حد تک انہی اعمال پر اختصار کیا جائے جو کہ وارد ہیں۔ اور اس بارگاہ میں ہر قسم کی برائی اور بدعات سے بچنا زیادہ احق ہے جیسا کہ بادشاہ کی مخالفت تو پوری مملکت میں قبیح ہے لیکن اس کے سامنے جب کہ وہ تخت پر بیٹھا ہو زیادہ برا ہے اور وہ شخص زیادہ سزا کا حق دار ہے بہ نسبت اس شخص کے جو کہ اس سے دور رہ کر مخالفت کرے۔

(تنبیہ نمبر ۱۷)

جالی شریف کو بوسہ دینا

امام نووی نے اپنی کتاب "ایضاح" میں فرمایا علماء فرماتے ہیں کہ جالی شریف اور دیوار کو ہاتھ لگانا اور اس کو چومنا مکروہ ہے۔ بلکہ ادب یہ ہے کہ اس سے فاصلہ پر رہے جیسا کہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ میں اگر کوئی شخص حاضر ہوتا تو وہ فاصلہ پر ہی رہتا اور یہی صحیح ہے۔ یہ جو علماء نے فرمایا اسی پر عمل کرنا چاہیے اور اکثر عوام جو اس کی مخالفت کرتے ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں۔ کیونکہ اقتداء اور عمل علماء کے اقوال پر ہوتا ہے لہٰذا عوام کی بدعات اور جہالت کی طرف التفات نہیں کرنا چاہیے۔

اور حضرت اقدس سید جلیل فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے کہ راہ ہدایت کی اتباع کر، قلت مریدین تجھے تکلیف نہ دے' اور گمراہی کے راستہ سے بچ' تجھے مریدین کی کثرت دھوکے میں نہ ڈال دے۔"

اور اگر کوئی خیال کرے کہ اس کو مس کرنا یہ برکت میں ابلغ ہے تو یہ اس کی جہالت اور غفلت ہے۔ کیونکہ برکت وہی ہے جو کہ شرع اور علماء کے اقوال کے موافق ہو۔ لہٰذا راہ حق کی مخالفت میں فضیلت نہیں ہو سکتی۔ (ایضاح کا کلام ختم ہوا)

میں نے اس کے حاشیہ میں اس پر اعتراضات کا رد کر دیا ہے وہاں میرا کلام اس طرح ہے۔

امام نووی کا فرمانا کہ یہ علماء کا قول ہے

اس پر امام العز بن جماعہ وغیرہ نے امام احمد کے اس قول کہ بوسہ دینے اور ہاتھ لگانے میں کوئی حرج نہیں کے ساتھ اعتراض کیا ہے۔ اور امام محب الطبری اور ابن ابی الصیف نے فرمایا روضہ شریف کی دیوار کو ہاتھ لگانا اور بوسہ دینا جائز ہے۔ اور یہ علمائے اسلاف کا عمل رہا ہے۔

امام تقی الدین السبکی نے فرمایا کہ روضہ شریف کو بوسہ نہ دینے اور مسح نہ کرنے پر

اجماع نہیں ہے۔ اور پھر اس کی تائید میں وہ حدیث شریف ذکر کی کہ
"مروان نے ایک شخص کو قبر شریف سے چمٹے ہوئے دیکھا........ اور اس میں ہے کہ وہ شخص حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔"

اس حدیث کو امام احمد' طبرانی اور نسائی نے ایسی سند کے ساتھ بیان کیا کہ اس کے ایک راوی کو امام نسائی نے ضعیف کہا جبکہ دیگر محدثین نے اس کو ثقہ کہا ہے۔
(صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ مترجم غفرلہ)

تو حضرت امام احمد کے قول کہ "اس میں کوئی حرج نہیں ہے" کا جواب یہ ہے کہ اس میں حرمت کی نفی کا احتمال ہے یا کراہت کی نفی کا' ظاہر ہے کہ اس سے پہلا قول ہی متبادر ہو گا جیسا کہ کتب فقہ میں صراحت موجود ہے۔ اور امام محب الطبری وغیرہ کا قول تو اس میں جواز کی طرف رجوع کا احتمال ہے۔ اور وہ نفس بوسہ یا چھونا ہے اور پہلا ہی اقرب ہے۔ یعنی نہ چھونا' اور اس کی تعبیر یہ ہے کہ جائز تو ہے مستحب نہیں ہے۔ اور اگر اس کی مراد استحباب ہوتی تو وہ مستحب کہتے صرف جائز نہ فرماتے۔

اور پھر ان کا علمائے اسلاف کا عمل بطور دلیل پیش کرنا تو جب اس کو جواز کی طرف پھیریں گے تو ظاہر ہے کہ یہ جائز ہو گا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے اور اصولیین کی اصطلاح میں جواز استحباب اور وجوب دونوں کو شامل ہو گا۔ لیکن فقہا کے نزدیک نہیں۔ بلکہ امام اثرم کے کلام میں جو کہ اہل مدینہ شریف سے نقل کیا گیا ہے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کا کلام کہ یہ ان سے معروف نہیں ہے۔ بلکہ یہ اس تاویل کے ساتھ متعین ہو گا جس کو میں نے ذکر کر دیا ہے۔ جبکہ اسی کے موافق علماء اور صلحاء کا کلام بھی ہے۔

اور حدیث مذکور میں ضعف ہے۔ اور اگر یہ صحیح تسلیم کر لی جائے (جو کہ واقعی صحیح ہے اور اس میں ضعف نہیں ہے۔ مترجم) تو اس سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ اسلاف نے صحابہ کے بعد مصلحت کے طور پر اس پر اتفاق کیا ہو کیونکہ عوام کو اس کی اجازت دینے سے کئی مفاسد پیدا ہو سکتے تھے۔

اور بعض اکابر آئمہ اہل بیت سے اس سلسلہ میں کلام گزر چکا ہے۔ جو کہ ہمارے موقف پر دلالت کرتا ہے۔ اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا یہ عمل روضہ شریف کے ساتھ لپٹنا یہ مذہب صحابی ہے اور اس پر اجماع سکوتی نہیں جیسا کہ ظاہر ہوتا ہے کیونکہ اجماع سکوتی کی شرط یہ ہے کہ واقعہ اتنا مشہور ہو جائے کہ تمام علماء تک پہنچے اور وہ اس پر خاموش رہیں اور اس کا رد نہ کریں تو یہ اجماع سکوتی ہو گا۔ اور یہ شرط اس واقعہ میں مفقود ہے۔

اور امام سبکی کا فرمانا کہ اس پر اجماع نہیں (یعنی تقبیل مزار و جدار کی ممانعت پر اجماع نہیں) تو اس سے مراد یہ ہے کہ شروع میں ایسا نہیں لہٰذا امام نووی کا فرمانا صحیح ہوا اور اس پر کوئی طعن نہیں ہے۔ اور اس کی تائید امام احمد بن حنبل کا کلام بھی کرتا ہے جو کہ حنابلہ کی کتاب "المغنی" میں ہے کہ روضہ شریف کی دیوار کو مس کرنا اور چومنا منع ہے۔ اور امام احمد سے اب دونوں روایتوں میں تعارض ہو گیا۔ ایک تو یہ کہ آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں تو اس سے استحباب کا فائدہ ہوتا ہے۔ اور امام اثرم کے کلام سے ظاہر ہے کہ امام احمد کا میلان منع کی طرف ہے۔

کیونکہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے مدینہ شریف کے اہل علم کو دیکھا کہ وہ روضہ منورہ کو مس نہیں کرتے تھے اور امام احمد نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روضہ شریف کو مس فرمایا کرتے تھے۔ تو حضرت عبداللہ بن عمر کے فعل میں بھی تعارض ہے۔ جیسا کہ بعض حضرات آپ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ مزار مبارک پر اپنا ہاتھ رکھا کرتے تھے تو اس کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ آپ بعض اوقات غلبہ حال و عشق میں ایسا کرتے تھے۔

اور امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا

"مشاہد کو چھونا اور چومنا یہ یہودیوں اور عیسائیوں کی عادت ہے۔"

اور امام زعفرانی نے فرمایا

"قبر پر ہاتھ رکھنا اور اس کو مس کرنا اور چومنا ایسی بدعت ہے کہ جس کی شرع نے

مذمت کی ہے۔"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو روضہ شریف پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا تو اس کو منع فرما دیا اور فرمایا کہ ہم اس حد سے آگے بڑھنا نہیں جانتے۔ یعنی ادب یہ ہے کہ خاص حد سے آگے نہ بڑھے۔

اس تمام گفتگو سے معلوم ہوا کہ عام حالت میں اولیاء کے مزارات کو چھونا اور چومنا مکروہ ہے ہاں اگر غلبہ حال یا عشق میں ایسا فعل کیاجائے تو کراہت نہیں ہوگی۔ (امام نووی کے کلام پر حاشیہ ختم ہوا)

حضرت ابو ایوب انصاری اور زیارت روضہ منورہ

اور حدیث ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہ جس کی طرف اشارہ کیا گیا وہ یہ ہے

کہ مروان نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ روضہ شریف سے لپٹے ہوئے ہیں۔ تو مروان نے آپ کو کندھے سے پکڑ کر اٹھایا اور کہا کیا آپ جانتے ہیں آپ کیا کر رہے ہیں؟ تو حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا۔

نعم انی لم آت الحجر ولا الطین انما جئت رسول اللہ ﷺ لا تبکوا علی الدین اذا ولیه اہله ولکن ابکوا علیه اذا ولیه غیر اہله

ہاں میں جانتا ہوں میں پتھر اور مٹی کے پاس نہیں آیا۔ بلکہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں۔ دین پر اس وقت نہیں رویا جاتا جب اس کا ولی اس کا اہل ہو لیکن جب غیر اہل والی بن جائے تو پھر رونا چاہیے۔

اس میں واضح اشارہ آپ کے عذر کی طرف ہے۔ کیونکہ آپ نے صرف پتھر اور مٹی کا التزام نہیں فرمایا تھا بلکہ انہوں نے آپ ﷺ کا قصد کیا تھا کیونکہ

آپ ﷺ اپنے روضہ انور میں زندہ اور مکرم ہیں۔ تو یہ کلام آپ ﷺ کے التزام ہی کی طرح ہے (زیارت حبیب بحالت بیداری) اور بعض اوقات بعض لوگوں پر محبت اور شوق غالب ہو جاتا ہے تو ان کی نظروں سے حجابات اٹھ جاتے ہیں۔ وہ آپ ﷺ کو اپنے سامنے مشاہدہ کرتے ہیں اور آپ ﷺ سے مس کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ عام عادات سے خارج ہو کر حقائق کی منازل پر پہنچ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور ہماری اولادوں کو اس کرم اور احسان کا ذائقہ عطا فرمائے۔ (آمین)

اور بعض نے حضرت امام مالک' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل سے ان تینوں (مس کرنا' ہاتھ رکھنا اور چومنا) سے سخت انکار نقل کیا ہے۔ اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اگر زائر صاحب قبر ولی سے مصافحہ کی نیت سے قبر پر ہاتھ رکھتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور جمہور کی متابعت زیادہ حق دار ہے کہ اسے اپنایا جائے۔ اور امام ابن عساکر کی "تحفہ" میں ہے کہ یہ تینوں جائز نہیں ہیں اور چند ہاتھ پیچھے کھڑا ہونا ادب ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور زیارت روضۂ اقدس

اور جو ہم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان فرمایا ہے تو اس کو اسی پر محمول کیا جائے گا۔ جو کہ ان کے سوا دوسروں سے مروی ہے بسند جید مروی ہے کہ

ان بلالاً رضی اللہ عنه لما زار النبی صلی اللہ علیه وسلم من الشام للمنام السابق ذکره جعل یبکی ویمرغ وجهه علی القبر

بے شک حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب شام سے اس خواب کی وجہ سے حاضری کے لئے آئے جس کا ذکر گزر چکا ہے تو وہ آپ ﷺ کے روضۂ منورہ پر چہرہ ملتے اور روتے جاتے تھے۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا جب آپ ﷺ کے روضہ منورہ پر حاضر ہوئیں تو روضہ شریف سے مٹی کی مٹھی لے کر اپنی آنکھوں پر رکھی اور رو کر عرض گزار ہوئیں۔

ماذا علی من شم تربۃ احمد   ان لا یشم مدی الزمان غوالیا
صبت علی مصائب لوانھا   صبت علی الایام عدن لیالیا

پھر میں نے خطیب ابن جملہ کا کلام دیکھا جیسا کہ میں نے حضرت بلال ؓ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ذکر کیا۔ آپ فرماتے ہیں

"اس میں کوئی شک نہیں کہ محبت میں استغراق اس مسئلہ میں اذن پر محمول کیا جائے گا۔ ان تمام سے مقصود تو احترام اور تعظیم ہے اور لوگوں کے مختلف مراتب و طبقات ہوتے ہیں جیسا کہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ میں تھا۔ کیونکہ کچھ اس وقت بھی جب آپ ﷺ کو دیکھتے تھے تو اپنے آپ پر قابو نہیں رکھ سکتے تھے اس لئے آپ ﷺ سے قریب ہو جاتے تھے اور کچھ وہ تھے جو کہ پیچھے دور رہتے تھے اور ان میں سے ہر کام خیر ہی خیر ہے۔"

(تنبیہہ نمبر۱۸)

پیش نظر وہ نو بہار سجدے کو دل ہے بے قرار
روکئے سر کو روکئے ہاں یہی تو امتحان ہے

اس طرح قبر شریف کو سجدہ کرنا منع ہے۔ اس کو امام ابن جملہ نے بیان فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں۔

بعض علماء نے بیان فرمایا کہ یہ بدعت قبیحہ ہے۔ اور جس کو علم نہیں وہ اس کو تعظیم پر محمول کرتا ہے اور زمین کو چومنا بھی قبیح ہے کیونکہ یہ اسلاف سے مروی نہیں ہے اور بھلائی تو اسلاف کی اتباع میں ہے اور جو یہ سمجھتا ہے کہ زمین کو چومنے میں برکت زیادہ ہے تو اس کی غفلت اور جہالت ہے۔ کیونکہ برکت تو شریعت کی اتباع اور اسلاف کی پیروی میں ہے۔

اور تعجب لوگوں کے ان افعال کے کرنے پر نہیں بلکہ تعجب تو ان پر ہے جو علم کے باوجود اس کے مستحسن ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ اگر وہ غور و فکر کریں اور عمل اسلاف کی مخالفت کا خیال کریں تو اس کی قباحت ان پر واضح ہو جائے گی۔ سید نے فرمایا کہ میں نے بعض جاہل قاضیوں کو دیکھا کہ وہ ایسا عمل کرتے اور اپنی پیشانی ساجد کی طرح رکھتے ہیں اور عوام ان کی اتباع کرتی ہے۔

اور صالحین سے یہ معاملہ قبور اولیاء پر مشاہدہ میں آیا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ وہ اس وقت غلبۂ حال میں مستغرق ہوتے ہیں اور شعور نہیں رکھتے لہٰذا جب یہ حال متحقق ہو جائے تو ان پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔

اور رکوع تو حرام ہے اور زمین کو چومنا یہ سجدہ کی مشابہت ہے۔ بلکہ یہ سجدہ ہی تو ہے۔ لہٰذا اس کی حرمت میں توقف نہیں ہونا چاہیے اور بعض نے یہ فتویٰ صرف رکوع میں دیا ہے۔ بخلاف تقبیل زمین کے کیونکہ رکوع تو خاص عبادت کی صورت ہے لہٰذا مخلوق کے لئے روا نہیں ہے بلکہ شرک کا وہم ہے لہٰذا یہ حرام ہے بلکہ بعض اوقات تو کفر کے قریب ہے اگر اسی تعظیم کی نیت سے ہو جو کہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے ساتھ مخصوص ہے۔

اور زمین کو چومنا چونکہ عبادت کی صورت نہیں ہے لہٰذا یہ مس قبر اور اس کو چومنا اور اس کے ساتھ پیٹھ اور بطن مس کرنے کے حکم میں ہو گا۔ لہٰذا یہ حرام نہیں ہو گا بلکہ مکروہ ہو گا۔ (فتدبروا)

(تنبیہہ نمبر۱۹)

ریاض الجنۃ

زائر کے لئے مسنون ہے کہ جب روضہ منورہ کی زیارت سے فارغ ہو تو ریاض الجنۃ میں آئے اور زیادہ سے زیادہ درود و سلام' دعا اور نماز پڑھے اور اگر ہو سکے تو جتنی دیر تک مدینہ منورہ میں رہے تو اسی جگہ نماز پڑھے یہ اولیٰ و افضل ہے۔ اور پہلی صف کی فضیلت اس کے معارض نہیں۔ یعنی پہلی صف کی فضیلت سے یہاں نماز پڑھنی بہتر ہے۔

اور صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ما بین قبری و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ ومنبری علی حوضی	میری قبر اور منبر کے درمیان والا حصہ جنت کے باغوں میں سے باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

اور دوسری صحیح روایت میں ہے

منبری علی ترعۃ من ترع الجنۃ"	میرا منبر جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر ہے۔

ترعہ کی تفسیر دروازہ سے کی گئی ہے اور اس میں اور پہلی روایت میں کوئی تضاد نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ پہلے حوض پر ہو اور پھر جنت میں منتقل کر دیا جائے اور روضۃ من ریاض الجنۃ کی مکمل شرح میں نے شرح مشکوۃ میں تفصیل سے بیان کر دی ہے۔ اور وہاں جو میں نے بیان کیا اس میں سے کچھ یہاں بیان کرتا ہوں۔

ایک روایت میں اس طرح ہے۔

ما بین منبری و بیتی — اور جو جگہ میرے منبر اور گھر کے درمیان ہے۔

اور ایک روایت میں اس طرح ہے

ما بین حجرتی و منبری — جو جگہ میرے حجرہ اور منبر کے درمیان ہے

اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ آپ ﷺ کی قبر آپ ﷺ کے گھر میں ہی ہے اور گھر ہی آپ ﷺ کا حجرہ ہے۔ اور جنت کے باغوں میں سے باغ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہاں عمل جنت کو واجب کرتا ہے۔ اور اس میں نظر ہے۔ اور بہتر اور اولیٰ وہی بات جو کہ امام مالک نے فرمائی ہے۔

"کہ یہ حصہ اسی طرح جنت میں منتقل کیا جائے گا بخلاف دوسری زمین کے کیونکہ بقیہ تمام زمین فنا کر دی جائے گی۔" اسی قول پر آئمہ کی اکثریت ہے۔

یا اس سے مراد یہ ہے کہ یہ ٹکڑا حقیقی طور پر اب بھی جنت ہی ہے اور یہی قول صحیح ہے۔

جیسا کہ حجر اسود اور مقام ابراہیم علیہ السلام جنت میں سے آئے ہیں اور جنت کا ہی حصہ ہیں لیکن جب یہ دونوں نازل ہوئے تو اسی گھر (کعبہ) کی صفات کے ساتھ متصف ہو گئے۔

اور آپ ﷺ کے فرمان منبری علی حوضی کا معنی یہ ہے کہ اعمال صالحہ پر ہیشگی حوض پر لے جائے گی۔

جیسا کہ کہا گیا یا اس کا معنی یہ ہے کہ یہ واقعتاً حوض کوثر پر ہے اور یہی قول صحیح اور بہتر ہے۔ کیونکہ اس کو ظاہر پر محمول کرنا ممکن ہے۔

(تنبیہہ نمبر۲۰)

سجدے کراں حضور ﷺ دے منبر دے سامنے

زائر کے لئے مستحب ہے کہ وہ منبر شریف کے پاس زیادہ دیر ٹھہرے اور خوب دعائیں کرے۔ کیونکہ اس منبر کے پاس آپ ﷺ اکثر مہمات میں تشریف فرما ہوتے تھے اور خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ اور اسی جگہ خطبات جمعہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ اور یہاں دعائیں مانگتے تھے۔ لہٰذا یہ اس جگہ پر عظیم اسرار ہونے کی واضح دلیل ہے۔ اور یہاں دعا مانگنا نبی اکرم ﷺ کی متابعت میں آتا ہے جو کہ دعا کے جلدی قبول ہونے کا متقاضی ہے۔ اور یہ کیوں نہ ہو جبکہ نبی اکرم ﷺ یہاں ٹھہر کر دعائیں مانگتے تھے۔

چاہیے کہ یہاں دعا کرتے ہوئے اپنی اور تمام کی بھلائی و خیر کی دعا کرے اور شر سے پناہ مانگے۔ اور بعض علماء نے اس سے استدلال کیا ہے کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب مسجد نبوی میں داخل ہوتے تو منبر شریف کی سیڑھی کو مس کرتے کہ جس جگہ کو نبی اکرم ﷺ اپنے ہاتھ سے پکڑا کرتے تھے۔ پھر وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگتے۔

اور شفاء شریف میں نقل کیا گیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب مسجد میں داخل ہوتے تو منبر شریف کے دمانہ جو کہ قبر شریف کی دائیں طرف ہے کو پکڑتے پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کرتے۔

(تنبیہہ نمبر۲۱)

ایک بہت بری بدعت

ایک بہت بری بدعت جو عوام میں پیدا ہو چکی ہے کہ وہ روضہ شریف کے قریب بیٹھ کر برنی اور صیحانی کھجوریں کھاتے ہیں اور ان کی گٹھلیاں بڑی قندیل

جو کہ روضہ کے پاس ہے میں پھینکتے ہیں۔ جیسا کہ امام نووی کی کتاب ایضاح میں منقول ہے۔ لیکن اب ان کے خوشے تو وہاں موجود نہیں ہیں اور اب بھی بعض مصری حاجی وہاں کھجوریں کھاتے ہیں۔

کھجوراں وی دتیاں گواہیاں تیرے ناں دیاں

میحانی کھجور کی وجہ تسمیہ کے بارے میں ابن المنوید حموی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مدینہ شریف کے ایک باغ میں تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ آپ ﷺ کے ہاتھ میں اور آپ ﷺ کا ہاتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ جب ہم ایک کھجور کے درخت کے پاس سے گزرے تو کھجور کے درخت نے پکار کر کہا۔ "ھذا محمد رسول اللّٰہ وھذا علی سیف اللّٰہ" یہ حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں اور یہ حضرت علی اللہ کی تلوار ہیں۔ تو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور آپ ﷺ سے فرمایا اس کا نام صیحانی رکھ دو پس اس دن سے اس کھجور کا نام صیحانی پڑ گیا۔

اس کو ابن الجوزی نے اپنی کتاب الموضوعات میں طویل عبارت کے ساتھ بیان کیا اور کہا کہ یہ موضوع ہے۔

(تنبیہہ نمبر۲۲)

نظر ہو تیرے آستاں پر

علماء نے بیان فرمایا کہ سنت یہ ہے کہ جب تک مسجد نبوی شریف میں رہے روضہ شریف کو دیکھتا رہے اور اس سے نظر نہ ہٹائے۔ جیسا کہ حرم پاک میں رہتے ہوئے قبلہ شریف کو حضور قلب اور اس کی شان و عظمت کا عقیدہ رکھتے ہوئے دیکھا جاتا ہے۔ تو روضہ شریف کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے اور یہ

خوب احتمال ہے۔ اور قبلہ کو دیکھنے اور روضہ شریف کو دیکھنے میں کوئی منافات نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے استقبال میں سینہ کا اس طرف ہونا مراد ہے اگرچہ بعض اوقات چہرہ کسی اور طرف پھر جائے۔

(تنبیہہ نمبر۲۳)

زائر کو چاہیے کہ جب تک مدینہ منورہ میں رہے تمام نمازیں مسجد نبوی شریف میں گزارے۔ اور مسجد شریف داخل ہوتے وقت اعتکاف کی نیت کر لے اگرچہ صرف گزرنا ہی مقصود ہے۔ لیکن گزرنا بھی مطلقاً نہ چاہیے۔ جب تک کہ عبادت کی نیت نہ ہو۔ بخلاف اس کے کہ جو امام نووی کے کلام سے وہم ہوتا ہے۔ کیونکہ صرف مسجد شریف کو گزرگاہ بنانا اور وہاں عبادت کی نیت نہ ہونا یہ حرام ہے۔

(تنبیہہ نمبر۲۴)

زیادتی ثواب کیا صرف مسجد نبوی کے اسی حصہ سے خاص ہے جو آپ ﷺ کے دور میں تھی یا توسیع شدہ مسجد میں بھی ثواب وہی ہے؟

زائر کو چاہیے کہ وہ مسجد کی اس جگہ نماز پڑھنے کی کوشش کرے جو پیارے آقا ﷺ کی ظاہری حیات میں مسجد تھی نہ کہ اس حصہ میں جو بعد میں توسیع کی گئی ہے۔ کیونکہ ثواب کی زیادتی جو کہ صحیح حدیث میں مذکور ہے یعنی

صلاۃ فی مسجدی ھذا افضل من الف صلاۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام	میری اس مسجد میں نماز سوائے مسجد حرام کے دیگر مساجد کی نمازوں سے ہزار درجہ بہتر ہے۔

تو یہ حدیث شریف مسجد کے اسی حصہ کے لئے مختص ہے۔ جیسا کہ امام نووی نے فرمایا اور امام سبکی اور ابن عقیل حنبلی نے ان کی موافقت کی ہے۔ اور ابن تیمیہ نے اس پر اعتراض کیا اور اس پر طویل کلام کیا ہے۔ اور علامہ

محب الطبری نے بھی اس پر اعتراض کیا ہے اور ایسے آثار پیش کئے ہیں کہ جو حجت نہیں بن سکتے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بات تو مسلم ہے کہ مسجد حرام صرف اسی حصہ کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ جو کہ آپ ﷺ کے زمانۂ اقدس میں موجود تھی۔ تو اس خبر میں یہ اشارہ ہے کہ زیادتی ان مساجد کے علاوہ کہ جو آپ ﷺ کی طرف ہیں صرف مسجد نبوی میں ہے۔

امام مالک کا عقیدہ :۔ اور امام مالک سے جب اس سلسلہ میں سوال ہوا تو انہوں نے عدم خصوصیت ہونے کا جواب دیا۔ آپ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کے لئے زمین سمیٹ دی گئی ہے لہٰذا جو کچھ آپ ﷺ کے بعد رونما ہونے والا ہے آپ ﷺ اس کو جانتے ہیں لہٰذا انہوں نے اس کی خبر دے دی اور اگر یہ نہ ہوتا تو خلفاء راشدین کبھی بھی مسجد نبوی شریف میں توسیع نہ فرماتے۔ حالانکہ انہوں تمام صحابہ کی موجودگی میں توسیع فرمائی اور کسی نے بھی اس پر اعتراض نہ کیا۔ اور میں نے امام نووی کی تائید کرتے ہوئے حاشیہ میں یہ تمام اعتراضات نقل کرنے کے بعد کہا۔

"تو جانتا ہے کہ اعتراضات مصنف کے کلام کو رد نہیں کر سکتے۔ پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ دلالت میں اشارہ حاضر ہونے سے زیادہ قوی ہے۔ اور اس کی تعیین آپ ﷺ کے فرمان میں موجود ہے۔ الا المسجد الحرام اور اس میں استثنا جو مذکور ہے تو یہ اس کے مخالف نہیں جو کہ میں نے بیان کیا بخلاف قوی کے کیونکہ یہاں سے مراد مسجد ہے پھر تمام حرم پاک لیکن مسجد نبوی میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ پس ایسی مثالیں قرآن میں کافی ہیں۔ لہٰذا سنت میں بدرجہ اولیٰ ہو سکتا ہے۔

اور دوسرا اعتراض کہ آخر تک یہ مسجد نبوی ہی رہے گی۔ یہ ظاہر کے خلاف ہے اور اس کے لئے دلیل ضروری ہے اور جس سے امام مالک نے احتجاج کیا کہ صحابہ کرام نے توسیع پر سکوت کیا' اس میں احتمال یہ ہے کہ جب صحابہ

کرام نے لوگوں کی کثرت دیکھی تو اسی میں مصلحت سمجھی کہ ان کو کثرت کی وجہ سے تکلیف نہ ہو لہذا خلفائے راشدین نے اس میں توسیع فرما دی۔ اور باقی صحابہ نے اس کو مقرر رکھا۔ اس کا زیادہ احتمال ہے بلکہ یہی ظاہر ہے۔

اور پھر میں نے ولی عراقی کا کلام دیکھا انہوں نے شرح تقریب الاسانید میں امام نووی کے کلام پر ہی جزم کیا ہے۔ اور ایک مشکل اور ہے۔ جو کہ تاریخ مدینہ منورہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی کی توسیع سے فارغ ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا

لو انتهى الى الجبانة (وفى رواية) الى الحليفة لكان الكل مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم	اگر یہ مسجد جبانہ (ایک روایت میں ہے) حلیفہ تک بھی بڑھ جائے تو مسجد رسول ہی رہے گی۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے

لو زيد فى هذا المسجد ما زيد كان الكل مسجدى	اگر اس میری مسجد میں زیادتی (توسیع) کی جائے تو ساری کی ساری مسجد میری ہی ہو گی۔

اور ایک روایت میں الفاظ ہیں۔

لو بنى هذا المسجد الى صنعاء كان مسجدى	اگر اس مسجد کو بڑھا کر صنعا تک لے جایا جائے تب بھی یہ میری ہی مسجد ہو گی

پھر ولی عراقی نے فرمایا

اگر یہ صحیح ثابت ہو جائے تو یہ بہت خوبصورت بشارت ہے

لیکن اس کے سوا دیگر نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ میں کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔ یعنی تب تو امام نووی پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو گا۔ بلکہ

اس حدیث کا ظاہر تو یہ ہے (مسجدی هذا) یہ میری مسجد تو یہ بھی اس کے مطابق ہے۔

توسیع مسجد نبوی

جس نے مسجد نبوی شریف میں سب سے پہلے توسیع کی وہ حضرت عمر فاروق ﷛ ہیں۔ اور ان کی توسیع قبلہ شریف کی جانب تھی جو کہ روضہ شریف اور محراب کے درمیان تھی اور اس کی حد مغرب کی طرف اس ستون تک تھی جو کہ منبر شریف سے ساتویں نمبر پر ہے۔ اور مشرق کی طرف کسی قسم کی توسیع نہ فرمائی کیونکہ آپ ﷺ کا حجرہ شریف آپ کے زمانے میں مشرق کی طرف تھا۔

پھر حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی ﷛ نے توسیع فرمائی۔ انہوں نے قبلہ شریف کی طرف وہاں تک توسیع کی جہاں کہ آج کل محراب شریف ہے۔ اور مشرق کی طرف بالکل توسیع نہ فرمائی اور مغرب کی طرف ایک ستون کی مقدار وسعت کی اور مسجد کی مغربی دیوار آپ ﷛ کے زمانہ میں منبر شریف سے آٹھویں ستون تک تھی۔ اور اس کے بعد جو دو ستون ہیں ان کو ولید نے زیادہ کیا تھا۔ اور منبر شریف سے شام کی طرف پانچوں ستون یہ آپ ﷺ کی دوسری توسیع کے وقت حد تھی جو کہ میزان الشمس کے پتھروں کے قریب مسجد کے صحن میں مجلس مشائخ حرم کے پیچھے ہے۔

مدینہ شریف میں ہر عمل کا ثواب زیادہ ہے

حضرت امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا

"نیک اعمال کا ثواب مدینہ شریف میں دوسری جگہوں کی نسبت سے زیادہ ہے۔ اور اس پر آپ ﷺ نے نماز کے ثواب کی زیادتی والی حدیث سابق کو ذکر کیا ہے۔ اور فرمایا اسی طرح مدینہ شریف میں ہر عمل کا ثواب ہزار گنا ہے۔"

اور اس پر بعض مالکیہ نے بھی صراحت فرمائی ہے۔ اور انہوں نے بطور دلیل وہ

حدیث پیش کی کہ جس کو حضرت امام بیہقی نے حضرت جابر ﷛ سے مرفوعاً بیان فرمایا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

والجمعة فی مسجدی ھذا افضل من الف جمعة فیما سواہ الاالمسجد الحرام وشھر رمضان فی مسجدی ھذا افضل من الف شھر رمضان فیما سواہ الا المسجد الحرام	میری اس مسجد میں ایک جمعہ سوائے مسجد حرام کے دیگر مساجد کے ہزار جمعوں سے افضل ہے۔ اور میری مسجد میں ایک ماہ رمضان سوائے مسجد حرام کے دیگر مساجد کے ہزار ماہ رمضانوں سے افضل ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح کی روایت کی گئی ہے۔ اور اس میں نظر (اعتراض) ہے۔

اور اس حدیث شریف سے یہ نہیں اخذ کیا جا سکتا کہ مسجد میں ثواب کی زیادتی باقی تمام مدینہ میں ثواب کی زیادتی متصور ہو گی اور روزہ مسجد شریف میں بھی ادا کیا جا سکتا ہے کیونکہ روزہ فجر سے لے کر غروب آفتاب تک اساک (رکنے) کا نام ہے۔ (کھانے پینے اور جماع سے) اور یہ ہر ایک کے لئے مسجد میں واقع ہو سکتا ہے اور نماز کے ثواب کی زیادتی میں فرض' سنت اور نوافل میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بخلاف بعض احناف اور مالکیہ کے کہ انہوں نے فرق کیا ہے۔

(تنبیہہ نمبر۲۵)

روضہ شریف کی طرف پشت کرنا خلاف ادب

حضرت امام عز بن عبدالسلام نے فرمایا

"اے زائر جب تو نماز کا ارادہ کرے تو روضہ شریف کی طرف پشت نہ کر اور

آپ ﷺ کے ساتھ ایسے ہی ادب سے پیش آ جیسا کہ اگر تو آپ ﷺ کی ظاہری حیات پاتا تو آپ ﷺ کا ادب کرتا اور اگر تو یہ نہیں کر سکتا تو اپنی جگہ ہی واپس پلٹ جا کیونکہ تیرا لوٹنا وہاں کھڑے رہنے سے بہتر ہے۔"

اور نماز کے علاوہ بھی آپ ﷺ کے روضہ شریف کی طرف پشت کرنا خلاف ادب ہے۔

روضہ شریف کے قریب سے بغیر صلاۃ و سلام پڑھے نہ گزرے

اور یہ بھی ادب ہے کہ روضہ شریف کے قریب سے گزرتے وقت وہاں ضرور ٹھہرے اور صلاۃ و سلام عرض کرنے کے بغیر نہ گزرے۔ چاہے مسجد کے اندر ہو یا باہر سے گزر رہا ہو۔ اور بعض اسلاف سے اس میں سستی ہوئی تو آپ ﷺ نے خواب میں ارشاد فرمایا "تو میرے پاس سے گزرا اور مجھے سلام کے لئے نہ رکا پس اس کے بعد ایسا نہ کرنا۔

امام مالک سے پوچھا گیا کہ کیا ہر گزرنے والا گزرتے وقت سلام عرض کرے تو آپ نے ارشاد فرمایا "ہاں' میرے خیال میں ایسا ہی کرے" اور امام ابن رشد نے امام مالک کی اتباع کرتے ہوئے فرمایا

مطلب یہ ہے کہ گزرنے والے پر لازمی ہے کہ وہ جب بھی گزرے سلام عرض کرے ایسا نہیں ہے کہ صرف الوداع ہوتے وقت مسجد سے خارج ہوتے ہوئے ہی سلام کرے۔ (انتہٰی)

اور ظاہر ہے کہ ان کی مراد اس لزوم سے تاکید خاص ہے۔

(تنبیہہ نمبر۲۶)

قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنی جائز نہیں

نبی اور ولی یا دیگر قبور کی طرف منہ کر کے نماز جائز نہیں ہے۔ اس

نیت سے کہ اس میں اس کی عزت ہے اور یہ متبرک کام ہے۔ اور امام نووی کی تحقیق اس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ کے سوا اور کسی کی قبر کی طرف منہ کر کے نماز جائز نہیں ہے۔ اور یہ اس پر محمول ہو گا کہ جب وہ اس قبر کی تعظیم نہ کر رہا ہو جیسا کہ ظاہر ہے۔ اور اگر تعظیم قبر کے لئے اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے تو حرام ہے۔

(تنبیہہ نمبر ۲۷)

امام مالک نے اہل مدینہ کے لئے مکروہ لکھا کہ وہ جب بھی مسجد میں آئیں یا باہر نکلیں تو قبر شریف کے پاس کھڑے ہوں یہ صرف مسافرین کے حق میں ہے۔ ہاں کوئی اہل مدینہ میں سے سفر سے آئے یا سفر پر جائے تو روضۂ رسول ﷺ پر حاضر ہو کر کھڑا ہو اور آپ ﷺ اور حضرات شیخین پر درود و سلام عرض کرے۔

حضرت امام ابوالولید باجی مالکی نے فرمایا کہ

"امام مالک نے اہل مدینہ اور مسافرین (غیر اہل مدینہ) میں فرق کیا ہے۔ کیونکہ مسافرین تو اسی قصد و ارادے سے حاضر ہوتے ہیں کہ زیارت کے ساتھ ساتھ صلاۃ و سلام بھی عرض کریں۔ اور اہل مدینہ رہتے ہی وہیں ہیں لہٰذا ان کے لئے زیادہ قبر شریف کے پاس سے گزرنا غیر اولیٰ لکھا ہے کیونکہ اس طرح قبر شریف مسجد کے حکم میں متصور ہو گی جہاں ہر روز نماز کے لئے حاضر ہوا جاتا ہے۔ اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے "اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی پوجا کی جائے۔" (انتہیٰ)

امام سبکی نے فرمایا

یہ امام مالک ہیں جو یہ بھی فرماتے ہیں کہ زیارت اصل میں قربت یعنی نیکی ہے آپ کا یہ قول (کراہت کا) سد ذرائع کے لئے ہے۔ کیونکہ مقیم اکثر

اوقات قلت ادب کا شکار ہوتے ہیں۔ جبکہ تینوں آئمہ کا مذہب ہے کہ ہر شخص چاہے وہ اہل مدینہ میں سے ہو یا کوئی اور اس کے لئے زیارت کی زیادتی مستحب ہے۔ چونکہ بھلائی کی زیادتی بھی بھلائی ہی ہے۔ (انتہٰی)
اور یہ کہ اس سے پریشانی ہو گی تو اس کی طرف نظر نہیں کی جائے گی جیسا کہ گزرا اور جس کے دل میں ادب بھرا ہوا ہو وہ جتنی دیر چاہے وہاں کھڑا رہے اور جس نے سلام نہ کیا اور واپس پلٹ گیا اور مجرد سلام کرے تو ملال و پریشانی کا سبب نہیں بنے گا۔ اور امام مالک کا جس حدیث سے استدلال ہے اس کا جواب ابھی آئے گا۔ جبکہ محدثین نے صراحت کی ہے کہ قبور کی زیارت کی کثرت کرنا مسنون ہے اور اولیاء و اہل خیر کی قبور کے نزدیک اکثر کھڑا ہونا بھی مسنون ہے۔ تو پھر آپ ﷺ کی قبر مبارک کے قریب کھڑا ہونے میں کیا قباحت ہے؟

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس چیز سے بھی استدلال کیا ہے کہ اس کام کو اسلاف نے نہیں کیا۔ جیسا کہ پچھلے صفحات میں ان کا قول گزر چکا ہے۔ لیکن اس کا رد یہ چیز کرتی ہے کہ یہ تو بہت سارے اہل مدینہ سے' امام مالک کے شیخ ربیعہ کے دور میں مروی ہے اور ان کے بعد اور ان سے پہلے بہت سارے لوگ اس پر عمل کرتے رہے ہیں۔ اور جو اس بات کا انکار کیا ہے کہ بروز جمعہ عصر کے بعد قبر شریف کے پاس کھڑا ہوا جائے تو امام ربیعہ نے فرمایا کہ ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔

(تنبیہہ نمبر۲۸)

زیارت النبی (ﷺ) یا زیارت قبر النبی (ﷺ)

امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ کہنا کہ ہم نے نبی اکرم ﷺ کی قبر کی زیارت کی یہ مکروہ ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ہم نے نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی۔

امام قاضی عیاض فرماتے ہیں

آپ ﷺ نے قبر کی زیارت کو اس لئے مکروہ کہا ہے۔ کہ حدیث شریف میں ہے۔

لعن اللہ زوارات القبور — اللہ کی لعنت قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر۔

لیکن اس کا رد اس حدیث شریف سے کیا جاتا ہے کہ حدیث شریف میں ہے۔

کنت نهیتکم عن زیارۃ القبور فزوروها — میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب زیارت کیا کرو۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ زائر' مزوّر سے افضل ہوتا ہے۔ تو یہ بھی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ اہل جنت اپنے رب کی زیارت کریں گے۔

اور میرے نزدیک امام مالک کا اس کو مکروہ کہنا صرف قبر النبی (ﷺ) کی طرف اضافت کی وجہ سے ہے۔ اور اگر آدمی نبی اکرم ﷺ کی زیارت کے الفاظ بولے تو وہ مکروہ نہیں کہتے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔

اللهم لا تجعل قبری وثنا يعبد — اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی عبادت کی جائے۔

لہذا اس لفظ کی اضافت قبر کی طرف اس شبہ کی وجہ سے منع ہے کہ سد ذرائع کیا جا سکے۔ (قاضی عیاض کا کلام ختم ہوا)

اے قاری! تو جانتا ہے جیسا کہ میں نے زیارت کی مشروعیت کے باب میں بیان کر دیا ہے کہ آپ ﷺ کے فرمان

من زار قبری وجبت له شفاعتی — جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب

ہو گئی۔

میں صراحت ہے کہ اس میں کراہت نہیں ہے۔

اور وہ حدیث جس کو قاضی عیاض نے بطور دلیل پیش کیا ہے تو اس میں کراہت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں بالاجماع نہی بمعنٰی حرام ہے اور ہمارا کہنا کہ ہم نے نبی اکرم ﷺ کی قبر کی زیارت کی نہ تو ہم اس کو بت سمجھ کر اس کی عبادت کرتے ہیں اور نہ ہی یہ اس کے قریب ہے جیسا کہ صاف ظاہر ہے۔

اور اس کو وثن (بت) بنانے سے مراد یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کی طرح قبر شریف کی عبادت کی جائے جیسا کہ وہ اپنے انبیاء کی قبور کی کرتے ہیں۔ جیسا کہ آپ ﷺ کے ارشاد میں اس کی صراحت ہے "وثنا یعبد بعدی" کہ میرے بعد اس کی عبادت کی جائے۔ اور اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا

لعن اللہ الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد یحذر مما صنعوا	اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنا لیا جو انہوں نے کیا اس سے دور رہو۔

یعنی عبادت کے لئے ان کے قریب نہ جاؤ۔ جیسا کہ بتوں کے قریب جایا جاتا ہے۔ اور اللہ کے سوا ان کی عبادت کی جاتی ہے۔ جب یہ بات واضح ہو گئی تو اب لا تجعلوا قبری کا بھی یہی معنی لیا جائے گا۔ اور یہ معنی امام مالک کے نزدیک صرف سد ذرائع کے طور پر لیا جائے گا دیگر مذاہب ثلاثہ کے نزدیک نہیں۔ کیونکہ وہ تو اس کو مکروہ کہتے ہی نہیں ہیں۔

پھر میں نے امام سبکی کا کلام دیکھا انہوں نے بھی یہی صراحت کی ہے جس کی طرف میں نے اشارہ کیا۔ آپ فرماتے ہیں

امام مالک پر حدیث: من زار قبری مشکل ہے مگر یہ کہ امام مالک کو یہ حدیث

پہنچی ہی نہ ہو۔ یا پھر ان کا قول آپ ﷺ کی قبر شریف کے غیر میں ہو۔ (انتھٰی)

اور اس آخری بات کا جواب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس کو مشروع قرار دیا ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کے قول و فعل کی ہی اقتداء کی جائے گی جب تک کہ کوئی مانع موجود نہ ہو۔ اور یہاں مانع کوئی بھی نہیں تو ضروری ہے کہ اس میں کراہت نہ ہو۔ اور ہمارا یہ کہنا کہ "نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی یہ مکروہ نہیں" تو اس کی صراحت مالکیہ کی ایک پوری جماعت نے کی ہے۔ لیکن ابن رشد کہتے ہیں کہ امام مالک اس کو بھی مکروہ قرار دیتے ہیں۔

ابن رشد کہتے ہیں

"اور لوگوں کا یہ کہنا کہ ہم نے نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی یہ مکروہ ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ اس سے بلند تر ہیں کہ ان کی زیارت کی جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لفظ زیارت عام طور پر مردوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ (جبکہ آپ ﷺ زندہ و جاوید ہیں) لہٰذا اس لئے امام مالک نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ کیونکہ اس طرح وہم پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ عام مردوں کی طرح ہیں جیسا کہ امام مالک عتمہ' ایام التشریق اور طواف زیارۃ کہنا بھی مکروہ کہتے ہیں۔ (انتھٰی)

لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ ان الفاظ کو مکروہ کہتے ہیں معانی (اصل) کو نہیں۔ حالانکہ لفظ زیارت صرف مردوں کے ساتھ خاص نہیں اور اگر بالفرض کوئی شخص قبر کا لفظ نہیں بولتا تو پھر یہ وہم بالکل نہیں ہونا چاہیے۔

امام سبکی نے فرمایا کہ امام مالک کے کلام کی یہ اچھی تاویل ہے اس کے ساتھ ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے کہ یہ کہنا کہ ہم نے نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی یہ اس وہم میں مبتلا کرتا ہے کہ آپ ﷺ عام مردوں کی طرح ہیں۔ ہر مسلمان آپ ﷺ کی جلالت کو جانتا ہے اور آپ ﷺ کا ہر امتی آپ ﷺ کی جلالت اور عظمت کی وجہ سے تبرک کی طرف مفتقر ہے۔

(تنبیہہ نمبر۲۹)

مسجد نبوی شریف کے ستونوں کے فضائل

نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں مسجد نبوی شریف کے جتنے بھی ستون تھے سب کے سب بے شمار فضائل کے حامل ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے پاس نبی اکرم ﷺ نے یا آپ ﷺ کے کسی صحابی نے نماز پڑھی ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے۔ لیکن جن ستونوں کے خاص فضائل مروی ہیں وہ آٹھ ہیں۔

ستون حنانہ

کہ جس کے پاس آپ ﷺ کا مصلی تھا اور وہ کھجور کا خشک تنا تھا کہ جس کے ساتھ ٹیک لگا کر آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

ستون عائشہ

اس کے بعد ستون عائشہ (رضی اللہ عنہا) ہے۔ یہاں آپ ﷺ نے تحویل قبلہ کے بعد سترہ (۱۷) دن نماز فرض ادا فرمائی۔ اور یہ قبر شریف اور روضہ سے تیسرے نمبر پر ہے اور ریاض الجنۃ کے درمیان میں ہے۔
اور اس کو ستون قرعہ بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ المعجم الاوسط للطبرانی کی روایت ہے' آپ ﷺ نے فرمایا

ان فی مسجدی لبقعۃ لو یعلم الناس ما صلوا الیھا الا تطیر لھم قرعۃ

بے شک میری مسجد میں ایک جگہ (ستون) ایسی ہے کہ اگر لوگوں کو اس کی فضیلت کا علم ہو جائے تو یہاں نماز پڑھنے کے لئے وہ قرعہ اندازی کیا کریں۔

اور حضرت ابوبکر صدیق ﷺ و عمر فاروق ﷺ اور دیگر صحابہ یہاں نمازیں پڑھا کرتے تھے اور قریش کے مہاجرین صحابہ یہاں اکٹھے ہوتے تھے۔ اور کہا گیا ہے کہ اس کے پاس دعا قبول ہوتی ہے۔

ستون توبہ

ستون عائشہ کے قریب قبر سے ملا ہوا ستون "ستون توبہ" ہے۔ جب آپ ﷺ اعتکاف فرماتے تو آپ ﷺ کا بستر وغیرہ یہاں لگایا جاتا۔ آپ ﷺ اس کے ساتھ ٹیک لگایا کرتے تھے۔ اور یہاں نوافل کی نمازادا کیا کرتے تھے۔ اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو اس کے ساتھ باندھ لیا تھا جب تک کہ ان کی توبہ کی قبولیت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔

ستون سریر

یہ ستون وہ ہے جو آج کل (دور مصنف) ستون توبہ کے ساتھ ملی ہوئی مشرقی کھڑکی کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ کبھی آپ ﷺ کی چارپائی یہاں رکھی جاتی تھی اور کبھی ستون توبہ کے پاس۔

ستون علی

آپ ﷺ قبر شریف کے ساتھ ملی ہوئی جگہ پر تشریف رکھتے تھے۔ بعض اوقات حضرت علی ﷺ آپ ﷺ کی حفاظت کے لئے اس جگہ تشریف فرما ہوتے اور یہ جگہ ستون توبہ کے پیچھے شمال کی طرف ہے اور یہاں وہ کھڑکی تھی جس سے آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ شریف سے باہر تشریف لایا کرتے تھے اور یہ ریاض الجنتہ کے بالمقابل ہے۔

ستون وفود

ستون علی کے پیچھے شمال کی طرف ستون وفود ہے۔ آپ ﷺ اس کے قریب عرب کے وفود سے ملاقات کے لئے بیٹھتے تھے۔

ستون جبرائیل

یہ وہ مربعہ جگہ ہے جو کہ آپ ﷺ کی قبر شریف کے پاس ہے۔ اس کو مقام جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں یہ جگہ حجرہ شریف میں دیوار کے اندر ہے۔ جہاں سے شمال مغرب کی طرف پلٹا جاتا ہے۔ اس کے اور ستون وفود کے درمیان حجرہ شریف کی کھڑکی ہے کہ جس کو باب فاطمہ رضی اللہ عنہا کہا جاتا ہے۔ آپ ﷺ یہاں تشریف لاتے اور دروازے کی چوکھاٹ کو پکڑ کر فرماتے "السلام علیکم اهل البیت انما یرید اللّٰه لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهر کم تطهیرا"
اب لوگ اس ستون اور ستون سریر سے بسبب کھڑکی کے بند ہونے کے جو کہ حجرہ شریف میں تھی تبرک سے محروم ہو گئے ہیں۔

ستون تہجد

آپ ﷺ یہاں رات کو نماز تہجد پڑھا کرتے تھے۔ اب بھی اس کی جگہ محراب کے قریب باب جبرائیل کی طرف ہے۔ ہمیں اس کے یہاں ہونے پر اختلاف ہے۔

(تنبیہ نمبر۳۰)

ریاض الجنۃ کی تعیین

امام ابن جماعہ نے فرمایا کہ ریاض الجنۃ کی تعیین ہمارے لئے مشکل ہے کیونکہ اس میں روایت صحیحہ کے الفاظ مختلف ہیں جیسا کہ

ما بین بیتی ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ	میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان والا حصہ جنت کے باغوں میں سے باغ ہے۔

اور ایک اس طرح ہے

ما بین قبری و منبری	میری قبر اور منبر کے درمیان۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں

ما بین بیتی و منبری	میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان۔

یا

قبری و منبری	میری قبر اور منبر کے درمیان۔

اس میں راوی کو شک ہے۔

اور طبرانی کی روایت ہے

ما بین المنبر و بیت عائشہ	منبر اور حجرہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے درمیان۔

اور طبرانی ہی کی دوسری روایت ہے

ما بین حجرتی و مصلای	میرے حجرہ اور مصلی کے درمیان۔

اور ایک قول کے مطابق "مصلی" سے مراد آپ ﷺ کی مسجد ہے۔ اور یہ بھی

کہا گیا ہے کہ مصلیٰ سے مراد مصلیٰ عید ہے اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی یہی سمجھا ہے۔
اور صحیح روایت میں ہے جو کہ امام احمد نے روایت کی ہے

ما بین هذه البیوت الی محل منبری — ان گھروں (یعنی حجرات امہات المؤمنین) اور میرے منبر کی جگہ تک۔

اور یہ روایت "بیتی" ہی کی طرح ہے کیونکہ یہ مفرد مضاف ہے جو کہ عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ تو یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ساری مسجد نبوی ہی ریاض الجنت ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کے گھر قبلہ اور مشرق و شام کی طرف مسجد نبوی کو محیط ہیں اور مغرب کی طرف منبر شریف ہے اور امام زین الدین المراغی نے اسی کو راجح قرار دیا ہے۔ لیکن مشہور یہ ہے کہ یہاں سے مراد بیت خاص ہے جو کہ حجرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہے۔
اور "قبری" سے مراد ہے یعنی میرا وہ گھر کہ جس میں میری قبر ہو گی۔ وہ حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا ہے۔ اور اس اضطراب کو جو کہ یہاں واقع ہوتا ہے کہ میں نے حاشیہ میں ذکر کر دیا ہے۔
اور کہا گیا ہے کہ یہ آپ ﷺ کے مصلیٰ شریف کا پردہ ہے۔ اور دو پردے جو کہ اس کے بعد بائیں طرف ہیں اور یہی مشہور ہے کیونکہ آپ ﷺ کے دور مبارکہ میں مسجد نبوی شریف کی چھت یہیں تک تھی۔

تفاوت فضیلت ریاض الجنۃ

سابقہ تمام روایات کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ ریاض الجنت کا جس پر اطلاق ہوتا ہے۔ وہ جگہیں فضیلت میں متفاوت ہیں۔ سب سے افضل جگہ منبر شریف اور قبر شریف کے درمیان والی جگہ ہے۔ پھر وہ جگہ جو

آپ ﷺ کے تمام گھر اور منبر شریف کے درمیانی جگہ ہے پھر بقیہ تمام مدینہ شریف پھر جو آپ ﷺ کے مصلی شریف کی طرف باہر والی جگہ اور وہ روایت کہ جس میں "حجرتی' بیتی' قبری اور بیت عائشہ" کے الفاظ ہیں یہ تمام الفاظ متحدۃ المعنی ہیں کیونکہ آپ ﷺ کی قبر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ شریف میں ہے اور یہی آپ کا گھر ہے اور یہی مسکنِ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہے۔

(خاتمہ)

ستر ہزار فرشتے ہر روز صبح و شام روضۂ انور پر حاضری دیتے ہیں

امام عبد اللہ بن مبارک' قاضی اسماعیل' ابن بشکوال' بیہقی اور امام دارمی نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا

ما من یوم ولیلۃ الا وینزل عند الفجر سبعون الفا من الملائکۃ یحفون بقبر النبی صلی اللہ علیہ وسم ویصلون علیہ الی اللیل ثم ینزل سبعون الفا یفعلون کذالک الی الفجر' وھکذا حتی تقوم الساعۃ و یقوم صلی اللہ علیہ وسلم من قبرہ الشریف فی سبعین الفا یزفونہ

ہر روز فجر کے وقت ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور آپ ﷺ کی قبر منورہ کے گرد گھیراؤ ڈالتے ہیں اور آپ ﷺ پر درود پڑھتے ہیں رات تک' پھر دیگر ستر ہزار فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور فجر تک اسی طرح درود شریف پڑھتے ہیں یہ قیام قیامت تک ایسے ہی حاضر ہوتے اور درود پڑھتے رہیں گے یہاں تک کہ آپ ﷺ ستر ہزار فرشتوں کے جلو میں قبر شریف سے

مبعوث ہوں گے۔

اور ایک روایت میں "یزفونہ" کی بجائے "یوقرونہ" کے الفاظ آئے ہیں۔

سوال

اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان ستر ہزار فرشتوں کے درود شریف پڑھنے میں کیا حکمت ہے جبکہ قرآن پاک میں آتا ہے۔ "ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی" یعنی تمام فرشتے درود شریف پڑھ رہے ہیں کہ جن کی تعداد اللہ ہی جانتا ہے تو صرف ستر ہزار کے بارے میں یہ صراحت چہ معنی دارد؟

جواب

ان ستر ہزار کو خصوصی درود شریف کا حکم ہے آپ ﷺ کی جناب میں حاضری کی مناسبت کی وجہ سے۔

آٹھویں فصل

مسجد نبوی شریف سے نکلنے کے بعد آداب کا بیان

اس میں کئی مسائل ہیں:

(نمبرا)

زائر کو چاہیے کہ اپنی رہائش مسجد نبوی شریف کے قریب رکھے تاکہ زیادہ وقت گنبد خضرا کو دیکھتا رہے۔ اور اس میں غور و فکر کرتا رہے جو آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم کیا ہے اور جو آپ ﷺ کے حال پر اللہ کی وسیع رحمتیں ہیں۔ تاکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی جناب سے اپنی حاجات کے حصول کے لئے آپ ﷺ کے ساتھ توسل کی امید قوی ہو جائے اور وہ اپنے مطالب کو پہنچے۔ اور قریب ہونے کی وجہ سے اذان کی آواز کو سن کر جماعت میں حاضر ہو سکے۔ کیونکہ اس پر محافظت زیادہ ضروری ہے کہ مدینہ شریف کی اقامت ایک ایسی فضیلت ہے کہ جو ہر کسی کو میسر نہیں آتی۔ پس اس فرصت سے کماحقہ استفادہ کرے کیونکہ یہ تمام زمانے کے اعمال سے بہتر بلکہ امہات الاعمال میں ہے۔ اور خیرات سے ہاتھ نہ روکے کیونکہ یہ حرماں نصیبی کی علامت ہے۔

یہ تمام چیزیں واضح ہیں اگرچہ ان کی تصریح کسی عالم نے نہ بھی کی ہو۔ اور اسی طرح مکہ معظمہ میں بھی یہی طریقہ استعمال کرے۔ اور یہ عمل اس کے خلاف نہیں کہ آپ ﷺ نے بنی سلمہ سے فرمایا جبکہ وہ اپنے گھر مسجد نبوی شریف کے قریب بنانے لگے۔

یا بنی سلمة دیارکم تکتب آثارکم

اے بنی سلمہ! اپنے گھر وہیں رہنے دو جتنا چل کر آؤ گے تمہارے قدم گن کر لکھے جاتے ہیں یعنی جتنی دور سے آؤ گے اتنا ہی

ثواب زیادہ پاؤ گے۔

کیونکہ یہ اس وجہ سے فرمایا گیا تھا کہ تمام باہر والے لوگ کہیں سارے کے سارے مدینہ میں آ کر وہیں نہ گھر بنا لیں اور پھر ان میں دشمنوں کے آنے کا بھی خطرہ تھا۔ اور اگر یہ تسلیم کر لیں کہ مسجد سے بُعد زیادتیٔ ثواب کا باعث تھا اور کثرتِ خطا کو معاف کرنے کا سبب تھا۔ تو یہاں کلام مسافر کے لئے ہے کہ جسے دور سے آنے میں مشقت ہے اور بہت ساری خیر کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے جو کہ صرف قرب میں رہ کر ہی حاصل کی جا سکتی ہے اور اگر بالفرض بُعد میں بھی وہی آسانی ہے جو کہ قریب میں ہے تو پھر بُعد بہتر ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

(نمبر۲)

حضرات علماء کرام نے بیان فرمایا ہے کہ زائر کے لئے ضروری ہے کہ مدینہ شریف میں مدت اقامت میں نمازیں مسجد نبوی شریف میں ادا کرے۔ اور مسجد میں جاتے ہوئے اعتکاف کی نیت کر لے جیسا کہ پچھلے ابواب میں صراحت کے ساتھ بیان ہو چکا ہے۔

(نمبر۳)

زیارۃ البقیع شریف

زائر مدینہ شریف کو چاہیے کہ ہر روز پاک و صاف ہو کر جنت البقیع شریف کی زیارت کو آپ ﷺ کی سنت سمجھتے ہوئے جایا کرے۔ کیونکہ آپ ﷺ اکثر جنت البقیع تشریف لے جایا کرتے تھے اور ان کے لئے دعا فرمایا کرتے تھے۔ اور آپ ﷺ پندرہ شعبان المعظم کی رات کو جنت البقیع تشریف لے گئے اور پھر اتنا لمبا سجدہ کیا کہ گمان ہوا کہ شاید آپ ﷺ کی روح قبض

کر لی گئی ہے۔ امام مالک نے روایت کی

آپ ﷺ نے فرمایا

بعثت الی اھل البقیع لاصلی علیھم — میں اھل بقیع کے لئے دعا کرنے کے لئے بقیع شریف گیا تھا۔

اور آپ ﷺ بالخصوص جمعہ کے روز بقیع شریف لے جاتے تھے۔ اور بہتر ہے کہ بقیع شریف جانے سے قبل آپ ﷺ اور حضرات شیخین کے (حضور صلاۃ و سلام عرض کرے۔)

اور جب بقیع شریف میں پہنچے تو السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون کہے۔ اور یہ ذہن میں رکھے کہ سلام جمادات کو نہیں ہوتا۔ بلکہ زندوں کو ہوتا ہے کہ جن میں ارواح موجود ہوں۔ اور پھر اس کے بعد یوں عرض کرے

اللھم اغفر لاھل بقیع الغرقد اللھم اغفرلنا ولھم — اے اللہ! اہل بقیع کو اور ہمیں معرفت عطا فرما۔

اور چاہیے کہ وہ ایسی قبور کا قصد کرے کہ جو ظاہر ہیں۔ جیسا کہ حضرت سیدنا عثمان بن عفان ؓ کی قبر منورہ۔ بہتر یہی ہے کہ یہیں سے زیارت کی ابتداء کی جائے کیونکہ آپ ؓ تمام اہل البقیع سے افضل ہیں یہ تب ہے کہ راستے میں اور کوئی قبر نہ پڑے تو اگر ایسا ہو تو پھر اس قبر کے قریب تھوڑا سا ٹھہرے اور سلام کہہ کر آگے بڑھے۔

حضرت عثمان غنی ؓ کے بعد حضرت عباس ؓ پھر حضرت حسن ؓ جو کہ ان کے قریب ہی ہیں پھر ان کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا جو کہ ان کے پہلو میں ہیں اور راجح یہی ہے وہ یہاں ہیں پھر حضرت سیدنا زین العابدین ؓ پھر ان کے صاحبزادے حضرت امام باقر پھر ان کے بیٹے امام

جعفر صادق رضی اللہ عنہم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سلام عرض کرے۔ اور یہ تمام ہی مزاروقبہ میں تشریف فرما ہیں۔

پھر پیارے آقا ﷺ کے صاحبزادے حضرت سیدنا ابراہیم اور ان کے ساتھ قبہ میں جو صحابہ کرام ہیں۔ ان کی بارگاہ میں سلام عرض کرے۔ پھر آپ ﷺ کے چچا حضرت سفیان بن الحارث پر سلام عرض کرے۔ یہ قبر اب عقیل بن ابی طالب کی نسبت سے مشہور ہے حالانکہ وہ شام میں فوت ہوئے۔ پھر تمام ازواج مطہرات کی بارگاہ میں حاضری دے کیونکہ وہ حضرت خدیجہ اور میمونہ کے سوا تمام ہی یہاں ہیں۔ حضرت میمونہ مقام سرف میں مدفون ہیں۔

اور سلام کا وقوع مفضول پر تبعًا ہے ...... جیسا کہ بعض حضرات حضرت عباس کے قبہ میں ہیں ان پر سلام حضرت ابراہیم سے پہلے کرنا مضر نہیں ہے۔ اور ایسے ہی حضرت امام مالک بن انس کی قبر کی زیارت کرے اور ان کے شیخ امام نافع کی زیارت جو کہ ایک چھوٹے سے قبے میں جو قبر حضرت فاطمہ بنت اسد کے نام سے مشہور ہے میں ہیں۔ اور وہ مشہد سعد بن معاذ سید الانصار کے قریب ہے۔ کیونکہ جو اسلاف نے بیان فرمایا ہے اس کی تطبیق ایسے ہی ہو سکتی ہے۔ اس کو سید (علی سمہودی) نے بیان فرمایا ہے۔ اور زیارت کو حضرت صفیہ نبی اکرم ﷺ کی پھوپھی کی قبر پر ختم کرے اور ان کے قبہ کی زیارت کرے۔

حضرت اسماعیل بن جعفر الصادق کی قبر قبۂ حضرت عباس میں ہے اور حضرت مالک بن سنان والد ماجد حضرت ابوسعید خدری کی قبر مدینہ منورہ کی غربی دیوار کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ اور حضرت محمد بن عبداللہ بن الحسن بن الحسن بن علی رضی اللہ عنہم کی قبر مشرقی نشان سلع کے باہر ہے۔

(نمبر ۴)

زیارت شہداء احد

زائر مدینہ کے لئے مسنون ہے کہ وہ پاک و صاف ہو کر شہدائے احد کی زیارت کے لئے جائے اور ان کی زیارت کی ابتدا سید الشہداء شیر خدا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر منورہ سے کرے۔ صبح سویرے اٹھ کر مسجد نبوی شریف میں نماز فجر ادا کرنے کے بعد احد شریف کو جائے اور کوشش کرے کہ نماز ظہر باجماعت مسجد نبوی شریف میں آ کر ادا کرے۔ بہتر یہ ہے کہ یہ جمعرات کو ہو۔ کیونکہ اس دن اموات کے علم میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ بروز جمعہ اور جمعرات اپنے زائرین کو خوب پہچانتے ہیں جیسا کہ امام غزالی کی احیاء العلوم میں حضرت امام محمد بن واسع سے روایت ہے اور جمعہ کے دن صبح سویرے مطلوب ہے۔ اور ہفتہ کے روز قبا شریف کو تشریف لے جائے۔

احناف کے محقق امام کمال بن الہمام نے فرمایا کہ جبل احد کی زیارت نفس حدیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

احد جبل یحبنا و نحبہ — احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

(نمبر ۵)

زیارت مسجد قبا

اور بہت ہی مستحب ہے کہ پاکی کی حالت میں مدینہ شریف سے نکل کر مسجد قبا کی زیارت کے لئے جائے اور تقرب اور نماز کی نیت کرے کیونکہ صحیح حدیث میں وارد ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

صلاۃ فی مسجد قبا کعمرۃ — مسجد قبا میں ایک نماز عمرے جیسی ہے۔

اور شیخین نے روایت کی کہ آپ ﷺ

كان يأتي مسجد قبا راكبا و ماشيا فيصلي فيه ركعتين — مسجد قبا میں سوار ہو کر اور پیدل آیا کرتے تھے تاکہ اس میں نماز پڑھیں۔

اور بہتر یہ ہے کہ زیارت ہفتہ کے روز ہو کیونکہ یہ بھی صحیح حدیث میں آیا ہے۔

كان يأتيه كل سبت — آپ ﷺ ہر ہفتہ کے دن یہاں تشریف لایا کرتے تھے۔

اور ہفتہ کے روز کی فضیلت و حکمت میں نے شرح مشکوۃ میں بیان فرما دی ہے۔ اور دوسری حکمت جو کہ ابھی ابھی گزری ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کا تشریف لانا وہاں کے رہنے والے اور مدفون لوگوں کی زیارت کے لئے تھا۔ اور یہ بھی گزر چکا کہ جمعہ اور اس کے بعد والے دن اموات زیادہ علم رکھتی ہیں اور اپنے زائرین کو جانتی ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ جمعرات کے دن احد تشریف لے جایا کرتے تھے لہذا باقی ہفتہ کا دن بچا تو وہ قبا والوں کے لئے مختص فرما دیا۔

اور بعض علماء نے مندرجہ بالا دونوں احادیث سے مسجد قبا کی طرف شد الرحال کی مشروعیت اخذ کی ہے۔ اور اس میں نماز پڑھنے کی نیت کی صحت پر استدلال کیا ہے۔ حالانکہ اس کو ان تین مساجد کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا کہ جن کے بارے میں فرمایا لا تشد الرحال اور اس مسجد کو مخصوص کر دیا آپ ﷺ نے کیونکہ یہ بھی آپ ﷺ ہی کی مسجد ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی یہ عادت تھی کہ آپ ﷺ مسجد قبا میں تشریف لاتے تھے اور مسجد نبوی کو چھوڑ کر

جاتے تھے حالانکہ مسجد نبوی شریف بلا اختلاف مسجد قبا شریف سے افضل ہے۔
اور آپ ﷺ کا "فی المسجد الذی اسس علی التقوی" کے ماتحت فرمانا کہ یہ تمہاری مسجد ہے اور اشارہ مسجد نبوی شریف کی طرف فرمانا اس سے مسجد قبا کی نفی نہیں ہوتی۔ اس قول سے وہ بھی مراد ہو سکتی ہے۔

(نمبر۶)

مدینہ شریف کے کنویں

سنت ہے کہ زائر مدینہ' مدینہ شریف کے کنوؤں کی زیارت کے لئے جائے۔ اور یہ کنویں اہل مدینہ میں مشہور ہیں اور ان کی تعداد میں نے حاشیہ میں انیس (۱۹) ذکر کی ہے۔ اور وہاں میں نے بیان کر دیا ہے جو کہ امام نووی نے فرمایا ہے کہ ان میں سات کنویں ہیں کہ جن سے آپ ﷺ نے غسل فرمایا یا ان کا پانی نوش فرمایا اور وضو فرمایا تو ان سے ان کی مراد یہ ہے کہ یہ سات مشہور ہیں۔

(نمبر۷)

مساجد مدینہ شریف

مسنون ہے کہ وہ مدینہ شریف کی دیگر مساجد میں بھی جائے اور ان کی تعداد تقریباً تیس ہے۔ جن کا ذکر میں نے حاشیہ میں کر دیا ہے تو ان کی معرفت بھی حاصل کرے۔ جیسا کہ کنوؤں کا مسئلہ ہے اور اہل مدینہ ان سے واقف ہیں۔ نہیں تو امام سید سمہودی کی تاریخ مدینہ سے پڑھ لے۔ (وفاء الوفا)
اور یہ مستحب ہے کہ تمام کنوؤں اور مساجد کی زیارت کے لئے جائے جو کہ آپ ﷺ کی طرف منسوب ہیں۔ برابر ہے کہ عین ان کو جانتا ہو یا ان کی جہت کو جانتا ہو۔ اور اس کی صراحت آئمہ شوافع نے فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن

عمر ﷺ نماز پڑھنے کے لئے اور نزول کے لئے اس جگہ کو پسند فرماتے اور کوشش فرماتے کہ وہاں ہی نماز ادا کریں جہاں آپ ﷺ نے نماز پڑھی یا آپ ﷺ نے نزول فرمایا ہوتا تھا۔

اور امام مالک ﷺ نے جو اس کی مخالفت بیان کی ہے تو ان کے قاعدے کے مطابق سد ذرائع کے لئے ہے۔

اور وہ جو حضرت عمر فاروق ﷺ سے مروی ہے کہ انہوں نے حج سے واپسی پر لوگوں کو دیکھا کہ ایک مسجد کی طرف دوڑ رہے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ کیا؟ لوگوں نے عرض کیا یہ وہ مسجد ہے کہ جس میں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اسی طرح اہل کتاب ہلاک ہوئے کہ انہوں نے انبیاء کے آثار کو پوجنا شروع کر دیا پس جب نماز آئے تو پڑھو اور جس کو جگہ نہ ملے تو آگے گزر جائے۔

اور صاحب شفاء کا پہلے قول پر رد کرنا غیر موافق ہے۔ جیسا کہ امام مالک سے گزرا۔ آپ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کے تمام مشاہد' معاہد' امکنہ اور ہر وہ چیز کہ جس کو آپ ﷺ نے ہاتھ مبارک سے مس فرمایا۔ ان تمام کی عزت و تکریم آپ ﷺ کی تعظیم کے ضمن میں ہی آتی ہے۔ (انتہیٰ)

اور اگر یہ کہا جائے کہ امام قاضی عیاض کے کلام کو اس کے سوا پر محمول کرنا بھی ممکن ہے۔ جیسا کہ نماز' اور یہ ان کے امام کے قول کے بھی موافق ہو گا تو میں کہتا ہوں کہ یہ ممکن تو ہے لیکن ظاہر عبادت سے بعید ہے۔ اور ہمارے اس کلام کی تائید شیخ خلیل جو کہ امام مالک کے متاخرین محققین میں سے ہے کا کلام ہے آپ نے فرمایا۔

> "بقیع شریف اور مسجد قبا وغیرہ کی زیارت سنت ہے۔ لیکن اس کو اس شخص کے ساتھ مقید کیا کہ جو مدینہ شریف میں طویل اقامت اختیار کرے اور اگر تھوڑی مدت کے لئے رہنا ہے تو پھر

آپ ﷺ کے قریب زیادہ وقت گزارنا ہی پسندیدہ فعل ہے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ آپ ﷺ کے فیوض و برکات سے لطف اندوز ہو۔ اور حضرت امام ابن ابی جمرہ سے نقل کیا کہ جب وہ مسجد نبوی شریف میں داخل ہوتے تو سوائے نماز کے آپ بیٹھتے نہیں تھے حتیٰ کہ آپ واپسی کے لئے سواری پر بیٹھتے۔ حتیٰ کہ آپ اس دوران جنت البقیع وغیرہ کی بھی زیارت کے لئے نہیں نکلتے تھے۔ اور جب ان سے پوچھا جاتا تو آپ فرماتے اللہ کا یہ دروازہ سائلین کے لئے کھلا ہوا ہے اور اس کے سوا کوئی ایسی جگہ نہیں کہ جس کا قصد اس کی مثل ہو۔ سید نے فرمایا حق یہ ہے کہ ہمیشہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں دوام کے ساتھ حاضر رہنا اور استمرار کرنا اولیٰ و اعلیٰ ہے اور اس کے بعد دیگر جگہیں یعنی جنت البقیع اور مسجد قبا وغیرہ۔ اور اسی سے تازگی ملتی اور سستی دور ہوتی ہے۔ اور یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی نیکیوں کے لئے خاص قسم رکھی ہے۔" (انتہٰی)

اور میں کہتا ہوں کہ اس میں نظر (اعتراض) ہے۔ جیسا کہ ہمارے علماء کے کلام میں گزرا کہ "ندب" کا اطلاق ہر اس پر ہو گا جو کہ امور گزرے' اور جو قیام مختصر کرے اور دوامی طور پر آپ ﷺ کے حضور حاضر رہے۔ اور اس میں بہت سارے فوائد ہیں جیسا کہ اہل بقیع کے ساتھ توسل کرنا کہ ان کی برکت سے آپ ﷺ کا قرب حاصل کرے کہ جو ان کے توسل کے بغیر حاصل نہ ہو سکے۔ اور پھر ان کی بارگاہ میں بقیع شریف حاضر ہونے میں حاضری کی معراج اور عاجزی کی نشانی ہے۔ اور وہ اپنی قضاء حاجات کے لئے شافعین کی تعداد کا طالب ہے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ اس کی عرض سن کر ان صحابہ کے طفیل قبول فرمائیں اور اس حاضری کی برکت سے جو زائر طلب کرے آپ ﷺ اس کو عطا فرما دیں۔ اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کی قبولیت ہو گی کہ جب آپ ﷺ کے اصحاب

اور اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کی سفارش و حاضری شامل ہو جائے۔ اور ان کی بارگاہ میں حاضری کے سبب اس کی تمام حاجات و طلبات حاصل ہوں گی۔

اور ایسے ہی دیگر مساجد و معاھد کی زیارت کا معاملہ ہے۔ کیونکہ آثار کی زیارت زائر پر موثر ہوتی ہے۔ اور دیار کی زیارت اس کے مکینوں کے ساتھ تعلق پیدا کرتی ہے۔ پس یہاں حاضر ہونا زیادتی فضل کے لئے نہیں یہ تو آپ ﷺ کے قرب معنوی حاصل کرنے کا سبب ہے۔ اور ابواب القلوب میں مندرج اشیا کا شہود آپ ﷺ کے آثار کے شہود میں ہے۔ اور جب تک آدمی اس طرف نہ نکلے یہ چیزیں اسے حاصل نہیں ہو سکتیں۔ پس اسی لئے ہمارے اصحاب نے اس کا اطلاق تمام پر کیا ہے۔ اور یہی طریق اکمل ہے۔ اور سبیل اقوم و افضل ہے۔ پس اس کو خوب اچھی طرح سے پکڑنا کہ تو بھی انہیں کے ساتھ ہو۔

(نمبر۸)

عظمت مدینہ

مدینہ شریف میں قیام کے دوران دل کی آنکھوں سے مدینہ شریف کی جلالت و فضیلت ملاحظہ کرے اور جانے کہ یہ وہ مقدس شہر ہے کہ جس کو رسول اللہ ﷺ نے حرم بیان کیا ہے۔ یعنی اس کی حرمت ظاہر فرمائی اور پھیلائی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ شریف کو حرم فرمایا۔ یعنی اس کی حرمت کو ظاہر فرمایا۔ اور یہ شہر (مدینہ) وہ شہر ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی ہجرت گاہ کے لئے پسند فرمایا اور اسی کو آپ ﷺ کی اقامت اور مدفن بنایا۔ زائر خیال کرے آپ ﷺ اس میں چلتے رہے ہیں لہٰذا یہاں سواری پر سوار نہ ہو جیسا کہ گزر چکا ہے۔

(نمبر۹) (مجاورت مدینہ)

مدینہ شریف کی مجاورت مسنون ہے کہ جیسا کہ مکہ شریف کی مجاورت مسنون ہے۔ (عند الشوافع) جب کہ وہ شخص اپنے نفس پر غیر شرعی کام کرنے پر کنٹرول کر سکے۔ تب تو فرحت کی انتہا ہے کہ آپ ﷺ کے جوار کرم میں رہے گا اور اپنے لئے اور احباب کے لئے خوب دعائیں کرے اور اپنے نفس کی خوب مذمت کرے۔اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی خشیت کے سامنے آواز کو پست رکھے اور تمام آداب مطلوبہ بالخصوص آپ ﷺ کے متعلق تمام آداب کا خاص خیال رکھے۔ مدینہ شریف کے مصائب اور تنگیٔ معیشت (بنسبت دیگر سرسبز و شاداب شہروں کے کہ وہاں معیشت عام ہے) پر صبر کرے۔

امام مسلم نے روایت کی کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

من صبر علی لاواء المدینة وشدتها کنت له شهیداً او شفیعا یوم القیامة

جس نے مدینہ شریف کے مصائب اور مشکلات پر صبر کیا میں قیامت کے روز اس کا گواہ یا شفیع ہوں گا۔

اور امام احمد و ترمذی وغیرہ کی روایت میں ہے۔

من استطاع ان یموت بالمدینة فلیمت بها فانی اشفع لمن یموت بها

جو کوئی استطاعت کرتا ہو کہ وہ مدینہ شریف میں مر سکے تو چاہیے کہ وہ مدینہ شریف میں مرے کیونکہ یہاں مرنے والے کی میں شفاعت کروں گا۔

اور ایک روایت میں ہے

من زار قبری وجبت له شفاعتی

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس پر میری شفاعت واجب ہو

گئی۔

اور آپ ﷺ کے مقام کے اور وہاں پر آپ ﷺ کی اقامت کے بے شمار فضائل احادیث میں موجود ہیں۔

سب سے افضل مدینہ

اور پھر ہمارے آئمہ متاخرین شوافع نے بیان فرمایا ہے۔ مدینہ شریف کی سکونت مکہ شریف کی سکونت سے افضل ہے۔ جبکہ اس میں مکہ سے مزید زیادتی بھی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے صحیح حدیث میں ثابت ہے آپ ﷺ نے فرمایا

لمن یصبر علی لا وائھا وشدتھا احد الا کنت لہ شفیعًا (او) شھیدا یوم القیامۃ

جس نے بھی مدینہ شریف کی بلاؤں اور سختی پر صبر کیا قیامت کے دن میں اس کا شفیع ہوں گا (یا پھر فرمایا) گواہ ہوں گا۔

اور مکہ شریف کی سکونت پر اس قسم کی فضیلت مروی نہیں ہے۔ بلکہ بعض نے تو اس کو مکروہ لکھا ہے اور امام احمد سے اس کی کراہت کا قول کیا ہے۔ اور میں نے اس کا رد حاشیہ میں کر دیا ہے۔ وہاں میں نے لکھا: "اور اس قول میں کلام ہے کہ بلکہ قواعد کے موافق یہ ہے کہ مکہ کی سکونت افضل ہے کیونکہ اس میں اعمال کا ثواب زیادہ ہے۔ کیوں نہ ہو جبکہ آپ ﷺ نے مکہ کے لئے فرمایا

واللہ انک لخیر ارض اللہ واحب ارض اللہ الی اللہ ولو لا انی اخرجت منک ما خرجت

اے مکۃ المکرمہ! اللہ کی قسم تو اللہ کی زمین میں سب سے بہتر ہے اور اللہ کے نزدیک سب سے پیارا ہے اگر مجھے یہاں سے نکالا

نہ جاتا تو ہرگز یہاں سے نہ نکلتا۔

پس یہ نزاع کے حل کے لئے صریح اور قاطع نص ہے کہ مکہ کی سکونت افضل ہے... اور جن آئمہ نے اس کی مجاورت کو مکروہ لکھا ہے تو صرف اس لئے ہے کہ مجاور اس کی کماحقہ تعظیم نہیں کر سکے گا۔ بلکہ یہ دلیل ہے کہ جو شخص اپنے نفس پر کنٹرول کر سکتا ہے اس کے لئے اس کی سکونت دیگر شہروں سے افضل ہے۔ اور بعض اسلاف نے اس کی سکونت و مجاورت اس لئے مکروہ فرمائی ہے کہ یہاں سے پیارے آقا ﷺ کو نکال دیا گیا تھا۔

اور جیسا کہ حدیث میں آیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا

اللھم لا تجعل منایا نابھا — اے اللہ! ہمیں یہاں موت نہ دینا۔

اور حدیث شریف گزر چکی کہ آپ ﷺ نے فرمایا

من مات باحد الحرمین بعث من الامنین یوم القیامۃ — جو کوئی حرمین شریفین میں سے کسی ایک حرم میں فوت ہوا قیامت کے دن وہ آمنین (جنتی لوگوں) کے ساتھ اٹھے گا۔

(نمبر ۱۰)

علماء نے بیان فرمایا کہ آدمی جب تک مدینہ شریف میں رہے جہاں تک ہو سکے روزہ سے رہے اور جہاں تک ہو سکے رسول اللہ ﷺ کے ہمسایوں پر صدقہ کرے۔ بالخصوص آپ ﷺ کے عزیز و اقارب اہل بیت طیبین و طاہرین کو ہدیے پیش کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی محبت و عقیدت میں موت دے۔ چاہے وہ حضرات محترمین وہاں کے رہنے والے ہوں یا مسافر ہوں۔ اور حاجت مند زیادہ اس کے حق دار ہیں کیونکہ آپ ﷺ ان تمام کی حاجات پوری فرمایا کرتے تھے۔

اور جیسا کہ گزر چکا مدینہ شریف میں اعمال کا ثواب زیادہ ہے لہٰذا یہاں رہتے ہوئے کوشش کرے کہ زیادہ سے زیادہ اعمال خیر بجا لائے اور یہ بھی چاہیے کہ مدینہ شریف کے رہنے والوں کو ادب و تعظیم کی نظر سے دیکھے اور ان کے ساتھ بحث و تمحیص نہ کرے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں اہل مدینہ کی غلطیاں اللہ کے سپرد کر دے کیونکہ آپ ﷺ کے اصحاب میں کم و بیش اسی (۸۰) منافق تھے۔ جو کہ اسلام کو ظاہر کرتے اور کفر کو چھپاتے تھے۔ اور ہر ایذاء پہنچانے کی کوشش میں رہتے تھے۔ تو آپ ﷺ باوجود اس کے کہ ان کا علم بھی رکھتے تھے ان سے درگزر فرمایا کرتے تھے اور ان کے بارے میں فرمایا ان کو چھوڑ دو ورنہ لوگ کہیں گے کہ محمد (ﷺ) اپنے دوستوں کو قتل کرتا ہے۔ پھر میں (ابن حجر) نے دیکھا کہ جو میں نے تصریح کی ہے یعنی علماء نے ایسا ہی لکھا ہے۔ تو چاہیے ہر مدنی شخص کا اس کے حسب حال احترام کرے اور ان سے محبت کرے کیونکہ ان کی تعظیم صرف آپ ﷺ کی ہمسائیگی کی وجہ سے ہے اور کمی کوتاہی، ہمسائیگی کی حرمت سے خارج نہیں کرتی۔ لہٰذا ان کے عوام کی بدعات پر نظر نہ کرے۔ بلکہ نبی اکرم ﷺ کا ہمسایہ ہونے کی وجہ سے ان کی تعظیم کرے۔

(نمبر۱۱)

حرم مدینہ کی کوئی چیز حرم سے باہر نہ لے جائے حتیٰ کہ حرم مکہ کی طرف بھی نہ لے جائے۔ جیسا کہ حرم مکہ کی چیز حرم مدینہ میں لانی جائز نہیں۔ اور جو شخص یہاں سے کوئی چیز لے جائے تو چاہیے کہ حتی المقدور اس کو واپس کر دے۔ ۱

(نمبر ۱۲)

مدینہ میں شکار کرنا

اور حرم مدینہ منورہ میں شکار کرنا حرام ہے اور ایسے ہی مدینہ شریف کے درخت کاٹنا اور گھاس کاٹنا۔ محرم اور محلل دونوں پر حرام ہے اور اس میں وہی تمام احکامات ہیں جو کہ حرم مکہ کے متعلق ہیں۔ سوائے جرمانہ کے' امام شافعی کا جدید قول یہ ہے کہ حرم مدینہ کے درخت کاٹنے پر ضمان نہیں ہو گی۔ لیکن آپ کا قدیم قول ہے کہ ضمان ہو گی۔ اور ایک جماعت نے ایسی صحیح احادیث کہ جن میں تاویل قبول نہیں ہے کے تحت اس قول کو اختیار کیا ہے۔

مسنون یہ ہے کہ ضمان کا التزام کیا جائے تاکہ اختلاف علماء سے بچا جا سکے۔ اور ویسے بھی دلائل کی رو سے یہ زیادہ قوی ہے۔

(نمبر ۱۳)

حرم مدینہ کی حد

مدینہ شریف کی حد جیسا کہ صحیحین میں ہے جبل عیر جو کہ مشہور ہے سے لے کر جبل ثور جو کہ احد کے پیچھے چھوٹا سا پہاڑ ہے تک ہے۔ اور بعض حضرات کو وہم ہوا کہ شائد جبل ثور صرف مکہ میں ہی ہے اور تو جو ان دونوں ٹیلوں کے درمیان ہے وہی حرم پاک ہے۔

(نمبر ۱۴)

بعض موضوع اور باطل روایات ہیں کہ جنہیں فاجر لوگوں نے وضع کیا ہمیں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

من زارنی وزار ابی ابراہیم فی عام واحد ضمنت له الجنة	کہ جس نے میری اور میرے باپ حضرت ابراہیم کی زیارت ایک سال میں کی میں اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

حالانکہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی زیارت مستقل نیکی ہے اس کا تعلق حج اور آپ ﷺ کی زیارت کے ساتھ نہیں ہے۔

اور ایسے ہی باطل روایت ہے کہ حج کے بعد بیت المقدس کی زیارت حج کو مقدس بنا دیتی ہے۔ اس کا بھی تعلق حج کے ساتھ نہیں کیونکہ بیت المقدس کی زیارت مستقل نیکی ہے حج کے تابع نہیں اور نہ ہی حج اس کے تابع ہے۔

(نمبر۱۵)

گنبد خضرا کی زیارت کی منت ماننا

اگر نبی اکرم ﷺ کے روضہ منورہ کی زیارت کی نذر مانے تو اس نذر کو پورا کرنا واجب ہے، ظاہر ہے کہ اس وفا سے مراد حسب استطاعت ہے جیسا کہ حج میں معتبر ہے اور آپ ﷺ کی قبر کی نذر کو پورا کرنا متفق علیہ مسئلہ ہے بخلاف کسی اور قبر کے۔

جیسا کہ علامہ امام ابن کج نے بیان فرمایا ہے اور امام سبکی نے فرمایا کہ اس پر اتفاق نقل کرنا یہ حق ہے۔ کیونکہ اس پر دلائل موجود ہیں جو کہ خاص اس پر دلالت کرتے ہیں۔ اور اس پر پہلے تفصیل سے لکھا جا چکا ہے کہ یہ متاکد ترین قربت و نیکی میں سے ہے اور اس کی طرف صرف عبادت کی وجہ ہی سے آیا جاتا ہے۔ اور ہر قربت ایسے ہی ہے کہ جب اس کی نذر مانی جائے تو اس کا پورا کرنا واجب ہوتا ہے۔ اور تمام انبیاء کرام کی قبور کی زیارت ایسے ہی مسنون ہے اور یہ کہنا کہ منذور کے واجب ہونے کے لئے شرط ہے کہ اس کی جنس شرع میں واجب ہو یہ قول شاذ ہے لہٰذا اس کی طرف

التفات نہیں کیا جائے گا۔ باوجودیکہ آپ ﷺ کی زیارت کی جنس واجب ہے اور وہ ہے کہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں آپ ﷺ کی طرف ہجرت کی جائے۔

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کہ یہ واجب نہیں اگر ان سے صحیح تسلیم کر لیا جائے تو بھی یہ اس کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ان سے اور دیگر تمام علماء المسلمین سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کی زیارت نیکی اور قربت ہے جیسا کہ گزر چکا۔ کیونکہ نذر کا وجوب ہر قربت و نیکی کے لئے نہیں بلکہ مخصوص قربت کے لئے ہے۔ جس کا بیان اپنے محل پر ہے۔ کیونکہ یہ عبادت' المختصر کی ہے جو کہ مالکیوں کے نزدیک عمدہ ہے اس میں ہے کہ جو مندوب ہے وہ لازم ہے۔ اور اس کا ظاہر امام مالک کے منقول قول کے خلاف ہے۔

اور بعض آئمہ مالکیہ نے صراحت فرمائی ہے کہ آپ ﷺ کی زیارت کے لئے مدینہ شریف کی طرف چلنا کعبہ اور بیت المقدس کی طرف سفر کرنے سے افضل ہے۔ اور یہ "المختصر" کی عبارت کی تائید ہے۔

(نمبر۴)

مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کی زیارت کی نذر پوری کرنا واجب نہیں

اور اگر مسجد نبوی یا مسجد اقصیٰ کی زیارت کی نذر مانی تو اس کو پورا کرنا واجب نہیں ہے بلکہ صحیح قول کے مطابق مسنون ہے۔ کیونکہ ان دونوں کی طرف جانا فی نفسہ مستقل قربت نہیں ہے۔ اور فرق مسجد حرام اور بقعۂ حرام میں ہے۔ جب اس کی طرف مناسک ادا کرنے کے لئے جایا جائے گا تو یہ فی نفسہ قربت مقصودہ ہو جائے گا۔ اور پہلی دونوں مسجدوں میں اعتکاف کی نذر مانے تو اس کا پورا کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ تیسری مسجد (مسجد حرام) میں اس کا پورا کرنا واجب ہے۔ کیونکہ یہ ایک مستقل نیکی ہے جو کہ مسجد کے ساتھ ہے۔ جب اس کی فضیلت ہے تو اس کا ثواب بھی زیادہ ہو گا گویا کہ اس نے عبادت کی فضیلت کا التزام کیا ہے۔ اور ان دونوں مساجد (مسجد نبوی اور

اقصیٰ) میں صرف آنا ایسا نہیں ہے۔

(نمبر ۱۷)

مدینہ منورہ میں اقامت کے دوران ختم قرآن کرنا

علماء نے فرمایا کہ زائر کو چاہیے کہ مدینہ منورہ سے خروج سے پہلے ہی ختم قرآن کرے' کیونکہ اسلاف اس کو پسند فرماتے تھے۔ اور اس کی مثال ہمارے بعض آئمہ شوافع نے فرمایا ہے کہ مکہ میں بھی قرآن کریم ختم کرنا سنت ہے۔ اور اس میں حکمت یہ ہے کہ دونوں جگہوں پر قرآن کا اکثر حصہ نازل ہوا ہے۔ پس جب ان میں کسی ایک جگہ تلاوت قرآن کی جائے گی اور قاری اس جگہ پر کہ جہاں نازل ہوا ہے اس نعمت عظمیٰ کا غور و فکر اور تامل کرے گا تو اس کو کمال خشوع و خضوع اور اجلال و خشیت حاصل ہو گی۔ اور اس کے لئے غور و فکر اور تدبر کے دروازے کھلیں گے اور اس نعمت عظمیٰ کہ جس کے مقابل کوئی اور اس پر نعمت نہیں پر خوب شکر اور اللہ کی حمد بجا لائے گا۔ کیونکہ یہ ایسا احسان ہے کہ اس کے برابر و مقابل کوئی احسان نہیں ہے۔ اور بعض اوقات اس کے ساتھ اس کی بصیرت پر ایسے معارف منتقل ہوں گے کہ جن کا کوئی حساب نہیں ہے۔ وہ کسی اور کے دل کے خیال میں بھی نہیں گزرے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں یہ تمام علوم و معارف اور نعمتیں عطا فرمائے۔ (آمین)

پھر میں نے دیکھا کہ امام ابو مخلد نے فرمایا

"اسلاف پسند فرماتے تھے کہ جو شخص ان تینوں مساجد میں سے کسی ایک میں آئے تو وہ اس میں قرآن کریم ختم کرے" اس کو سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔

(نمبر۱۸)

زیارت بدل

ہمارے اصحاب نے بیان فرمایا کہ اپنی طرف سے کسی کو زیارت کے لئے اجرت پر بھیجنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عمل غیر مضبوط ہے اور شرع نے اس کا حکم بھی نہیں فرمایا۔ اور ایسے یہ کہ کسی کو اجرت پر زیارت کے لئے مقرر کرنا درست نہیں ہے کیونکہ اس سے اس آدمی کو ثواب ملے گا جس نے کسی زیارت کے لئے اجرت پر بھیجا کیونکہ اس میں غیر نیابت جائز نہیں اور قبر نبی کے نزدیک دعا کے بارے میں یہ ہے کہ اس میں نیابت صحیح ہے۔ کیونکہ دعا میں نیابت جائز اور درست ہے۔ امام سبکی نے فرمایا۔ اور باقی رہ گئی تیسری قسم اور وہ ہے آپ ﷺ کو سلام کا پہنچانا تو اس میں اجازت کے جواز پر کوئی شک نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ایسا کیا کرتے تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زیارت بدل بھی جائز ہے اور اس کو بہت سارے حضرات نے جائز قرار دیا ہے۔ اور امام اصبحی نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔ یعنی محمد بن ابی بکر ہیں یہ صاحب المعین نہیں کیونکہ وہ مالکی المذہب ہیں جیسا کہ امام سبکی نے بیان فرمایا ہے۔ لہٰذا اسی کو ابلاغ سلام پر محمول کیا جائے گا مگر صرف وہاں ٹھہرنا تو اس کے لئے مستاجر کی تو کوئی غرض نہیں ہے۔

(نمبر۱۹)

بعض آئمہ نے فرمایا کہ مدینہ شریف میں سکونت کے دوران محتاجوں پر سختی نہ کرے۔ اور ایسے ہی مسجد شریف کی خدمت جیسا کہ اذان اور وہاں کی صفائی نہ کرے مگر انتہائی خلوص نیت کے ساتھ اور اس پر اجرت نہ لے ہاں مگر انتہائی اضطرار کے وقت۔

(نمبر ۲۰)

فضائل مدینہ منورہ

"غبار مدینہ شفاء مرضاں"

مدینہ منورہ کے فضائل پر جو روایت دلالت کرتی ہے اس کو ابن الاثیر نے اپنی جامع میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

کہ جب آپ ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے اور جب اہل مدینہ سے ملاقات کی، غبار اڑا تو آپ ﷺ کے ساتھ کسی شخص نے ناک پر کپڑا رکھ دیا تو آپ ﷺ نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹاتے ہوئے فرمایا

(حدیث نمبر ۱)

والذی نفسی بیده ان نی غبارها شفاء من کل داء

اس ذات کی قسم کہ جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اس (مدینہ) کا غبار ہر بیماری سے شفاء ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سے مراد جزام (کوڑھ) اور برص وغیرہ کی بیماری ہے۔

اور ایک روایت میں اس طرح ہے۔

(حدیث نمبر ۲)

او ما علمت ان عجوة المدینة شفاء من السقم و غبارها شفاء من الجزام والبرص

بے شک مدینہ شریف کی عجوہ کھجور بیماری کی شفاء ہے اور اس کا غبار کوڑھ اور برص سے شفاء ہے۔

آبِ شفاء

اور مدینہ شریف کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ اس میں ایک چشمہ ہے جو کہ مشہور و معروف ہے کہ علماء نے اس کو آزمایا اور تجربہ کیا ہے کہ اس کا پانی پینا اور غسل کرنا بخار وغیرہ کے لئے شفاء ہے۔ ابن النجار کی روایت میں آیا ہے کہ بنی حارث بیمار ہوئے اور ان کو بخار آیا تو آپ ﷺ نے ان کے لئے فرمایا کہ وادیٔ صعیب کہاں ہے تو عرض کیا گیا کہ ہم اس کو کیا کریں تو فرمایا

(حدیث نمبر ۳)

تأخذون من ترابه فتجعلونه فی ماء ثم یتفل علیه احدکم ویقول بسم اللّٰه تراب ارضنا بریق بعضنا شفاءلمریضنا باذن ربنا	اس کی مٹی لے کر پانی میں ملاؤ پھر کسی کا لعاب دھن اس میں ڈالو اور کہو اللہ کے نام سے' اللہ کے حکم سے یہ مٹی شفا دیتی ہے۔

پس انہوں نے یہ کیا تو ان سے بخار اتر گیا۔ لہٰذا اس کا پینا حلال ہے حالانکہ دوسری عام مٹی کا کھانا اور پینا حرام ہے کیونکہ وہ نقصان دہ ہے۔

اور صحیحین کی روایت میں ہے۔

(حدیث نمبر ۴)

من تصبح بسبع تمرات عجوة لم یضره ذلک الیوم سم و سحر	جس نے صبح نہار منہ سات عدد عجوہ کھجوریں کھا لیں اس دن اس پر جادو اور زہر اثر نہیں کرے گا۔

اور مسلم شریف کی روایت یوں ہے

(حدیث نمبر۵)

من اکل سبع تمرات مما بین لابتیها لم یضره شی حتی یمسی

جس نے سات کھجوریں کھا لیں شام تک اس کو کوئی چیز نقصان نہیں دے گی۔

اور یہ عام ہے اور صحیح روایت میں الفاظ ہیں۔ علی الریق

اور اسی کی روایت میں ہے۔

(حدیث نمبر۶)

ان فی عجوة العالیة شفاء وانها تریاق اول البکرة

بے شک عجوہ عالیہ میں شفاء ہے اور صبح سویرے تو یہ تریاق کا کام کرتی ہے۔

اور ایک روایت صحیح میں یہ الفاظ ہیں

(حدیث نمبر۷)

ان الکماة من المن وماءها شفاء للعین والعجوة من الجنة وماءها شفاء من السحر

بے شک کماۃ احسان میں سے ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لئے شفا ہے اور عجوہ جنت کا پھل ہے اس کا پانی جادو سے شفاء ہے۔

اور یہ جیسا کہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ یہ ایک کھجور کی قسم ہے جو کہ سیاہ رنگ کی ہے۔

علامہ سمہودی نے فرمایا یہ مدینہ شریف کی مشہور و معروف قسم کی کھجور ہے۔

سلف سے خلف لوگ اس کا اثر قبول کرتے ہیں اور اس سے تبرک حاصل کرتے ہیں۔

اور یہ حدیث بھی صحیح ہے۔

(حدیث نمبر۸)

امرت بقرية تاكل القرى يقولون يثرب وهى المدينة تنفى الناس كما ينفى الكير خبث الحديد

مجھے حکم دیا گیا ایسی بستی کا کہ جو سب بستیوں پر حاوی ہے۔ اس کو یثرب کہتے ہیں اور وہ مدینہ ہے یہ لوگوں کے لئے بھٹی ہے جو صاف کرتی ہے جس طرح لوہے کو بھٹی صاف کرتی ہے۔

اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں

(حدیث نمبر۹)

يأتى على الناس زمان يدعو الرجل ابن عمه و قريبه هلم الى الرخاء والمدينة خير لهم لو كانوا يعلمون والذى نفسى بيده لا يخرج احد رغمه عنها الا اخلف الله فيها خيرا منه

لوگوں پر ایک وقت آئے گا کہ ہر آدمی اپنے رشتہ دار کو دعوت دے گا آرام وہ جگہ کی۔ بہتر مدینہ ان کے لئے افضل ہے۔ کاش انہیں علم ہو۔ یہاں سے جو بھی جائے گا اللہ تعالیٰ اس کا یہاں بہتر بدل عطا فرمائے گا۔

(حدیث نمبر۱۰)

ان الايمان ليارز الى المدينة كما

ایمان مدینہ کی طرف یوں پناہ لے

تارز الحیة الی حجرھا گا جیسا کہ سانپ اپنی بل میں آتا ہے۔

(حدیث نمبر۱۱)

اور ایک روایت میں ہے

من صبر علی لاوائها وشدتها کنت له شهیدا او شفیعا یوم القیامة

جو شخص مدینہ کے مصائب اور مشکلات پر صبر کرے میں اس کا گواہ اور شفیع ہوں گا۔

یہاں "او" تقسیم کے لئے ہے۔ یعنی میں اس کا شفیع ہوں اگر وہ گنہگار ہو گا اور گواہ ہوں گا اگر وہ نیک ہو گا۔ اور ایک صحیح روایت میں "او" کی بجائے "واو" آیا ہے تو یہاں "او" بمعنی "واو" ہے۔ یعنی ہر شخص کے لئے کہ جس میں طاعت و معصیت جمع ہوں تو اس کی اطاعت کی گواہی اور معصیت کی شفاعت کروں گا۔

اور حدیث شریف

(حدیث نمبر۱۲)

من استطاع ان یموت بالمدینة فلیمت فانه من یمت بها اشفعَ له واشهد له

جس میں طاقت ہو کہ وہ مدینہ شریف میں مر سکے تو اس کو چاہیے کہ مدینہ شریف میں مرے کیونکہ جو بھی یہاں مرے گا میں اس کا شافع اور گواہ ہوں گا۔

اور حدیث شریف

(حدیث نمبر ۱۳)

لا یکید اهل المدینة احد الا انماع کما ینماع الملح فی الماء	اہل مدینہ کے ساتھ سوائے ہلاک ہونے والے کے کوئی دھوکہ نہیں کرے گا۔ اور وہ یوں ختم ہو جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

بعض نے کہا یہ صرف آپ ﷺ کے زمانۂ اقدس کے ساتھ خاص ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اس کے خاص ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ لہٰذا صحیح یہی ہے کہ یہ عام ہے

اور اس کی فضیلت پر حدیث شریف

(حدیث نمبر ۱۴)

اللهم اکفهم من دهمهم	اے اللہ! ان اہل مدینہ کے دکھوں کا مداوا فرما۔

اور حدیث شریف

(حدیث نمبر ۱۵)

اللهم من ظلم اهل المدینة واخافهم فاخفه وعلیه لعنة الله والملئکة والناس اجمعین لا	اے اللہ! جس نے اہل مدینہ پر ظلم کیا اور ان کو خوف زدہ کیا اس کو خوف زدہ کر اور اس پر

يقبل الله فرضا ولا عدلا

اللہ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت' اللہ اس سے فرض و نفل کچھ بھی قبول نہیں فرمائے گا۔

(حدیث نمبر۱۶)

اللهم ان ابراہیم خلیلک ونبیک دعاک لاهل مكة وانا محمد عبدک ورسولک ادعوک لاهل المدينة مثل مادعاک به ابراهيم لمكة ادعوک ان تبارک لهم فی صاعهم ومدهم وثمارهم اللهم حبب الینا المدينة كما حبب الینا مكة واجعل ما بها من وبا بخم

اے اللہ! بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام تیرے خلیل اور نبی ہیں انہوں نے تجھ سے اہل مکہ کے لئے دعا کی اور محمد تیرا بندہ اور رسول ہوں میں تجھ سے اہل مدینہ کے لئے دعا کرتا ہوں۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم نے اہل مکہ کے لئے دعا کی' میں دعا کرتا ہوں کہ تو ان کے لئے ان کے صاع اور مد اور پھلوں میں برکت دے۔ اے اللہ! ہمیں مدینہ شریف محبوب بنا دے جیسا کہ ہمیں مکہ محبوب تھا اور اس کی تمام وبائیں یہاں سے نکال کر جحفہ بھیج دے۔

(حدیث نمبر۱۷)

على انقاب المدينة وطرقها

مدینہ کے راستوں پر فرشتے متعین

ملائکۃ یحرسو نہا لا یدخلہا الطاعون ولا الدجال — ہیں جو کہ اس کی حفاظت کرتے ہیں مدینہ شریف میں طاعون اور دجال کو داخل نہیں ہونے دیتے۔

خاتمہ

آداب زیارت

زائر کے لئے دو کام اور ہیں

پہلا کام

جب زائر مدینہ شریف سے واپسی کے لئے ساز و سامان باندھے اگرچہ وہ مدینہ کا ساکن ہی کیوں نہ ہو تو اس کے لئے مسنون ہے کہ وہ مسجد نبوی شریف میں دو رکعت نفل تحیتہ الوداع پڑھے۔ اور اولیٰ یہ ہے کہ یہ نفل نبی اکرم ﷺ کے قریب پڑھے جیسا کہ دخول کے وقت تحیتہ المسجد کے تحت گزر چکا ہے۔ اور ان میں سنت وداع المسجد کی نیت کرے۔ اسلاف کے کلام سے یہی متبادر ہوتا ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ مطلق نفل کی نیت کرے۔ ہر حال میں یہ وقت غیر مکروہ پڑھنے چاہئیں اور دوسری بات (مطلق نفل کی نیت) واضح ہے اور پہلی بھی اسی کے مانند ہے۔ کیونکہ ان دونوں کا سبب متاخر ہے اس کے بعد اپنے لئے دنیا اور دین دونوں کی دعا کرے۔ اور ضروری ہے کہ اللہ کے حضور گڑگڑائے اور زیارت کی قبولیت اور اجابت کی دعا کرے۔ پھر دو رکعت کے بعد ہی جیسا کہ امام نووی کے کلام میں صراحت ہے۔ بخلاف بعض احناف کے قول کے۔ پیارے محبوب ﷺ کو الوداع کرے اور قبر پر حاضر ہو اور دہرائے ہر وہ چیز جو زیارت کے ابتدا میں تھی پھر یوں عرض

کرے

اللهم لا تجعل هذا آخر العهد نبیک (ﷺ) ومسجده و حرمه ویسرلی العود الی زیارته والعکوف فی حضرته سہلا سہلا وارزقنی العفو والعافیة فی الدنیا والاخرة وردنا لاھالینا سالمین غانمین	اے اللہ! میری اس زیارت کو اپنے نبی ﷺ اور ان کی مسجد و حرم کو آخری زیارت نہ بنا اور میرے لئے دوبارہ زیارت کے لئے آنا اور تیرے رسول ﷺ کی بارگاہ میں ٹھہرنا آسان بنا اور مجھے دنیا و آخرت میں عفو و عافیت عطا فرما اور ہم کو سالم اور غانم واپس بھیج۔

اور وہاں سے واپس لوٹ جائے۔

اور مسنون ہے کہ واپسی پر کوشش کر کے اپنے ساتھ مدینہ سے کچھ ہدایا اپنے گھر والوں کے لئے حاصل کر لے مثلاً مدینہ شریف کی کھجوریں اور کنوؤں کا پانی یا اس جیسی اور اشیاء بغیر تکلف کے اور بغیر فخر کے ارادے کے۔ بلکہ اپنے گھر والوں کی اور دوستوں کی خوشی کے لئے یہ چیزیں حاصل کرے۔

اور ایک ضعیف حدیث میں ہے

اذا سافر احدکم فلیھد لاھلہ ولو حجارة	جب تم سے کوئی آدمی واپسی کا سفر کرے تو اپنے گھر والوں کے لئے کچھ نہ کچھ ساتھ لے جائے چاہے پتھر ہی کیوں نہ ہوں۔

اور واپسی پر آپ ﷺ کے آثار سے جدائی محسوس کرتے ہوئے ہر چیز کو اس شوق سے دیکھے کہ واپس پھر یہاں آنا ہے۔ عین ممکن ہے کہ آپ ﷺ کی

برکت سے اللہ تعالیٰ عنقریب اس پر کرم فرمائے تو اس کے لئے دوبارہ اس کام کو سہل فرما دے اور صدق دل سے توبہ کرے اور اعمال صالحہ پر مداوت کرتا رہے۔

دوسرا کام

جب واپسی کا ارادہ کرے اس معظم و مبارک سفر سے جیسا کہ مقدمہ میں گزر چکا بلکہ ہر سفر کے لئے مندرجہ ذیل اشیاء کا خیال رکھے۔

(نمبر۱)

مسنون ہے وہ یوں کہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ سے صحیح ثابت ہے کہ حج اور عمرہ سے واپسی پر یہ کہے اور اسی پر دیگر اسفار کو بھی قیاس کرنا چاہیے کیونکہ یہاں ان دونوں (حج و عمرہ) کا ذکر بیان واقع کے لئے ہے۔

پہلے تین تکبیریں کہے پھر یہ دعا پڑھے

لا اله الا اللہ وحدہ لا شریک له له الملک وله الحمد وھو علی کل شئی قدیر آئبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ یہ دعا اپنے گھر کے قریب جا کر مانگے اس کے الفاظ اس طرح ہیں

اقبلنا مع النبی ﷺ حتی اذا کنا بظھر المدینة قال (ﷺ) آئبون تائبون لربنا حامدون	ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے کہ جب مدینہ شریف کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی

آئبون تائبون لربنا

یہ دعا آپ ﷺ پڑھتے رہے حتیٰ کہ ہم مدینہ شریف میں پہنچ گئے۔

نمبر۲

مسنون ہے کہ جب اپنے وطن پہنچے تو اپنے گھر والوں کو پہلے اپنے آنے کی اطلاع و خبر بھیجے تاکہ وہ اس کے استقبال کے لئے تیار ہو سکیں کیونکہ بعض اوقات اچانک گھر پہنچ جانا ندامت اور تکلیف کا باعث بنتا ہے۔

(نمبر۳)

جب شہر کو دیکھے تو بہتر یہ ہے کہ وہ یہ دعا پڑھے برابر ہے کہ وہ شہر مکہ ہو یا کوئی اور شہر ہو

اللھم انی اسئلک خیرھا وخیر اھلھا خیر مافیھا واعوذبک من شرھا و شر اھلھا وشر ما فیھا

امام نووی نے "الایضاح" میں فرمایا

بعض حضرات نے اس کو مستحب لکھا ہے کہ یوں دعا کرے

اللھم اجعل لنا بھا قراراً ورزقاً حسنا اللھم ارزقنا حباہ ھا واعزنا من وبائھا وحببنا الی اھلھا وحبب صالحی اھلھا الینا

اے اللہ اسے ہمارے لئے اس میں جائے قرار اور رزق حسن بنا اسے اللہ اسے محبوب بنا اس کی وبا سے محفوظ فرما ہمیں اس کے باشندوں اور اس میں نیک بندوں کے ساتھ ہمیں محبت عطا فرما۔

یہ سب کچھ حدیث شریف میں مروی ہے۔ اور میں نے اس (الایضاح) کے حاشیہ میں یوں لکھا

اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ قرار کا طلب یہ تو صرف مدینہ شریف کے لئے ہے کیونکہ اس کی سکونت میں کئی خواص ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مدینہ شریف میں ہر کسی کے لئے ٹھہرنا آسان نہیں ہے۔ پس اگر تسلیم کر لیا جائے تو اس میں ورود اس پر دلالت نہیں

کرتا کہ وہ اس کے خواص میں سے ہے۔ بلکہ غیر کو اس پر قیاس کیا جائے گا۔ کیونکہ دل اپنے وطنوں کی محبت کی طرف کھنچتے ہیں۔ لہٰذا جب مدینہ شریف پہنچے تو وہاں قرار اور ٹھہرنے کی دعا کرے تاکہ کہیں اس کا دل دوسرے شہروں کی طرف مائل نہ ہو۔

ستم کیا یاد وطن طیبہ سے کھینچ لائی کیوں
بیٹھے بٹھائے دل پہ یہ بلا اٹھائی کیوں

(نمبر۴)

اور مسنون ہے کہ اپنے گھر اہل و عیال کے پاس رات کو نہ جائے کیوں کہ رات کو سفر سے گھر جانا خلاف سنت ہے۔ کیونکہ اپنے جانے سے پہلے ان کو اطلاع دینی چاہیے اور رات کو اطلاع دینا مشقت ہے اور بعض اوقات ناپسند ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اطلاع لے جانے والا گھر والوں کو جاننے والا ہونا چاہیے۔ یعنی جس کا گھر جانا جائز ہے۔ اور دن کو اس کی حاجت نہیں کیونکہ کوئی بھی اطلاع لے جا سکتا ہے اور یہ مسئلہ اس کے لئے جو جان بوجھ کر رات کرے۔ اور جس شخص پر رات کو آنا گھر والوں پر دشوار نہ گزرے تو اس کے لئے یہ مسئلہ نہیں ہے اور پھر اگر اس کے آنے سے پہلے گھر والوں کو پتہ چل چکا ہے کہ وہ رات کو آئے گا تو اس کے لئے بھی رات کو آنا خلاف سنت نہیں ہو گا۔

(نمبر۵)

اور زائر مدینہ جب واپس آئے اور ملنے والے کو سلام کرے تو حج پر زیارت والے کو قیاس کرتے ہوئے ملنے والا یوں کہے

قبل اللہ زیارتک غفر ذنبک	اللہ! تیری زیارت قبول فرمائے
واخلف نفقتک	اور تیرے گناہ بخشے اور نفقہ بڑھائے۔

(نمبر۶)

مسنون ہے کہ زائر جب اپنے گھر واپس آئے تو کہے (توبہ۔ توبہ) یعنی اے اللہ! میں تجھ سے کامل توبہ کا سوال کرتا ہوں (لربنا اوبا) یعنی ایسی واپسی سے کہ جو تجھے پسند نہیں (لایغادر ذنوبا) یعنی نہ چھوڑ مجھے گناہ گار۔

(نمبر۷)

اور زائر مدینہ جب واپس آئے تو اس کے لئے کھانے کی دعوت کرنا مسنون ہے

(نمبر۸)

اور زائر کے لئے بھی مسنون ہے کہ جب واپس آئے تو دوستوں کی دعوت طعام کرے

(نمبر۹)

آنے والے کے ساتھ معانقہ کرنا اور اس کا ماتھا چومنا مسنون ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ معانقہ فرمایا اور ان کا ماتھا چوما جب کہ وہ حبشہ تشریف لائے اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جب مدینہ آئے تو ان کے ساتھ بھی معانقہ فرمایا اور ماتھا چوما۔

اور یہ ابن عیینہ کا امام مالک سے قول کہ معانقہ مکروہ ہے پر رد ہے۔ اور ہاں معانقہ بچے کے ساتھ اور غیر قادم (آنے والے) کے ساتھ مکروہ ہے اور

ایسے ہی فتنہ باز ظالم کے ساتھ معانقہ اور مصافحہ مکروہ ہے۔ اور خوبصورت امرد (بے ریش نوجوان) کے ساتھ بلا حائل معانقہ حرام ہے۔

(نمبر ۱۰)

زیارت کے بعد اس کے اعمال صالحہ میں ترقی و زیادتی ہونی چاہیے کیونکہ یہ قبول زیارت کی نشانی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سے اپنے کرم و احسان کے صدقے اس ہدیے کو قبول فرمائے۔ اور اس کے طفیل ہم کو اپنی نعمتوں اور کرموں کے کامل لباس پہنائے۔ اور ہم پر اپنے لطف و بھلائی کی بارش برسائے۔ اور اپنی رضا' عطا اور کرم کی چمکیں ہم پر ڈالے۔ اور ہمیں اپنے فضل و کرم کے ساتھ منزل مقصود تک پہنچائے۔ اور ہم پر اپنے فضل و کرم اور رضا ہمیشہ رکھے اس جہاں میں یہاں تک کہ ہم اس سے جا ملیں۔ اور ہمیں ان لوگوں کے ساتھ ملائے کہ جن پر اس کا احسان و انعام ہے۔ انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین کے ساتھ اور ایسے ہی ہماری اولاد' ہمارے دوست احباب اور ان کی اولاد کو۔

صلی اللہ علیٰ سیدنا محمد و آلہ واصحابہ وسلم

خاکپائے علمائے اہلسنت
محمد عباس رضوی
۹۶-۱۰-۲۰ بروز اتوار
۶ جمادی الاخر ۱۴۱۶ھ

مدینۃ العلم جامعہ مجددیہ
نورآباد - فتح گڑھ سیالکوٹ

محقق العصر علامہ مفتی محمد خان قادری کی دیگر تصانیف

۱۔ شاہکار ربوبیت
۲۔ ایمانِ والدین مصطفےٰ ﷺ
۳۔ حضور ﷺ کا سفرِ حج
۴۔ امتیازاتِ مصطفےٰ ﷺ
۵۔ درِ رسول ﷺ کی حاضری
۶۔ ذخائرِ محمدیہ
۷۔ محفلِ میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ
۸۔ فضائلِ نعلینِ حضور ﷺ
۹۔ شرح سلامِ رضا
۱۰۔ حبیبِ خدا سیدہ آمنہ کی گود میں
۱۱۔ نورِ خدا سیدہ حلیمہ کے گھر
۱۲۔ نماز میں خشوع و خضوع کیسے حاصل کیا جائے؟
۱۳۔ حضور ﷺ نے متعدد نکاح کیوں فرمائے؟
۱۴۔ اسلام اور تحدیدِ ازواج
۱۵۔ اسلام میں چھٹی کا تصور
۱۶۔ مسلکِ صدیقِ اکبرؓ عشقِ رسول ﷺ
۱۷۔ شبِ قدر اور اس کی فضیلت
۱۸۔ اسلام اور تصورِ رسول ﷺ
۱۹۔ مشتاقانِ جمالِ نبوی کی کیفیاتِ جذب و مستی
۲۰۔ اسلام اور احترامِ والدین
۲۱۔ حضور ﷺ رمضان کیسے گزارتے؟
۲۲۔ صحابہ کی وصیتیں
۲۳۔ رفعتِ ذکرِ نبوی ﷺ
۲۴۔ کیا رسول اللہ ﷺ نے اجرت پر بکریاں چرائی؟
۲۵۔ حضور کی رضاعی مائیں
۲۶۔ ترکِ روزہ پر شرعی وعیدیں
۲۷۔ عورت کی امامت کا مسئلہ
۲۸۔ عورت کی کتابت کا مسئلہ
۲۹۔ منہاج النحو
۳۰۔ منہاج المنطق
۳۱۔ معارف الاحکام
۳۲۔ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم
۳۳۔ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ششم
۳۴۔ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم
۳۵۔ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم
۳۶۔ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد دہم
۳۷۔ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ۱۴
۳۸۔ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ۱۵
۳۹۔ ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ششم
۴۰۔ ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ہفتم
۴۱۔ صحابہ اور محافلِ نعت
۴۲۔ صحابہ کے معمولات
۴۳۔ خواب کی شرعی حیثیت
۴۴۔ مزاحِ نبوی ﷺ
۴۵۔ تبسمِ نبوی ﷺ
۴۶۔ گریہ نبوی ﷺ
۴۷۔ اللہ اللہ حضور ﷺ کی باتیں
۴۸۔ جسمِ نبوی ﷺ کی خوشبو
۴۹۔ کیا سگِ مدینہ کہلوانا جائز ہے؟
۵۰۔ ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی
۵۱۔ مقصدِ اعتکاف
۵۲۔ سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی
۵۳۔ صحابہ اور بوسہ جسمِ نبوی ﷺ
۵۴۔ رسول اللہ کے کسی عمل کو ترک فرمانے کی حکمتیں
۵۵۔ محبت و اطاعتِ نبوی ﷺ
۵۶۔ آنکھوں میں بس گیا سراپا حضور کا
۵۷۔ نعلِ پاک حضور ﷺ
۵۸۔ صحابہ اور علمِ نبوی ﷺ
۵۹۔ روحِ ایمان۔ محبتِ رسول ﷺ
۶۰۔ امام احمد رضا اور مسئلہ ختمِ نبوت
۶۱۔ شانِ نبوت
۶۲۔ حضور کے آباء کی شانیں
۶۳۔ حضور کے والدین کے بارے اسلاف کا مذہب
۶۴۔ والدینِ مصطفیٰ ﷺ جنتی ہیں۔
۶۵۔ نسبِ نبوی کا مقام
۶۶۔ والدینِ مصطفیٰ کا زندہ ہو کر ایمان لانا
۶۷۔ والدینِ مصطفیٰ کے بارے میں صحیح عقیدہ
۶۸۔ محبتِ الٰہی
۶۹۔ اسلام اور خدمتِ خلق
۷۰۔ رجوع الی اللہ
۷۱۔ امامت اور عمامہ
۷۲۔ علماء جد کے نام اہم پیغام

حجاز پبلی کیشنز مرکز الاولیس سستا ہوٹل دربار مارکیٹ لاہور